

# جوش ملیح آبادی

تفصیلی جائزہ

مرتبہ  
خلیق انجم



**PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani**

**Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081**



# جوش ملیح آبادی

(تنقیدی جائزہ)

# جوش ملیح آبادی

(انتقیدی جائزہ)

ترقیہ  
خلیق اعظم



آئین ترقی اردو دہند، نئی دہلی

سلسلہ لطیحات انجمن ترقی اردو (ہند) ۱۳۴۳

© انجمن ترقی اردو (ہند)

سجاعت	۶۱۹۹۳
قیمت	۱۰۰ روپے
مہمان	مشہور ہیں
ترجمہ کار	انیس ہند
طاعت	ٹرانسٹریٹرز، نئی دہلی

JOSH MALIHABADI  
(TANQUEENI JASSAH)

Edited : by KHALIQ ANJUM

Price: Rs.100/-

1992

ISBN 81-7169-043-3

BOOK DEPOT BRANCH  
ANJUMAN TARAQQI URDU (HIND)  
URDU BHAWAN, 2ND FLOOR  
CHORHATTA, PATNA-800-808

Head Office  
ANJUMAN TARAQQI URDU (HIND)  
URDU GHAR, ROUSE AVENUE  
NEW DELHI-110008

# جوش

صفحہ نمبر	عربی آواز
۷	جوش و شعلہ آبادی
۲۳	جوش و شعلہ رشاوری
۳۷	جوش و شعلہ آبادی ایک حکیم کی عوار و چھانڈی
۶۷	جوش و شعلہ کی شخصیت - یادوں کی بدلت - کتنے جیتے ہیں
۷۸	شاعریت و لطیف - جوش و شعلہ آبادی
۱۰۷	جوش کی شاعرانہ کیفیت
۱۲۸	شعوریت جوش کی شخصیت اور اس کے اخلاق کے نتیجے میں
۱۵۲	جوش کی بدلت ہر ایک نظر
۱۶۳	جوش کی شاعرانہ عری میں غزل و مثنوی کا تناسب
۱۸۲	جوش و شعلہ آبادی ایک صاحبزادہ کی نظر میں
۱۹۱	جوش کی فخریہ شخصیت اور شاعرانہ عری
۲۰۶	جوش و شعلہ مرثیہ کے خداداد خیال - عری جوش کے نتیجے میں
۲۲۵	جوش و شعلہ غزل نگار
۲۳۵	جوش کی فخریہ بطور نظمیں
۲۵۰	نصائح جوش

## حرف آغاز

اُن کے عظیم شاعری کی فہرست میں بہت چہرے آتے ہیں، قمر، غالب، امین، اقبال۔ اس کے بعد دوسری فہرست جسے شاعری کی ہے۔ اس فہرست میں سب سے پہلا امین، توں کے آدھی کا ہے۔ اس بات کو ہم دوسرے نظموں میں اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ میرزا علی شاہ کا اقبال کے بعد دوسرے بڑے شاعر تھے۔

خامس اقبال کے بعد مختصر، انکساریات کے بارے میں باقاعدہ محفل اور سنجیدہ سہ، اچھے۔ توں کے بعد پورے اسی مختصر ہے، لیکن خامس کے مقابلے میں کم، ہے کہ ہے۔ جو اسی انسان دوستی، قریبیوں کے ہمدردی، سامراج دشمنی، لیکن ان کے لیے ہی سنجیدگی کے بجائے دلچسپی اور ترقی ہے، تو ان کی بات کو دلچسپی نہیں بولے جاتی۔

خامس اقبال کا قصہ اوپر سے دوسرے میں گیا جس کے ساتھ گئے تھے، لیکن توں کے ساتھ اسی وقت نہیں، بلکہ اس کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ چلے چائیں یہ اس سال کا زمانہ غالب، اقبال اور امین کا ہے۔ چند بے شکوں، مثنوی نگاروں اور نکلنے کی قریب اس زمانے میں ان کی شاعری میں پر، لیکن، اگر اسی کے وقت ہندوستان اور پاکستان کے درمیان میں زمین، کمر مرادے اور سرکاری اداروں و لیوی کی تنظیم ہوئی تو ان کے ادب کے لیے بھلے ہوئے۔ یہ ایک حالت کا بیکار و محزون تھا اس لیے ہندوستان نے ان کو اپنا یا اور بھی محزون رکھنا، یہ ہے اقبال پاکستان کے بھلے ہوئے، غالب پر پاکستان میں خاصا اچھا لیکن نوبہ کی کام ہندوستان میں وہ اسی طرح اقبال پر ہندوستان میں وہ کہہ سکتا گیا لیکن اور

کامیاب پاکستان میں ہی ہوا۔ ان دونوں کے مقابلے میں میراجی پر بہت کم کام ہوا۔ وہ کام  
 دونوں ملکوں میں ہوا لیکن ان دونوں شعری کی بدقسمتی ہے کہ میراجی کی شاعراذہ کلیت نہ دیکھی  
 مگر وہ ہندی کہ شاعر ہو گئی۔ یہاں یہ بات بنانی ضروری ہے کہ پاکستان میں شعری سیاسی  
 بنیاد پر وجود میں آیا تھا لیکن پاکستان تحریک کے نظریات سے جو منہ کر کے مسلمان کو  
 بنا دیا گیا کہ اس تحریک کی بنیاد اسلام پر ہے۔ جب پاکستان وجود میں آیا تو پاکستان کی  
 نئی قوم کو ایک ایسے شاعر کی ضرورت تھی جس کا شعری آواز قرآن اور حدیث کی ہو۔ اپنی  
 ثقافتی پیوریٹی اور سے پاکستانی قوم نے ایک عظیم آفاقی شاعر کو مسلمان شاعر بنادیا۔ علامہ  
 ہے کہ ایسے پاکستانی ساحل میں تو جن جیسے کہ انور اقبال، نیکوکار اور چندستان دوست شاعر کی  
 گنجائش نہیں تھی۔ ۱۹۵۵ء میں یہ غیر انتظام میں نے اپنی کتاب "تجلی شمع" آئی۔ یہ کتاب  
 انور اقبال کے دربار پر کاغذ ان حالات سے کیا ہے۔

"آپ تو ان سچ آبادی کی شاعراذہ کلیت اور شعری اہلیت کے قائل ہیں۔ ان  
 ہوں لیکن اس سے آپ ہی انکار نہ کریں گے کہ ان کی انور شاعری کا خیال  
 آئے ہی تو ان کا نام سب سے پہلے ان میں باہر آئے گا۔ ان کی جڑوں سے  
 اپنی قوم سے جڑ کر رہے۔ ان کی گزشتہ سال کی ہو گئی۔ ان کی شاعری کا اس  
 پانچویں سال سے زیادہ ہے۔ ان کے پہلے گورو کام کو شائع ہونے لگے  
 سال گزر چکے لیکن ابھی تک کسی نے ان کی شاعری پر توجہ نہیں کی۔ اس  
 بے اعتنائی کے اسباب کی چھان بین کرنے کی ضرورت پڑی۔ کیوں کہ چند سال  
 اور پاکستان میں صحابی اور حماد کاغذ اور صورت کا اسکا خدا ان سترہ سے  
 ایسی انور اہلیت کی نسبت ہے۔ کتاب تو طبع شدنی چیز ہے۔ اب تک انور  
 کوئی ایسا شخص نہ تھا جس کی شائع نہیں ہوا ہے جس سے ان کی شاعری  
 اور شخصیت کا صحیح تصور نظروں کے سامنے آسکے یا ان کے عوام کی  
 بنیادوں پر کھڑی ہو سکے۔ جی بے رحم نے اس موضوع پر اگر اٹھنے کی نکت

کی ہے۔" (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

اس ہیئت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ وہ خیر و اعتدال میں موجود نہ ہو دست عالم  
مستقر اور داخل رہے۔ اُن کے کھڑکی اور دروازے پر فن کی گہری نگاہیں اُٹھانے کا  
تجربہ دیں، دیکھتے تھے لیکن اس سب کے باوجود یہ کتاب جو ان اور خود اعتدال صاحب کے  
شاید ہی شان نہیں ہے۔ اعتدال صاحب نے جو ان پر یہ کتاب لکھنے کا ارادہ ۳۵-۳۶ء  
میں کیا تھا جو ۳۰ سال بعد یعنی ۱۸۵۹ء میں شریفہ علی، جو اُن کے والد کی اس طرح کتاب  
فکریہ و فنون پر مشتمل ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کتاب کے تحت کچھ حقائق  
ہم سے ہیں لگے گئے ہیں۔ اس کے کتاب میں وہ کئی نسخے نہیں ہے جو اعتدال صاحب کی  
تقریبوں کی سب سے بڑی خوبی ہے چوں کہ اعتدال صاحب کے جو ان صاحب سے بہت  
گہرے خاتم تھے اس لیے انہوں نے واقعی کان ادا کرنے کی کوشش کی ہے جو ان پر  
اور وہ چاند کئی چھوٹی موٹی چٹائی ہیں۔ ان میں سب سے بہتر کاظم علی خاں کی جو ان شاعری ہے  
جو ۳۵ء میں لکھی گئی جو ان پر میرزا مظفر ہوا تھا اس کے کوئی نسخہ علم صاحب تھے۔ انہوں  
نے اس میرزا کے مقالے فریب کہے جو ان شاعری کے نام سے شائع کیے ہیں۔

آخر یہ ہے کہ ان کی کوئی کو سنا کہ وہ اپنے کو درجنوں کا کارہی نے اُن کو کتاب  
کا بھی تجربہ لکھنے کے خاندانی تجربہ کو اپنے پہلے ایک واقعہ میں لکھا۔ چارپائی سال قبل میں  
ایک میرزا میں میرزا خیر کی مرنے کوئی پر حجاز چھو رہا تھا۔ مقالے میں ایک مرتبے کا طویل اقتباس  
تھا۔ جب میں نے وہ اقتباس دیکھا تو سامعین میں سے دو تین حضرات نے ہاتھ بلند کر کے غصہ کر  
کر دیا۔ اُنہیں اس غم یا آؤنگ سے یہ اقتباس پھر پڑھنے کی خواہش کی تھی۔ دو تین اور تھیں  
پڑھو گئی اور اس آؤنی نسخے نے انہیں کی صورت اختیار کر لی کہ وہ چاہتا ہوں کہ کئی شخصوں اور  
تعدادوں نے میرزا کی کچھ نظمیں شاعر کو حسانہ نظر انداز کیے ہیں جو ان کی بی نہادی کا سبب  
ہو سکے۔ وہ خیر و اعتدال میرزاں اور جو ان پر تصنیف کی اور بعض کام کو آپ کا ذہن چلتا ہے یہ صورت  
ہے کہ تمام خدائی مقالے سے چند ہزار ہم ان شاعری کے کوئی مرتبے کا نتیجہ کریں۔

جس میں ان پاکستان میں ہر سال ہزاروں ہوتے ہیں لیکن جو ان میرزا شاعر  
کی کو رائیں ۱۸۵۹ء اگر کچھ میرزا مظفر نے لکھے ہوں ان کی سطح بہت اُست تھی۔ اگر یہ میرزا نہ ہوتے تو



[illegible]

یہ وہ کام تھا کہ ہم مولوی ابو جعفر نے سید آباد کے دس برسوں کے قیام کے بعد لکھا تھا کہ اب تک جو کام چاہے وہ کیا جانی ہے یا نہ کام ہے، پھر کھڑے ہو کر یہ ہے جو قیام کی اطلاع مولوی کا بنی ہوئی ہے جو اراکین سید آباد کے بعد کیا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر قیام سید آباد سے نہ نکالے جائے تو آئندہ جتن کی سیاسی اور انقلابی شاعری سے محروم رہ جائے۔

قیام کی دوسری اعلیٰ پھرچ پاکستان ہے۔ لیکن ہے کہ پاکستان جا کر انھیں الی اقلیت سے فائدہ ہو رہا ہے ان کی شہریت اور شہریت بہت بڑی طرح متاثر ہوئی۔ چند دنوں میں جو شہریت قیام کو حاصل تھی وہ یہ کہ قیامی شخصوں کی شہریت رہتی ہے۔ چند دنوں کے وزیر اعلیٰ چلتے ہیں اور ان کے ذرا غور سے اٹھاتے ہیں ان کی آمدنی انھیں ہوتی تھی۔ وہ اب ہر آجکل کے اثر و اثر کے ان اثر و اثر سے متکلف تھے۔ شاعریوں سے ان کی آمدنی ان کے سامنے شاعریوں کے مقابلے میں بھی کہیں زیادہ تھی جن کا صورت شاعریوں پر گزرتا تھا۔ ان سب کے خلاف چلتے آ رہی تھیں ان کے انوں کے ہاتھ تھے، ان سے ابھی عالم آمدنی تھے، قیامی یہ ہے کہ قیامی اقلیت سے باطل انہوں تھے۔ لیکن جو عدالت حاصل کر سکی تھیں انہوں نے انھیں پاکستان ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ گواہی کے بہت کثرت یہ تھا کہ اب انھوں نے انھیں سید آباد سے انھوں اور چارٹ وغیرہ کا لپٹ دے کہ پاکستان کا یہ انھوں صاحب اور قیامی عدالت کے نہیں، سوچنا کہ اس ہجرت سے قیام کی شہریت اور چند شان مسلمانوں کے ذہنوں کو کیا حدود سے پہلے جو قیامی صاحب نے پاکستان چلنے کا جو قدر قیام کیا تو نہ کہتے کہ ہجرت تھا۔ مولانا چند علی خان مولوی اور علامہ تاج محمدی جیسے بزرگ عالم اور عرب ملک وطن کر کے پاکستان چلے گئے تھے لیکن ان حضرات نے اپنی ہجرت کے لیے قدر قیام کرنے کے بجائے اس سطح پر عالمی اقلیت کر کے قیامی ہی دیکھا کہ تھے لیکن انھوں نے اپنی اس ہجرت کے سطح پر ریاست دینا کے وزیر اعلیٰ قیامی عربی اقلیت کو قبول کیا اور قیام کے ساتھ قیام کیا کہ چند دنوں کا وہ ہو گیا کہ چند مسلمانوں کو جو پناہ گزین گئے تو دوسرا قدر قیامی نے یہ قیام کیا کہ ان کی آمدنی نہ تھی ان کی شہریت کو چند دنوں میں اٹھل کیا جا رہا ہے اس لیے وہ پاکستان جا رہے ہیں۔ گویا آئندہ نہ ان اور آئندہ قیامی کا تعلق شہریت یا اقلیت صاحب ہے اور

موت سے جو صورت نکالوں ہے۔ اگر ملک کے لیے یہ فیصلہ ہی کر لیجے کہ آئندہ جو لوگ  
موت مسلمانوں سے محدود ہے تو ان لوگوں کو مسلمانوں کو ہندوستان میں چھوڑ کر وہاں تک  
جائز تھا۔ جو ان کے ساتھ ہندوستان کے حدود اور مسلمانوں کو سخت ناگوار رہے اور  
ہندوستان میں ان لوگوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ ان لوگوں اور مسلمانوں کے مابین بہت  
پرکھنا ایسا وقت سے تقریباً بیس سال قبل ہندوستان کی طرف ہجرت کرنے والے تھے تو ان کو  
وہاں نے ان کی ایک مجلس کی سزا سائی کہ وہ ۱۵ صفحات پر مشتمل جوتن نامی کتاب لکھیں  
جوتن نامی کتاب میں ان کے لیے جب پاکستان چلے جائے تو ان کی فیصلہ سازی کی  
کی جاتی تھی۔ غالباً انھیں یہ خیال تھا کہ جب وہ منتقل ہو کر پاکستان جائیں گے تو ہندوستان  
تو مٹ جائے اور ان کا زمین سے ان کا استقبال کرے گی۔ یہاں کہ ہندوستان کی حکومت اور اعلیٰ  
ذمہ داران کو جوتن نامی کتاب کا پتہ نہیں تھا۔ اس لیے انھیں اپنی اشتہاری نیکاری  
پڑا۔ پاکستان میں جوتن کا استقبال کس طرح کیا گیا۔ تو ان کی ذہنی سطح۔ یادوں کی وسعت  
نہیں۔ پاکستان میں اپنے استقبال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میرے پاکستانی بھائی..... ایک قیامت کا خطرہ لہا ہو گیا۔ میرے  
پاکستان میں اور شہر کا ہی میں تو اس حد تک لگاؤ اور مصروفیت تھا کہ  
وہاں گیا۔ تمام چھوٹے بڑے اعلیٰ عہدوں کے حکمرانوں کو  
شوک کہ میرا ہی ملک میں آگئے۔ تمام ہوا و طوار کا قانون سازوں نے اپنے  
اپنے گھروں کی کھڑکی پر جام سے نکال کر میرے گھات میں احتیاجات اور  
کارکنوں کی بھرمار کر دی۔“

یہ وہی مشاہیر کا سا ایک خطرہ چھو گیا کہ وہ اپنی سرکار کی منجلی افسر  
یعنی مولانا ابوالکلام نے جوتن کو سمجھا دیا کہ ان کا کہنا کہ وہ اپنے  
نویس ہیں۔ کہنے ہوئے لوگ میرے گھات میں آکر طیارہ شکن ہو گئے۔ وہیں  
پر وہیں وہ جوتن کے قاتلوں کی فہرستیں لکھیں۔ ”جوتن جو سو بڑے بڑے  
نقروں کو بھگتا رہا۔ شہنشاہ اور مہاراجہ کے اپنی عورتوں کو ساتھ لے کر لے گئے۔“





میرت چاہتوں کے ناموں میں، جب کہ جتنی کے تکریماً اظہار شکر کی گوتے اور چار تکریم  
 کنیں شانی ہو چکی ہیں۔ نیز طریقہ دعا کی بھی خاصی تھوڑی سی ہیں۔ ان فقہاء نے چار گروہوں کے  
 نام بتائے اند کہ اگر وہ گروہوں کو لے اور ہی جن کے نام انھیں یاد کریں۔ اس دل چسپ ہونے  
 کے بعد میں نے انہی عبارت سے جتنی کے نام کے گروہوں کے نام لے چکے۔ ان عبارتوں میں وہ  
 فقہاء مذکور ہیں: ایک صفائی کو پند و غیرہ، ایک عام کاری تھے۔ گروہوں کی سب سے زیادہ  
 تعداد ایک ایسے فقہاء نے بتائی جو سرکاری ملازم ہیں۔ انھوں نے دیکھا کہ اسات بتائی۔ ان  
 سات اصناف میں تقریباً سب سے پہلے آئے ہیں۔ اور نام میرت کنیں چار گروہوں کے  
 دئے گئے۔

وہ سات کہ گئی ہے ہم نے انہیں کے بعد دوسری صدی کے سب سے بڑے  
 مشاہیر۔

معلوم ہے کہ ہم نے جو گئی کا نام بہت کم کیا ہے۔ تنقید کرتے ہوئے ان کی چند  
 نظریں یاد سے دینی نظر دیتی ہیں۔ اگرچہ انہیں کوئی کہہ کر ان کا نام دیتے ہیں کہ جو ان کے  
 نہیں، انھوں نے کہا کہ ہر گز تو ہمارے فقہاء و حضرات (یعنی غیر عربوں میں) انتہائی سنجیدگی  
 سے دینی کرتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ جو ان صاحب کی محبوبیت اور شہرت کو سب سے زیادہ  
 نقصان خود ان صاحب نے ہی پہنچا دیا۔ اس سلسلے کے کچھ اہم واقعات بیان کیے جائیں گے  
 ہیں۔ ایک واقعہ اور ہے۔ "دادوں کی راست" دوسری صدی کے دوسرے بڑے مشاہیر کی  
 نہیں بلکہ ایسے ملکی رائے خاں تھے اور ان کے علاوہ لوگوں کی خود نوشت ہے جسے اپنی تحریر معلوم  
 لئی ملا بیٹوں سے زیادہ جائیداد ہی میں منکر اور اپنے پروردگار خیر کو نماں گویا پرنا ہے میں  
 کہنا ہاں ہے کہ اتحاد، لڑکے اور لڑکیوں سے مشتاق کہ اس کے بہت بڑا کامناں اور بہت بڑا  
 ہے۔ اس کتاب سے جو گئی کے طالبین کے دلوں میں لغت کی آگ اور بھڑک گئی۔

ایک بڑا اختلاف وہ ہے جس کے فن کی ہر صدی کی تقریبی پیش کی جاتی اور تقریباً  
 ہر طبقہ فکر کے لوگوں کو اس اختلاف کے فن میں اپنے عقائد اور نظریات سے ہم آہنگ خیالات

میں جاتے ہیں، مگر اقبال پاکستان جیسے اسلامی ملک میں عظیم شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں اور  
 چند دنوں میں پچھوڑ کر ملک میں بھی۔ پاکستان میں انھیں پاکستان کے ہیروں میں سمجھا جاتا ہے اور  
 چند دنوں میں وہ صوبہ وطن اور سارے یہاں سے اچھا ہندوستان چلائے کے تھک چکے کار  
 ہیں۔ اسلامی ممالک رکھنے والے ممالک قرآن اور حدیث کی روشنی میں کام چھانل کر دیکھتے ہیں اس  
 کے برعکس ترقی پسند ممالک اس کمیت کے پر غور اندازم کو چھوڑ کر کے خالص کی حیثیت سے  
 ترقی پسند بلکہ ان کی نقطہ نظر کے شاعر ثابت کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اقبال کے کلام کا تضاد  
 نہیں بلکہ انھوں نے خلعت زمانوں میں خلعت بائیں کی ہیں اور اس نے انھیں بیرونی  
 صدی کا واحد عظیم شاعر بنایا ہے۔ قرآن کے کلام میں بھی ہر لفظ کے نظریات اور معانی ہلاتے  
 ہیں۔ وہ ممالک اقبال کی طرح ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں کے لوگوں کی زندگی آسجگ  
 کو بدل رہی رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنی شہرت اور مقبولیت کو انسانی زبان نقصان پہنچایا  
 ہے کہ ان کی اصل تصویر کو بھڑکے میں آگئی ہیں کیسے سال اور لگیں اور یہ منت اور نے  
 کے بعد شادی اس حقیقت سے انکار کیا جاسکے کہ علامہ اقبال بیرونی صدی کے عظیم  
 شاعر اور اقبال کے بعد قرآن سب سے بڑے شاعر ہیں اور جنہیں قرآن

پیش کے انکار کرنے کی مستقبل کی توقع

پیش ہماری جنگ آزادی کے سب سے بڑے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری نے انھوں  
 ہماری آزادی اور انقلابوں کے دلوں میں قرآن اور فلاح پیدا کیا تھا اور ان کے عزم کو  
 آہنی بنا دیا تھا۔ لیکن پھر اسے بڑے نام لگا دوں نے قرآن پر لکھی لگا کر ان کے اس انقلاب  
 کا تصور کوئی ہے۔ پوری کوشش کے باوجود میری سمجھ میں نہیں آتا کہ "مکمل انقلاب" اور  
 "انسانی انقلاب" کے کیا معنویات ہوتے ہیں۔ انقلاب کا ایک تصور تو یہ تھا جس نے چاندنی  
 کے ہماری آزادی کے دلوں میں آگئی پیدا کر رکھی تھی میں میں سامراجی طاقت سے صورت  
 فریب اور مزہور کو انکار کرنے کا تصور نہیں تھا۔ بلکہ ہندوستان کے ہر طبقے کو انکار کرنے کی  
 ہندو خود تھی اس کے پیش کیوں کہ انھوں کا تصور انقلاب باطنی خلعت تھا اس تصور کے تحت  
 سامراجی طاقت کے ساتھ ساتھ کے پورے اقتصادی سماجی اور سماجی نوجوان تھے کہ انھیں

فرق بدلتا تھا کہ کام آندریوں کی حکومت ہو سکے اور ایک غیر مختار مانتا ہو جس میں اس کے جتنی شان  
 میں ان لوگوں کی تعداد میں سیاست دہن اور باہمی علم و سیاست ایسے ہوں جنہوں نے بڑی  
 بات کی ہے اور انہوں نے انہوں میں انقلاب کا یہ تصور پیش کیا ہے لیکن میں عالمی ادب کی بات  
 نہیں کرنا چاہتا کہ اس کی مثال اپنی طرف پر کھینچا ہوں کہ ایک بھی ممکن ہو گا اور نہیں  
 ہے میں نے انقلاب کا یہ تصور سنا تھا کہ انقلاب میں اپنے حق میں جیٹن کیا ہو۔ مگر قربان دوست  
 سہانی (رحمت اللہ علیہ) کو سنت ہو کہ ایک سے دوسرے سے اور فیصلہ ہی کوئی اتحاد تصور کر سکتے  
 نہیں کر سکتے ہیں شاعر اور علم و سیاست میں جتن کرنا چاہئے گا۔

ہمارے بعد میں بھی کہ انقلابی شاعر کہا گیا ہے لیکن یہ قطعاً غلط ہے۔ فتن کی شاعری  
 اعجازی اجتماعی شاعری ہے اور یہ انقلابی پاکستان کی طرف حکومت اور اس کے نظریے کے تحت  
 ہے یہ ان مسوئوں میں ہرگز انقلابی نہیں اس کا ہم نے سوچا ہے مگر کیا ہے مگر وہی اور فرہادی کے  
 حق میں جتن کے نتیجے کے مقابلے میں زیادہ سے شاعری کہ ہے۔ اس نے چاہا کہ اس کے  
 تسلط میں اس وقت دنیا کے فرقہ وارانہ سے جو نظم لکھی جاتی ہے وہاں پر ان کی اور ہندوستان  
 میں جو نظم لکھی ہے وہی حاصل ہوئی تھی وہ کسی بھی زمانے میں اس کے کسی شاعر کو غریب نہیں  
 ہوئی یہ نظم و انکوں کی تعداد میں چھاپ کر تقسیم کی گئی تھی۔ یہ بھی ہوئی نظم نئی دلی کے بعض  
 ادیبوں میں جناب آزادی کے بعد ان ضیاء سلسلہ ادب کے مدیر سے یہ کہہ دیا ہے اور کسی  
 سچائی فرم نے اس نظم کے بارے میں ایک قوت لکھا ہے میں نے کہا گیا ہے کہ یہ نظم و انکوں  
 کی تعداد میں شاندار ہے ہندوستان اور خاص طور سے برہمنی بدلتا اور جناب میں نظم کی گئی  
 ہے۔ اس نظم کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے کہ لوگ جیسے کی صورت میں یہ نظم پڑھتے ہیں  
 تھے۔ یہ دلی حکومت نے یہ نظم جبراً کوئی بھی اور اسی نظم کے تسلط میں جتن کے طور کی تاخیر  
 کی گئی تھی یہ دلی جتن نے بہت بڑی تعداد میں اس طرح کی نظمیں لکھی ہیں۔ لیکن ان کی ایک حد  
 نظم ہندوستان کی ان کی تمام شاندار ہندوستان کے نام یہ بھی اپنے اندر میں یہی نظم ہے کہ  
 کہ انہیں ہے اور اسی ہے اس نظم کا بھی غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی۔ یہاں بات چلتی ہے کہ ان  
 کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر جتنی صورت یہ نظم لکھیں ہی کہتے ہیں شاعر قرار پاتے۔

خزینہ جتن نے افغانوں کی طرف کی صورت میں بہت کچھ لکھا ہے، لیکن نثری پسندوں نے  
 اس میں تفریق کو بڑا ہیرو تسلیم کیا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سب سے پہلے ہندو  
 ہونے سے گزرنے لگے۔

ایک دفعہ انگریزوں نے انعام عزت اور سکون کی زندگی گزارنا چاہا ہے۔ یہاں بھی  
 یہ کہ جتن کے انگریزوں کے خلاف اپنی حکومت میں گورنر، ہندوستان اور پاکستانی حلقوں نے  
 اس پر مبنی انسان کے انگریزوں کے خلاف اپنی حکومت میں گورنر، ہندوستان اور پاکستانی حلقوں نے  
 کمر بٹھایا تھا۔ اس زمانے میں شاہراہ احمد علی آباد، ساہیوالہ کے جتن کی تباہی کر رہے تھے  
 اور صحت چٹائی ہو رہے تھے۔ شاہراہ صاحب کو ایک فوجی ملا تھا، اس کا ایک بھائی جو بہت  
 اعلیٰ اور صحت مند ہے، فوج میں رہتا ہے۔ صحت چٹائی رہا ہے۔

”جتن کو گورنر نے اس میں انسانی سکون عزت اور قدر داری ہے۔ یہاں

انگریزوں کے گورنر نے ان میں بڑی خدمت کی ہے۔ یہاں بڑی خدمت کی ہے۔ یہاں

لکھنے لگے تو ہندوستان میں اس سے پہلے وہ ایک بڑی خدمت کی ہے۔ یہاں

جتن کی زندگی میں انگریزوں کی بہت خدمت کی ہے۔ یہاں بڑی خدمت کی ہے۔ یہاں

ان کے زیادہ دلائل ہیں کہ جتن نے۔ مثلاً وہ ان کے بہت سی باتیں ہیں

بہت خدمت کی ہے۔ مثلاً وہ ان کے بہت سی باتیں ہیں۔ یہاں

جتن کی زندگی میں انگریزوں کی بہت خدمت کی ہے۔ یہاں بڑی خدمت کی ہے۔ یہاں

ان کے زیادہ دلائل ہیں کہ جتن نے۔ مثلاً وہ ان کے بہت سی باتیں ہیں

بہت خدمت کی ہے۔ مثلاً وہ ان کے بہت سی باتیں ہیں۔ یہاں

جتن کی زندگی میں انگریزوں کی بہت خدمت کی ہے۔ یہاں بڑی خدمت کی ہے۔ یہاں

ان کے زیادہ دلائل ہیں کہ جتن نے۔ مثلاً وہ ان کے بہت سی باتیں ہیں

بہت خدمت کی ہے۔ مثلاً وہ ان کے بہت سی باتیں ہیں۔ یہاں

جتن کی زندگی میں انگریزوں کی بہت خدمت کی ہے۔ یہاں بڑی خدمت کی ہے۔ یہاں

ان کے زیادہ دلائل ہیں کہ جتن نے۔ مثلاً وہ ان کے بہت سی باتیں ہیں

بہت خدمت کی ہے۔ مثلاً وہ ان کے بہت سی باتیں ہیں۔ یہاں

جتن کی زندگی میں انگریزوں کی بہت خدمت کی ہے۔ یہاں بڑی خدمت کی ہے۔ یہاں

سورہ الحکومت کے اٹلی لٹریچر وادی مغربی کا یہ کہنا ہے کہ یوں ہادی ویشا  
 ہی لگتی ہے کہ سب کوئی انتقال کر جاتا ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک جڑا خدا  
 پیدا ہو گیا ہے جو شکل سے بڑا ہو گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ جوئی کے انتقال کے  
 بعد جو خدا پیدا ہو ہے جس کو بڑا ہو گا وہیوں شکل ہے بلکہ انہیں ہے لیکن  
 اگر ہم اس امر کا جائزہ لیں کہ سب یہ خدا پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ خدا حکومت  
 کے ایک گوشہ میں سابق خدا اور اب حال کے مکان کے قریب یہیں لڑی  
 سادہ سادہ ملک بنیم رہا تو اس دور میں ہم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا کہ یہ  
 جانتے ہوئے کہ ہمارے پاس کیا حکیم شاعر موجود ہے اس کا کام پوری مدد  
 میں ہر خدا کے خستہ ہے۔ ہم نے اس پر روبرو ہونے کی اور شری کے خدا  
 جتنا کہ دیے اس پر تجویز شری کی بات کرتے رہے۔ کون سا الزام ہے جو  
 ہم نے اس پر نہیں لگایا کئے خستہ اس پر صادر کیے ہوئی صاحب جیل  
 تو ایک سنت سے تھے اپنے گھر پر صاحب فرائض رہے۔ چاروں ملک سب  
 وہی جی ایک چھال میں خستہ و بیات کی نگہ کش میں جتنا تھے تو اس وقت  
 بھی ہمارا خدا کہہ دے ان کی فیضت گھر لے جانے کے لیے ایک اہلدار کے  
 مطابق یہ کیا گیا کہ کبھی میں یہ شوق لڑا لائیں۔

آخر شب وہ کے قابل تھی اہل کی تڑپ

میں ہم کوئی اگر ہائے ہم کو تو کب

یہ حال ہوا تو ان کے خدا ہادی ایک یہی سادیت رہی ہے کہ ہم فریاد  
 سنگ لڑی کرتے رہتے ہیں لیکن دفعتاً ہی جسے احوال کے ساتھ لیکن  
 جتنی کہ ہم نے ان کے شانہ و شانہ و احوال کی خبر دید اگر چہ تازے ہیں  
 چند سرکاری اہل حروف موجود تھے لیکن وہ لڑی گھر پر گئے ہوئے تھے سرکاری  
 طور پر کسی اہل حروف نے حرکت کی صورت میں نہیں کی۔ انہوں نے اس بات  
 کا ہے کہ ان کی وفات کوئی اہل لک نہیں ہوئی بلکہ وہ ہمارے ملک پہنچل

میں موت کے ساتھ جیو کرنا ہے۔ اس لئے ان سو پہلے چار کے لئے سوانح  
 تھے۔ کوئی انتظام کیا جاسکتا تھا۔ اب اگر یہاں احمد غلام شاہی کا یہ شعر چلے  
 جائے تو وہ بھی بڑی دلچسپ سوانح بنیں گا کہ :

میر ہر ملک نئی کر سکتے رہے اپنی وطن  
 یہ ملک بات ہے دشمنائے لئے نمود کے ساتھ

پاکستان میں سب سے پہلی بار انسان جہاں ایک ہڈی و پیر شخصیت کے ملک  
 تھے وہاں اپنے خیالات کے اظہار میں محدود رہے۔ اب بھی تھے۔ وہ تنہا تھے  
 عرش سے پہلے بنا کر اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے اور اپنی عزت و جلال  
 کے سبب اکثر مشکلات سے بھی دوچار رہتے تھے لیکن ایسی مشکلات کو وہ  
 کمر ہی نہ اٹھاتے تھے۔ قیامت اور محاصرہ جی ایس ایس کے پتہ پر ان کی  
 تشنگینی میں کہ وہ عالم شہاد و فطرت سے قبل پہلی بار سب سے پہلی کھیلنے پہل  
 میں داخل ہوئے اور ان کی عبادت کے لئے ان کے ایک ممتاز قول کو ہم  
 لے رہے تھے اور ان سے پہلے چاروں میں سب سے پہلی عبارت ہے : ”کوئی اور  
 نہ تھا خدا ہے میں“۔ چاروں میں سب سے پہلی عام گفتگو میں کی گئی تھی پہلے  
 تھے۔ ایک اور سوانح پر ایک سماجی طاقتور شخص کا نام ان کی عبادت کا لکھا  
 ان سے کہے تھے کہ چاروں میں سب سے پہلی انہیں کہتے ہیں کہ ”خدا کا  
 ہے میں“۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی عزت و جلال سے میں پر چاروں میں سب سے  
 کہتے ہیں کہ ”خدا کا ہے میں“۔

چاروں میں سب سے پہلی ان کے نظریات و خیالات سے امکان دیکھنے  
 والوں کے بھی احمد ان ملک اور برہنہ ملک ان کی عظمت کی اعتراف کیا ہے کہ  
 کہ ان میں داخل تھے کہ اب پاکستان میں چاروں میں سب سے پہلے کہ  
 کوئی اور موجود نہیں۔ ہمارا تمام تھلا پاکستان کے خالق حقیقہ یا اللہ عزوجل نے ہی  
 اس موقع پر سب عظمت اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ خدائے عالم عزوجل کو شکر

ہوا کرتا کہ سو مہر کا دس ایک مٹا دے یہ کہنے لگے اس وقت بھڑک پڑا  
 سے اس کا نام ہو کر فکر مروجہ میں آئے ہوئے تھے جب دلوں کی طاقت  
 ہوئی تو حقیقتاً صاحب نے اس کی صورت کے بارے میں دریافت  
 کیا جس پر انھوں نے جواب دیا:

”صحت ٹھیک نہیں ہے، میں مردانوں کا، لیکن حقیقتاً تم ہو گئے نہیں بلکہ اسی  
 طرح ٹھیک ہو گئے۔“

آخری سالوں میں جوئی صاحب پر دھیرے دھیرے بڑا ہی اور بڑی بڑائی کے ساتھ سے  
 جتا کر پے لگے بلکہ سرکاری انگریزوں کی انھیں دلوں کے ہر پاسہ دی  
 مانگا دی گئی تھی، اس طرح یاد میں ان کی زندگی میں وہ یوں اور طور کے سرکاری  
 فریڈ پر ان کے ساتھ منتقل ہوئے تھے، لیکن وہ حکومت کے مرکز میں موجود رہی  
 عظیم شاعر کو اس میں دلوں کے عزت اس میں نہیں کی گئی، جوئی صاحب کے  
 قریبی دوستوں اور مخالفوں کا کہنا ہے کہ اس مرد فقیر نے اپنے لیے ہر  
 دلی تریخوں کی کاکھی گئی تھی، لیکن انھیں کہنا تھا کہ اس بات پر یقین  
 رکھتے تھے کہ:

بہم پہلے ہی راجہ خون شہید اکو  
 مردانوں کے جانکی سے شکایت دکر رہ گئے۔“

میں نے اس کتاب کا مختصر کر لیا تھا اور اس صفحات سے زیادہ ہو گیا اور پھر بھی لے  
 میں ہر ایک جہن مہارت میں شگنی باقی ہے اس لیے میں نے ان صفحات کوڑھال کی کتاب  
 بنوا دیا، جوئی صاحب کے سوانح اور ان کی شاعری پر تنقید کے وہی کچھ ثابت کہنے کی  
 کوشش کی ہے جو میں اس صوبہ افتاد میں کہہ چکا ہوں، جوئی صاحب کی کتاب کا نام  
 ساغر ہے، میں ساغر صاحب سے بہت قریب رہا تھا اور میں نے جوئی کو ساغر صاحب  
 کی انگریزی سے دیکھا تھا، اس لیے میرے ذہن میں جوئی کی بہت اچھی تصویر نہیں تھی، ساغر  
 صاحب کی وفات کے بعد مجھے جوئی کا مجموعہ کاغذ نامہ دیا، پڑھنے کا سوچا تو مجھے جوئی

کے کام میں دلچسپی پیدا ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے چار سو پانچ سو سو سے زائد جوتی کی مشین کے  
 بارے میں مطالعہ کر لیا تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ میں کوئی نیا ڈیزائن نہ کر سکتا ہوں اب جوتی کی  
 مشینت اور ان پر میری خاموشی کی کیفیت کی کتاب ہے۔ یہ ہے۔ میں نے جوتی کے تقریباً نصف  
 عالم میں لکھ کر دیے ہیں۔ ان میں دو اعلیٰ سو فیصد ہیں۔ ان کا انتخاب بھی کتابی صورت  
 میں چھاپنے کے لیے تیار کر رہا ہوں۔ جوتی کے تقریباً پانچ سو سو سے زائد کی کتابت ہو چکی  
 ہے۔ فی الحال وہ ان میں سے ہر ایک کے منتخب نمونوں میں شامل ہے۔ وہ کوئی ایسا کام  
 کرنا ہے جو تقریباً پچاس سال کے بعد ان کو اختیار میں لے کر آج کے لیے میری کتاب میں ہے  
 کہ جوتی کو اس کتاب میں وہ تمام جوتی کے نمونے ہیں اور بڑی تعداد میں انکا دور کے نمونے  
 کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے۔

اس کتاب کے صفحہ میں اور خاص طور سے بڑی تعداد میں جوتی کے خطوط میرے سسر  
 یعنی خلیق خواجہ صاحب نے فراہم کیے ہیں ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ کہاں سے  
 لگوں۔ میں اس کتاب کے تمام حوالہ جات صرف ان کے ہونے پر ہیں۔

خلیق الخلیق



























## جوش کا تصور شاعری

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم مصرعوں کے باوجود جوش کا تصور نہیں کر سکتے ہیں۔  
 ایک کتا بول کے لئے ڈیڑھ گھنٹہ میں لے کر لکھ دیتا ہے کہ ہمارے علم و ذہن  
 بہت کم ہیں۔ یہ غلط تصور ہے۔ جو ہماری دماغ میں نہیں کوئی کچھ دماغ جو اس پر حیرت  
 سے علم انسانی کا تصور تھا کہ اس وقت حاصل ہوتا ہے اب شاعر کے تمام تخلیقی اور ترقی  
 پرانے پر اس کی نظر ہو۔

جوش ہماری کائنات شری دنیا کے آخری بڑے علم کو کرتے ہیں۔ ایک شاعر اور  
 فلسفے کے ایک زمانہ سے پیدا ہوا اصولاں ہیں۔ فلسفے میں شری مضامین اور فلسفے  
 تخلیقی ہوتی ہیں۔ فلسفے میں وہ مضامین ہیں جن کے تہذیب کے سبب تخلیق کا تصور ہوتا  
 گیا ہے۔ یہ تصور کہ میں دیکھ رہا ہوں۔ آری کہ جوش کی شاعری کی بات اگر کسی صاحب  
 فکر کو کہنا ہے۔ یہ تخلیق و حیرت کے اعتبار سے دیکھ کر اس کا اظہار عقل کے حصول میں ہوتا  
 ہے۔ یہ ہے کہ عقلی علم کا جو ہے کہ اس سے کوئی نہیں بڑھتا۔ شعور و فلسفے کے طرف سے عقلی  
 کا سبب عقلی حیرت کا کئی فرق ہوتا ہے۔ اس سے عقلی ایسا کہ باقی عقلی صورت حال سے عقیدہ  
 نہ کرنے کا بہانہ ہے۔ اس کی تاریخ میں شعور کی طرف سے عقل اور عقل کی دنیا  
 سے جڑی ہے کہ اس کے کئی عقلی اور عقلی نہیں رہا۔ یہ ہے کہ اس کے ذہن میں عقلی اور عقلی  
 کرنے کے ساتھ شعور و عقلی کا فرق ہے۔ عقلی اس میں ہے عقلی نہیں کہا کہ اگر اسے  
 زیادہ دیکھ نہیں بڑھتا۔ یہ ہے کہ اس کے ذہن میں عقلی اور عقلی نہیں کہا کہ اس کے ذہن میں





اور فارسی کی کلاسیکی شاعری کا عام اسلوب ہے اگر خوب لکھنے کا انداز بھی پہنچ نہیں پڑتی اور  
 اقبال ہی نہیں بلکہ انوری سے لے کر قاضی ملک کی تمام شاعری چار سے لے کر بارہی پاسے  
 کی ایک ایک اور قلم شاعری کو پڑھتے وقت ہماری کونہاں وہاں کے بہت سے اسلوب  
 کے ساتھ ہمراہ ہلک کر چڑھتا ہے۔ دور دورہ فارسی کے کچھ اختلاقی اقراء سے عبارت  
 رہا ہے۔ چارہا ہی کے قیصر کا افسانہ ہوا ہے۔ لیکن جب ہم ٹیکسٹ پڑھیں اور ان کو سہلہ سے  
 اور اس کے پڑھنے کی آواز میں اس کے شادمانی اسلوب اور طریقوں کو سامنے کر کے دیکھیں  
 یہ وہ دور دوری کے ہمارے تصور سے ہے اس کے بدل گئے ہوں۔ کلاسیکی انداز سے کے ساتھ  
 کے دور دوری ہماری تصورات کو قبول کر سکتی۔ شاعری کے ذہنی یا حتیٰ ایک نثر نویس سے  
 اور محرابی اور اسلوب طاعت ہو جائے۔ کئی کوئی اور مذہبی شمع کی تہذیب کا یہ مطلب  
 نہیں ہوتا کہ قلم کے کار سے ہمارے لیے فرسودہ ہو چکے۔ اس قدر غریب کا بہت بڑا حقائق  
 ہے جو مصرعے اور قوافی و ثوق سے بڑھتا ہے لیکن قلم شاعری اس کی شاعری پیدا نہیں  
 ہوتی۔ لیکن ادب کا عقیدہ غالب علم چہ کے ساتھ ساتھ بلکہ جیسے کسی بڑا دست اور علم  
 سے قلم ادب کا سلاہ لکھتا ہے۔ ہر چیز اس کے کمال اور پہل نہیں کرتی لیکن ہر چیز سے شاعر  
 ہی اس کے کمال فرما کر اس کی غریب مٹی جاتی رہا ہی کے ذوق ادب کی نگینہ کرتی ہی جس میں ادب  
 کا سلاہ لکھتا ہے کہ یہ بہت سے پیدا کر رہا ہے۔ وہ کچھ ہی اقراء سے دوست کی کوئی چیز کے نہیں  
 لگے فنی اور فلسفیانہ فقرہوں کے کسی ایسے نظام کی نگینہ نہیں کر سکتی ادب کی یہ کامیاب قرار  
 پاسے۔ اس کے قراءات اور افراعات کی مٹی لکھنا ہوں اور لکھنا ہوں کے بعد ان کوئی چیز  
 نہیں لکھتے تا وہ کچھ قراءات اور اقراء کو یاد دہانی کی حد تک ہی محدود بھی پاسے۔ کہنے کا مطلب یہ کہ  
 ادب کے سلاہ کے ادب میں ان کی بنیاد سے سے مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور ادب کا شاعری  
 قلم اور ذوق ادب سے طبعیت و فوری کی بنا پر اس کے بعد علم اور محنت سے کام لیتا ہے جو شاعر  
 محنت کچھ غالب علم اقتصادیات کا یہ لکھنا کہ کیا ہو رہا ہے کہ کہہ سکتے ہیں۔ سوال یہاں شاعر کا ہذا محنت  
 کرنے کا نہیں بلکہ ان کی ہی حتیٰ لکھنا یہ کہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی شاعری کی شاعری وہ پہنچنا  
 کی غریب اور غریب محنت کہہ سکتے طبعیت و فوری کی سلاہ محنت پیدا ہو جائے۔ انہی میں یہ لکھنا

وہاں ہوتی ہے اور انکی شخصیت انکی ان کی شعوری اور غلطیات کی خاطر وہ کھینکے اور سترے  
کے اندر لگاؤ کو بھی مرام کہلاتی ہے۔

ہمدردی کا یہی شادی کا مختلف اقسام ہیں ایک سی شعوری کی شکل دیکھنے کا طریقہ شعوری ہوتی  
کو تمام کی بات ہے اور اسے تسلیم بھی ایک سی شعوری کو سونگ سے ادا سے کے لیے غلطی  
کی نہیں بلکہ ایسی جان دلوں کی صورت ہے کہ جس میں شعور انسانی کوئی اور بھی نہیں سمجھتی  
تفکیرات انسانی تو ایک شخصیات انسانیات اس طرح اور تفکیرات دوسری بات کے لیے غلطی  
سچیوں کی ساتھ خیال ہوتی ہیں اسے سچی کے موافق کمال کو نظم کے ہادی کو نہ دے کے جو شعور اس  
طرح سچی کے لیے مثال بناسی۔ ایسی شعوریں بہت دور میرے کا ساتھ نظم کا شعوری اور شعور  
نہیں بلکہ شعوری پہلو ہوتی ہے۔ شعور اور میرے ایک سی شعور کے ایک نئے ہی کو کو سامنے لے کر  
ہے شعور دور دور ہے جس کے گاہ گاہ کا رنگ بدلتا ہے اور اسے دیکھنا ہے جو سطح آب  
کی جھلکیوں میں انکی ساتھ گہری گہری کی گہری اور سترے سے کچھ کا چھوڑ کر شعور ایسی شعور کا  
سچی شعوریں نہیں بلکہ شعوریں ہوتی ہے۔

یہ کہنا کہ ان شعوروں کو شعور کا سلسلہ نہیں تھا بہت سی غلطیاں ہے۔ شعور ہر شعور کا  
شعور ہادی شعوریں کا شعور اس کی شعوریں ہے۔ جو گہری شعوریں ساتھ شعوریں شعوریں کو دیکھنے  
ہوئی جو شعوریں ساتھ اور شعوریں شعور کا ایسا شعوریں کر کے ہے کہ نظم انکی ہوتی ہے شعور  
کو پہلے دیکھو۔ شعور شعور کی شعوریں سو پہلے دیکھو۔ انکھیں بھی شعوریں شعوریں شعوریں  
کا شعور ہے وہ بھی ایسا کہ شعوریں سچی ہیں۔

یہ بتا رہی ہے شعور کا تمام کلام میں دیکھنا ہے ان کی انکھوں کے  
نئے انکھوں ساتھ نہیں آتے۔ ہاں انکھوں کے لیے انکھوں کے نظم اور شعوریں جو کہ شعوریں  
ہاں سچی شعوریں شعوریں نہیں ہو سکتا۔ شعوریں نے اپنی زندگی میں کے شعوریں شعوریں  
بھی مرتب نہیں ہو سکتے۔ شعوریں وہاں کہیں کہیں ہوتی ہیں انکی ذہنیت اور  
شعور کا نظم بھی بہت عام نہیں ہے۔ شعوریں اس بات کے کہ جو شعوریں کہیں کہیں انکی  
بھی کا شعوریں ان کے ساتھ ہے انکی زندگی میں انکی شعوریں انکھوں کے کلام شعوریں







ننگے پاؤں بارشوں میں مارے مارے پھرتے ہیں؟

ایک اور مقام پر وہ کچن گزرتی بات کہتے ہیں اور کچھ دواؤں کا ذکر ہے۔

سناٹوں کے سوائے آستھی پر نسل اور ہر جوان کے اٹھنا چلی تھوڑی اور دیر میں وہ  
چکرانہ گھوم رہا ہے۔ وہ اس بات پر شک و شبہ نہ کرے کہ کوئی اور نسل یا نسل  
رہتی ہے اور سب ایک ہی تھوڑی سی کہانے ایک ہی کون سے ہیں جتنے اور ایک ہی  
تھوڑی سی بیڑا ہے یہی شاعر کا خیال تھا کہ یہاں تک کہ وہ کہیں پہنچے وہی داخلی  
ہو رہا ہو گھر پر جم کے بیٹھا کہ یہی معنی میں گھر ہے نظر آستھی اور صندوق میں  
نہ انکلی ہو رہی ہے جسے رات کے کونوں میں آج انکلی؟

اسی اٹھنا سناٹ سے چڑھتا ہے کہ اکبر و کھانا وہ کھانے کے بعد ہی رہتی ہے شاعر اب کے  
دن میں چنگی اور چنگی کی ماہیت کا کیا شعور حاصل تھا۔ ٹوٹنا کہا جاتا ہے کہ وہ آج کی شاعری میں ٹوٹتی  
کی ہے۔ گویا انتقال کے بعد اس نے یہی شعور حاصل کیا کہ چھوڑ دینا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گھر ایک  
شاعر کی شہزادی کی معیت پر رہی شاعری کی ماہیت کی یہ کہ وہ کیا دیکھ رہی تھیں جس قسم کی انکی خصوصیت  
ٹوٹنا تھا وہوں کو شاعری کرنے کے لیے پڑتی ہے وہ تو وہی کہیں پہنچ رہی تھیں یہ بھی کوئی حقیقت  
اور شاعر نے حقیقت کے یہاں پہنچنے کے لیے ایک بڑا کام کیا ہے کہ یہاں تک Thinking  
کا تعلق ہے وہ تو ایسی چیزیں تھیں کہ انکلی کے لیے ہی بہت سی تھیں۔

جہاں تک انتقال کے تعلق اور زندگی کے تعلق کے لیے شاعر نے اس میں چنگی اور چنگی  
اور اسے کھانے کے لیے کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ انتقال کی ٹوٹنا ہی تمام اکبر و کھانا کی حقیقت  
گھر کے لیے کھانا یعنی وہیں اور معیت نہیں ہے اور یہی حقیقت ہے کہ یہاں تک کہ شاعر کی  
اور ان کے گھر نہ سب سہولتیں اور سہولتیں ہیں اس طرح سہولتیں ہیں کہ کھانا  
انکلی کے سہا تھا۔

میرا ایک تھوڑی سی شاعر نے اپنے شاعری میں وہ کام کیا جس کی طرف انتقال  
نے اشارہ کیا تھا یعنی وہ نظر پڑا کہ جو کچھ کی حقیقت کو دیکھنے کے انتقال کی ٹوٹنا ہے کہ ان  
گہرا اثر تھا کہ وہ شاعری کی ماہیت انتقال کی زندگی میں اس کی خصوصیت انکلی کی زندگی

میں اس کی حقیقت پر غور کرتے ہوئے غلط فہمی اور مذہب کی روشنی اور عقلی تصور کو بھی کا  
 اہم اور مقررہ دیتے ہیں کہ وہ تمام انویں اور شعور و جذبہ و عقل کی مذہبی اور شعور و جذبہ و عقل  
 کے دائرے سے علی گزیر اور اس کے نزدیک انسانی دوست اور رشتہ دار تھا اس کی ہیکل اور  
 نہیں کیجئے کہ اسے "سے کوئی سے غلطی نہ کیا ہائے" اقبال کی یہ بات یہ بتانے کے نام  
 ہے۔

پھر اس تصور ملی دور غلامی کے اثرات کے تحت اس کا سماجی و باہر اور مکمل تھا۔  
 اکثری کا چلن، چلن، غلام، اس کا شعور و جذبہ اور عقلی طور پر شعور کے گروہوں کی وجہ سے اس کا دور  
 غلامی کی عظمت میں گزری ہوئی سہولت کا حامل ہوتا ہے۔ یہ اقبال کی خیالات کی اہمیت کو کم کرنا  
 نہیں چاہتا اس کا شعور و جذبہ ہم پر گہرے رنگے کی کہ اقبال Apollonian مزاج کے  
 نام سے اور جو کئی Dionysian مزاج کے حامل تھے۔ پھر وہ اپنے مذہبی اقبال کی نظم  
 تو یہودیت ہے لیکن یہ وہی سہولت کی حامل ہے کیوں کہ اقبال کی بات غلامی انت کے لئے  
 آج ہے اور کسی کی ملک کو یہ راستہ غلامی نہیں ہوتا۔

ہم خرم سے چھپاتے ہیں سہولت سے

کرتے ہیں اور نہ کوئی اور یہ "بدی" کو بھی

دور اور بدی کی تفریق کے لئے یہ اقبال چاہتا تھا کہ بھٹ کو کمالیات اور ماہرہ و طبیعت  
 تک مل جاتے ہیں جو غلط نہیں کیوں کہ اس کا تصور ہی اللہ سے وابستہ ہے لیکن دور و جذبہ کے  
 شعری اور ادبی تصور اس شعور و جذبہ کے شعور و جذبہ اور مذہبی و ماہرہ و طبیعت سے  
 خاص پھر اس کے دوری و کمالیات کو غلامی کے رنگے میں چھپی ہوئی عقلی اور فطری طور پر  
 خودی اور شہادت خودی کو آرت اور کمالیات کی اساس قرار دیا گیا جو پھر اس کے الفاظ میں  
 وہ طوطا و فطری شعور علی تھا کہ اس میں یہ کہا ہے اور اقبال کے بیت سے شعور و جذبہ  
 اہمیت کو بچنے پر۔

اقبال کے دہرے آج کی کائنات میں یہی ہے کہ فطری طبیعت کی طبیعت کو اس کی حقیقت و اس  
 کے دور کو حقیقی کی گزشت میں دیکھتے ہیں۔ یہ تمام اس دور اور دور و جذبہ کے حقیقت کو بچنے









مجددوں کو بے رحمی سے تھام لے ہی ہمیں میں، آخری دورِ مہمِ مشرقی کے رفیقانہ جذبہ کا  
 عقائد سے ملنے پر کافی قلم اُتر رہا تھا کہ خود غلوں پر مذاک تفتیہ کو درست ثابت کر ہی  
 ہے۔ دوسرے اختلافی شعروں کے یہاں سواطرون کے علی رہنمائوں کا نگرہ جینی سسٹم میں  
 کو خود غلوں اور سہیل رہائیت کا چھوٹا بہتہ کر رہی ہے۔ عقلی اور علمی عمل نے پہلے پھرانی  
 تشہید اور Damaging مشغولوں میں جو عقل کو مطلوب غصب آدمی بنانا ہے عقلی اثرات  
 کے پاس وہ بصیرت نہیں آتی جو شخصیت کے نفسیاتی مطالعہ کے لیے ضروری ہے۔ وہ خود غلوں  
 دیکھنے کی اپنی زندگی اور فضا کو ہی علم اور خود غلوں کی خود غلوں کو علم ہیں کرنے کے لیے ایک غلوں  
 یا طبعاً انسانی، خود غلوں اور خود غلوں شخصیت کو کیے نفسی نامہ ہے سے گہرا ناخوش ہے۔ جو شخص  
 کی شخصیت کی دلوانی سے اور عقلی ترسیت نفس کا تجربہ ہی، خدا اور طبیعت اور عقلی عمل سے  
 طبیعت کے معاملہ کا مطالعہ کیا۔

[illegible]

سیرتِ پاک معلوم عوامِ حاکم کی کوئی بات ہے کہ شعور و سرپرستی اور جدائی نشے ہے۔ یہ کوئی نیا دینی بیخیز تو ہے نہیں کہ ہم اسے چکڑا چکڑا کر لیں۔ یہ کوئی نئی جہاد نہیں ہے کہ اسے نئی شکل دینی ہو۔ یہ صرف ایک نیا نام ہے۔

شعرا کا قیام قریب انحصار سامع کے ذوق اور وجہ الہ پر ہوتا ہے۔ اور کیا ہر فرد کا  
وجہ الہ اور ذوق ایک ہی نوعیت کا ہوتا ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو ہر انسان خدا اور رسول پر  
کوئی قطعہ کہے کہ وہ اپنے شعرا کی پسند کی گئی۔

یہ کسی شخص کو لیز ہوا تو زندگی بے گناہ سب سے بڑا سرمایہ اور خوش فہمی تو کم از کم آپ کی ہر رات  
ہاں ایک گڑبڑ ہے۔ اس کے لیے سنی ہوئے گڑبڑات کے خلاف ذہنی تیار رہنا ہوا ہے کہ ان کی  
دوب کو میری شادی کی ایک خبر کی کہ سب سے پہلے یہ خدشہ تھا اور جو شخص بے خبر ہو گیا تو اس کی  
فطرت اور میری شادی کی کوئی خبر نہ ہوئے گا۔ اس کی صورت میں اس کی کوئی خبر نہ ہے۔

کیونکہ ایک خود بخود مطلوب و مقصود ہے اور جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ اقبال کے ساتھ ہوش اجڑا رہا تھا جس پر انہوں نے کہا کہ اس وقت  
کی آفریقہ کے ساتھ ہم نے آسمان کی کئی کئی دور رس کتابیں کو طویل و طویل ہر قدر بچا  
ہے۔ دوست کی ریت پر اس پر ہندوں کے ستونوں سے تپتے ہیں جو تپتے تپتے تپتوں کو بچا رہتے  
پہلو آپ وہاں کو زیر و زبر کرتے گئے۔ جو آگ کی خوش قسمت ہو گئی ہے اس سے کچھ بھی  
کو جھٹک نہیں دیتے اور غلامی پر اس کے دل پر لگا کر ایک تپتے ہوئے دور ایک غصہ و فزع  
پس بگڑنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس کی انکار و رنگ میں ہوا جو اس کے کہ وہ اب جانتی ہے۔  
اس کے لیے کہ شاعر ہی ایک نئی آواز کی ایک نیا لہجہ ہے۔ انہی کی ایک شہسوار کی ایک نئی شہسوار  
جادو غریب کا سامان رکھتی ہے اور اس کو ان کے ہاتھ میں لے کر ان کے غریب کی صورت  
غریب و راست انہی کے ہاتھ میں لے کر ان کے غریب کی صورت ان کے غریب کی صورت  
پس وہ اب ان کے غریب سے جو آگ کی آواز میں بھی خوش قسمت ہے اس کے غریب نے ان کے  
شاعر ہی کی دہریہ سے ان کے غریب کی صورت ان کے غریب کی صورت ان کے غریب کی صورت  
ان کے غریب کی صورت ان کے غریب کی صورت ان کے غریب کی صورت ان کے غریب کی صورت۔

میں جو گھسیٹتی کیا است و ہر روز ایک گزٹار ایک ایک لڑائی ہو رہی تھی پھر یہ اور اس لیے  
اس سے غلط اندوز ہونے کے لیے تیار نہ تھی کہ مذہبی تنظیم کی حیثیت کی ضرورت لگتی ہے جس  
وہ لڑے وہ جی کہ جتنا اس میں فائدہ ملے گا کہ مختلف صورتوں میں ہر روزی کے شروع کے  
مسنوی پروردی میں کاہنہ کے کہنے کے ہمارے مطابق خیر قبول کا اس حد تک چہ نہ ہو کہ  
نقد و موافقتی تحقیق کے قیام کی اور تنظیم کی حیثیت و اصلاحی اصلاحی اور سطوری نظام کے



تھوڑی سی دھماکا ہے اس کے شعلہ روش نے شہریوں کو جھٹک نہیں سے دلی نہ رہی نہیں بلکہ  
ہمیرت خروشاکی نکلا ہے۔ وہ کہتے ہیں :

یہی اک نے سے لب ناز کو کھنسا ہا ہے  
ہلکڑی پر لہرۂ جہنم کو سن ہا ہے

ابھوئی کی بات چوتھے سے کہ وہ تو بیڑ تھپا تھا آل کے تھاویں ہی بخش سہوں کے تھپا۔  
رہے خود غائب کا سہلا لہجے کا میرا دور دی ہر میرا لطیفی مال اور فوت کے تھپا رہے ہر  
ایسے افراد کی کھنچنی اور موت گیری کا فرادہ ہی تمام ازل نے تقیہ ہر شاعری دونوں  
سے بارہ ہر دور دکھا تھا۔

نوش خروشا کے لیے بلکہ شہری کے لیے ضروری ہے کہ انہی سمات و کائنات کے جلوہ  
مردنگ کا اسی طرح حق ثانی رہا ہو یہاں کہ شاعریوں کو شاعری انشا کا سہلا مال نہیں ہے  
بلکہ لفظوں کے لیے جس شاعر کا دل درگزر کرتا ہے جس نے اپنے تمام اس سے کھانا چنگ  
دیا کو اپنے دور میں اپنے لیے ہے انجرات کو اس کی تیر و مدار سے گزرا ہے اور اپنے حضور  
کو شادیات کی گلیوں سے حور کیا ہے۔ جس علم کتابی عروض و نثر کے دفاعی صحت نہ ہی  
اور علم بیانی کی خوشگالیاں موت و مسمات کا کارخانہ ادب قول سے وہ جگہ کے لیے کہ  
گڑی نام چست کرتی ہے ہلکڑی کے لیے سے ایک کرنا ہے۔ لہجے کی شہری دلی گوارا سے  
شہری ہر بات ہے اس سے اپنے نام میں رہتی ہے کائنات کے ہر اس دور و روز شاعر کو صحت نہ  
کرتے ہیں شاعری جو کہ کائنات صحت ہے کہ اس کا شہری اور صحت کرتی نہیں الحلق و تحلیل  
ہے وہ ہی افتاد کو صحت نہ کرتی ہے۔ تجر و نفس و ادب و شہری کے عادات کے لیے کہ  
بہر افتاد و صحت نہ ہے وہ صحت نہ ہے کہ یہاں ہی ہوتی کہ تقیہ لہجے کی ہلکڑی پر لہرۂ جہنم کے  
نکلا کا مہا نہیں کرے۔

دیکھو اس سے کہ وہی افتاد سے اختلافی دونوں کا سہلا نہیں کر رہے ہر وہ جس  
کہ ہے کہ افتاد کے گڑی کو غیر حسبہ تسلط نہ ہے اگر اسے بعد از لہرۂ جہنم ہا ہے۔ وہ تو  
ہے کہتے ہیں کہ ان عادات سے شاعر کا دل گوارا ہے انہی عادات سے افتاد کا دل بھی گوارا ہے

تو اس سوسری میں ہر ایک کے پیدا ہو سکتی ہے کہ انھیں انھوں نے دیوں میں خود کو دیکھ سہا ہوا تھا۔  
اس وقت سب باتوں کو کھان بھی شگفتگی میں ہاتھ دے گا انھوں نے بھی کر سکا اور تنہا وہ خدا کا  
خوش رہے میں کے ہر کہ سفر پر پوریاں شریک نہ دگناں اٹھیں گی ہی۔  
یہ ہر فرد دیکھنے میں ہی جو کچھ خدا کے ہاتھ چلے ہی۔

پہلے دیکھا ہے کہیں ہستی کے دل کا تو سننے کا  
آگے سے ہی کی خدا کا ہے خام کا دماغ  
دل سے اپنے ہر چہ اسے زمرانی علم کتاب  
میں قدرت کو بھی دیکھا ہے براکت و کتاب  
تو بہتہ اسرار ہستی کا لگتا ہے کہیں  
عالم کو کس سے باہر بھی مہاتا ہے کہیں  
فائنل کی فکر رہی ہے میں سرور خدا ہے تو  
قلب طہارت کے دھڑکنے کی صدا مہاتا ہے تو  
ان توں کی ہر دم میں بھی تو کھتا ہے بارگاہ  
خاک کو ہر جہانیاں جس کی بنائی ہیں گلاب  
تیری انھوں میں بھی پہلی ہے کہیں کھلی کی نہ  
سو تو ہم سے تیرا دل بھی کیا بھی دیتا ہے تو  
میر سے انھیں تو سنا اسے دھنسی سولو گوار  
تو یہ کیا انداز کی تو میر کا انہی ہے راز  
طہور ہستی پر بھی اسے ناہم چڑھ سکتا ہے تو  
کہ سب کی کتاب دل بھی چڑھ سکتا ہے تو  
یہ نہیں تو پھر نے انھیں یہ جلوہ اور ہے  
تیری دنیا اور ہے شاعر کی دنیا اور ہے

لہذا ہی علم کتاب اور کتاب دل کا اتحاد جو کس کو ایک ایسے تصور شریک ہے

ماتے ہیں جو دنیا نے نقد و ادب میں صرف ایک غلطی کر دینے کے یہاں محتاج ہے اس حد تک  
 مغز کے اندازیت کا تصور منسوب ہے جو کل جو کر دینے کے تصور میں ممانعت باطل تھا  
 ہے کیوں کہ جوئی غصہ کے ادنیٰ نہیں تھے اور پھر کر دینے کا پڑتا جس کے تصور کو کوئی اہمیت  
 دینی اور جسے ادبی تنقید نے ٹھہرایا نہ کر دیا تو مزید چھوڑ دیا تھا جس سے کر دینے کا کرنا  
 ہے کہ غلطی کی تعلیق تو دوسری سطح پر ہی ممکن ہو جاتی ہے۔ تعلیق کا ضروری اثر یہ ہے کہ جب  
 گھر اور خیال غلط ہیں تو ہم کرتا ہے۔ ہائی ہو ہے وہ اظہار اور بیان کا کھڑاگ ہے۔ پتے  
 پہننا ہے۔ عقول کے پیرائے میں داخل کر شری و ہوا کی تے دوا آتش دہتا کیف و مسود  
 قائم نہیں ہو سکتی۔ قلیل کی آنکھ لے جی قصوں کا شاہد کیا تھا عقول کی ہوا کی تے  
 ہی اس کے نقش و نگار دینا سنگ و درخت کو کیسے ہی غائب جب کہتے ہیں کہ

ہے آدمی بھاسے خود اک عشر خیال

ہم انہیں کہتے ہیں غلو سے ہی کیوں نہ ہو

یا غلطی پر ہم کرے ہے گھٹو بات خیال

تو ان کے سامنے تعلیق ضرور ہو کر نہیں جو صرف شاعر کو ہنسنے کے بلکہ وہ تو ذی شعاعی کے  
 ایک دست کو بیان کر کے ہی جو تمام شعاعی میں مشترک ہے۔ ایسے جو آگ تو خیال و اظہار کے  
 درمیان فاصلہ قائم کرتے ہیں۔

تعلیق قرعہ و اظہار کے بیچ جو فاصلہ ہے اس کا ذکر اپنی نظم شعاعی کر کے ہونے جوئی  
 کہتے ہیں کہ ان کے اشعار تو غلطی یہاں ہی اصل ہوتی تو وہی ہی میں رہ گئے۔ شاعر کے دل  
 میں جو بات ہوتی ہے نظم میں آتے آتے دہتا سنگ و درخت کی ہوا کی تے ہے یہ اشعار دیکھئے

دل میں جب اشعار کی ہوتی ہے باتیں بے شمار

لطف پر ہندی ٹپک پڑتی ہیں کچھ ہے اشتیاق

ذوال بیتی ہے انہیں شاعر کی ترکیب ادب

ذمہ کے گورہ کو سر غلطی کا پاتی ہیں لقب

اور ہوتی ہی تھی بھلی ساچ زر لڑائی  
 پھر ہی وہ شاعر کی نظموں کی ہی غالی بیبیاں  
 بچے کے اسرار و رنٹاں موت کی تھیں ہی بی  
 بیبیاں ہی تھیں کی سوروں پہ سوائے دل سے ہی  
 علم کا آخری وہ فتاد سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وہ بھتا تھا وہ کہتا تھا ہے شاکم لپ  
 وہ شاعر سے کہ وہ کہتا کہ سکا گیا وہ گیا  
 کوئی بگ شہرہ کیسے ہی اور کیسے نہیں  
 دل کہتا ہے کہ جیسے دل ہی تھے دیے نہیں

جو کچھ بولنا کہ شے کے اس تصور شعر کو شعروں نے قبول نہیں کیا کرتے کہ وہ تمام  
 ان کو سب سے سنی ہوئے ایم غلطی گردہ کیا۔ وہ جو سات ہے کہ شاعری کا سواد قصوں کے  
 برعکس نہ صرف شعر کے انداز تزیین سے اس قدر بڑا ہوا ہے کہ اس کی کہانیاں ہیں اور اس  
 والی شعر و شعور پسند طبیعت کی سیر کے بیٹے جاتی ہیں۔ شعوری میں یہ لکھ ہے کہ وہ اس کی  
 سطح پر شعور کے شمع تصور کے ساتھ وہ دہری قصوں تھا ہے جسے وہ لکھائی ہے کہ شاعری  
 جانتا ہے۔ انسان نگار، ناول نگار اور ڈراما نگار تو اس وقت تک کوئی چھوٹا نظر  
 ضبط تو ہی رہی نہیں مکن جب تک کہ اسے اپنے ذہنی کے بیچ پر نہیں رہے۔ مگر ہے  
 بہتر شاعری ہی شاعر اس طرح لکھنے کی مرقع سازی کے حوسے کوٹ مکن ہو۔ لیکن شاعری  
 ہمارے شعری لکھنے کی کوہ گستر ہی نہیں رہی کہ سماجی لکھنے کوئی نقطہ کے ایک لکھ کی طرف سے  
 مجرور کو سستی کی طرف شری کوٹ جگا کر احساس اور مضامین کو دنیا اس کو سمجھاتی ہے کہ شاعری  
 ہی شعور و شعور ہی ہوتا ہے اور خیالات بھی جو مرقع سازی سے ایک لکھ کے پائے ہی شاعر ہے  
 فی حقیقت شاعر ہی کے شعور و شعور کے سبب ہی اسے کو سستی اور شعوری ہی ہوتی ہے۔  
 جو کچھ کی شاعری کا عام بیانیہ نظر سازی کی طرف رہا ہے۔ مگر ہے شاعر کے اندر چھا  
 ہو شعور ہی رہ گئے مگر کوہ لکھ ہو لکھ نگار لکھ دہوئے کے سبب ہی کی شعور کی تھی

طریقہ کی گنج گنجیہ۔ غزل گو شاعر کے حلقے پر شہزادی نظم گو شاعر کو شہزادہ شہنشاہی آتی ہے کیونکہ  
انہوں نے نظم کی روایت غزل جیسی شاعر نہیں۔

در اصل جو نکل نکل کے ناز کے اختیار شوق کے طلب گاری زبانیں ہی انہماک کے وہ سہرا  
نہیں جو خلق کو انہوں ہی اور مسنونہ رنگ میں سرخ آتی ہے۔ انہی خالق شاعروں کے لیے ہمیشہ  
ایک خندی میسر رہی مگر بات یہاں ہے برائی نظم کے انہماک کے وقت وہ سرکش ہو جاتا ہے اور  
بڑے سے بڑے شاعر کے یہاں بھی انکل انہماک کی بات آتا ہے اس لیے بڑے سے بڑے  
شاعر کے یہاں بھی انہیں آہستہ کا نکل خود کہا جاتا ہے اس لیے ان کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہوئی۔  
انہوں نے انہماک کی راہ میں نہ ان کے لیے تنگ گراں کی مانند عالم ہے اس کا جیسا وہ سمجھتے۔

شاعری کا خاندان ہے نطق کا گونا گونا

اس کا ٹیڑھ ہے زبان کی انہیں سے گونا گونا

پہاڑے رہتے ہیں جو شاعر کے نالی سرشار ہے

لوٹ کر آتے ہی وہ آتے سب گفتار ہے

عام میں آتے ہیں انہماکی ہے شاعر کی خراب

وقت ہوتا ہے گنارے آتے آتے وہ مہاب

شعری تجربہ کی علمی راہروانی کیفیت کا سب سے بڑا نمونہ ہے جس میں ان کے ذہن میں انہماک  
جیسا کہ انہماک میں ہوا ہے وہی شاعر کے گزریاں کا ہی شمار ہے کہ تخلیق کرنا کی کیفیت کو  
صرف ایک علمی اور سرور کی کیفیت سے زیادہ انہماکی روپ میں ظاہر کر سکتا ہے لیکن سوال یہ  
ہے کہ تخلیق کے ذہنی کرنا کا شاعر کی کیفیت کا سوال ہم کس طرح ہماری جان میں رکھیں کہ کیفیت انہماک  
کی گرفت میں نہ آئے۔ گویا ہم اس کیفیت کا سوال کس طرح نہی نہیں سکتے۔ ہمارے علم کی  
دوسری ہی راہ یہ ہے جو انہماک کا ہے۔ شاعر کے ذہن میں ہی کیا تخلیق ہم انہماک میں  
ہی وہ ہم انہماک میں ہوتے۔ انہماک ہے شاعر کی جگہ اور انہماک کے عالم سے گزرتا ہو جس کا  
جان اس سے علمی نہیں۔ سوئی کے تجربہ حسن و ظلال کے ساتھ شاعر کا تجربہ ہی شاعر کا انہماک  
رہتا ہے۔ لیکن انہماک کی شناخت تو اس کا انہماک ہی سے ہے۔ جس سے وہ جاتی تجربہ



مسترد کی وہی قطرے کی کھڑکی سے چھا نکلتی ہے۔ یہی پتھر چھاپا ہوں گا کہ شاعری کی یہ وہ لہجہ  
جدید ترین تصویر است شعرا کا اساطیر کرتی ہے یا نہیں۔ اب میں جو غزل کی نظم سے یہ شمار ان  
لوگوں کی خدمت میں پہنچا کر دوں گا میں ان کی زبان پر خوش کوئی خط لکھتے ہوئے نہیں تھکتی۔ بڑی  
شاعری پڑھنے کے لیے یہ کہ آداب ہو سکتے ہی میں سے موسیٰ و ملک وائف نہیں ہو سکتے ہو کی  
عمری قبل کی امامت میں سہرا سو پڑھتے گذری ہیں۔ اب جو غزل کا شمار رکھیجے :

شعر کیا حریف دہوں کا ایک نقش ناقص  
مشتہ سا ایک اشارہ ایک مبہم سا کلام  
کیف میں ایک لہر ششیا قلب کو میرا رہی  
اضطراری ایک جنش سی سب گفتار کی  
ایک صوت مست و سوخوم سا نہ ذوق کی  
مرغش میں ایک آواز اتھا سنے شوق کی  
سب حقیقت سے اسکے اندر زبرد اذوق کا  
عارض محدود ہے اک عکس کا محدود کا  
شعری ہے عقل و غفل کی مشترک درم ہوا  
شعر کیا ہے عشق و محبت کا تمام انساں  
عقلیت جہاں میں ہر جہاں تفصیلات کی  
ہیج و دم کھاتے کہ سے میں ہلک فرات کی  
جو سنے قدرت کی دہائی درشت صنومات میں  
فرخار میں ستارہ کا انصیری رات میں  
شعر کیا ہے کچھ سوچنا دل میں کچھ دل نہیں  
شعر کیا ہے ہر چیز کی کچھ نہ کچھ کا نہیں  
شعر کیا ہے نیم بیداری میں سوچنا موت کا  
ہلک گرا نہ نہ سوچنے کے گئے کا صا

تو ریاچ اور خاموشی کی بہیم گفتگو  
 لفظ و معنی میں توازن کی ہفتہ آراء  
 بادلوں سے ماہ تو کی اک کھینچ سی لیا  
 بھی اکٹھا قطرہ کے روزن سے عروسی بکر کا  
 مر کے بھی تو شاعری کا ہمید پا سکتا نہیں  
 عقل میں مسئلہ نازک ہے اسکا نہیں

تو کئی دنیا کا پہلے شاعر نہیں ہی مضمون سے شاعرانہ پیام کی دروہی کے خوبصورت  
 پیرے کی کتاب کو محبت و رقت کے جذبات سے کاٹتی ہوئی نظموں سے ہٹانا  
 چاہا ہو۔ جو کہ اس کا نکتہ رنگ دروہی اس حیرت کو نظام کے پیچھے عقل قراست سے  
 صادر کسی پر اسرار وقت کے بوسے کا امر اس قبا جیسے وہ مولویوں کے دوسے ہونے  
 تصور خود کے روپ میں قبول کر سکتا کو تیار نہیں تھے۔ شر کوئی اس کے لیے بھی قافیہ پائی  
 اور محض نوزوں پائی نہیں رہی۔ اور وہی طزل کے سبب شاعری کی اور ان کو بیک کر دینا  
 بوسے ناول میں جاگتی تھا نہیں تھے۔ مثلاً یہی طزل کی تفسیر کے علاوہ ایک پوری نظم  
 'فول گوئی' کے عنوان سے اس کے یہاں ملتی ہے اس نظم کا جیلر جسکی حقیقی ست امر کی  
 تعریف میں ہے۔ شاعر نے طزل کی تنگدستی کے علاوہ اس پر شاعرانہ نہیں کی دستوں اور  
 رنگارنگیوں کا ذکر اپنے قصوں اور اس میں اس طرح کرتے ہیں کہ یہی وہ آسان کام نظر  
 اور محبت و کائنات کا جو ظہیر شاعرانہ نہیں کی کہ یہی اسیر نظر آتا ہے۔ ایسی نظموں میں  
 بڑا غصہ ہو جاتا ہے کہ شاعر کی تعریف خود کی نہیں بل جاتی ہے۔ جو کشمیری ادبی صراط سے  
 بہت محفوظ گذر گئے ہیں۔ دراصل جوئی کو اس بات کا شریہ احساس تھا کہ وہ شاعری کی  
 اہلی اور دوجہانی طاقتوں کے داخل میں ایک ادنی سا کھڑا تھا۔ عجیب غریب یہاں شور  
 سرگرم کار ہو جاتا ہے وہاں شور شاعری کی کلی حقیقی قوتوں کے سوتے بھی گھول دیتا ہے۔  
 وہ ملاقات اساطیر اور اشتہار سے جو شور اور اجتماعی شور کے در پہلی حرکت کرتے  
 ہیں اور جو شاعر کی غریبی و داریت کا بھی ورثہ ہیں اور اس تہذیب کا بھی جس کا سرخ باری



ایں نصیب میں فتنہ بھر آئے ہیں تھراستے ہوئے  
 جس طرح سارے کتبہ نہیں کو درہاگے ہوئے  
 کس قدر اسوار سے نمودار ہیں ہوئے ترے  
 اسے تیرے ہوئے سبھی تھیلی کے  
 تو یہی تو کیا فرشتہ روح کو یا دایمہ  
 آنکھیں وہیں ہیں آگے منکلی انسانی ہیں آ  
 تاکہ یہ وہ شہد بار الفاظ وہ طہری نصیب  
 چنگیزی سے وہ تبسم وہ سوا شہد دل کھلا  
 روح بہ دور وہ بے کھو مرہا کے زحمت سے  
 جو بطور دوا پاس ہے مرے انصار کے  
 سرخیزات سے بھلا کر اسے نہتہ تم گدا  
 فال ہوں گردن میں تیری گونہ گردن سب کا یاد

اہم شہر غالب اور دوسرے شہر اس کے پہلے بہت اچھے اشعار میں دیکھنے کو  
 ملی جاتے ہیں لیکن اتنی اچھی نظم کبھی نظر نہیں آتی ایسا ذات سے بڑھ کر کسی اور طاقت  
 کا احساس جو قلم کی دو مہارت کو ذہنیت اور لوہارانی کے اثرات سے پہتا ہے اور  
 ان کے اسلوب و ادب و لہجہ کو کچھ شخصی نہ ہو بلکہ عام سماج کے لیے کھلے رہا ہوا ہے اور  
 شاعرانہ فتنے کے مات کے بغیر وہ شاعر کے ذہنی کی جولانوں اور تخیلی کی کڑھانوں کا یہاں  
 اس طرح کر سکتے ہیں کہ وہ ہر شے شاعر کے ذہنی کا طعن معلوم ہوتا ہے : شمع خونِ ناں  
 کے یہ چند اشعار دیکھیے :

میں اسے جو فتنہ اس دور میں ہوئی وہ شاعر  
 اندھ سے یہاں جس طرح شمع فروزاں  
 مرا شمع اسی مصر ہے رنگ و لہجہ میں  
 ہنسنا تیری جلوۂ آبِ میواں

مرا دل دھڑکتا ہے یوں زبردلم سے  
 جھپکتی ہے جس طرح مڑ گئی دوداں  
 مری سادگی میں بھی وہ دل گنتی ہے  
 شب سادہ میں جس طرح خواب فضاں  
 مری سے ڈھکی پر رشتہ ابر معنی  
 جوانی کے ماتھے پر جس طرح افشاں  
 بساط ادب پر مری طبع رنگیں  
 سر شاخ جس طرح موج خوش اداں  
 مری چشم تری تمنا کی پہلی  
 میر آب کبھی طرح موج چراغاں  
 مری روح پر عکس گشتی رنگیں  
 جہیں پر کا جس طرح لطف پریشاں  
 مرا دل ہے اسے جو کئی دافوں کی خوشی  
 پرستہ ترازمی صبرا فضاں

بطور شاعر کے ان میں سے مرد عورتی حق کہاں ہے جو ش کی شاعری پر بھی ہر  
 دھوسے کا الطاف ہوتا ہے کیوں کہ ہر حال وہ جسے شاعر تھے ان میں فحش اس کے  
 نہیں کہ شاعر بھی دوسرا تھا کہ اگر اسے وہ اگر شاعر ہی نہ ہوں تو اس کا دھوسے شاعر ہی ہی  
 پہلا ہے۔ لیکن یہ سب دوسرا ہے ان میں بلکہ ان تفسیروں اور استعارات کے ہے جس کی  
 کٹھ پتلی کہ جو کئی ان اور ان کو اپنی ذات کے عقلمن کر لے گی۔ یہ تفسیراں اور استعارے  
 خاصا شاعرانہ ہیں گو وہ ایسے بھی ہو سکتے تھے جن سے خود ستان اور سہانہ کام آتا تھا  
 یہ خود احتسابی روش کی تمام شاعری کا طرز اختیار ہے۔

جوش لے جانے دولت کے سہا سرے پر صحت تشدید کی کہی ہے۔ توئی ملی اور دلی  
 قیاموں کی طرح انھوں نے عوام کے شور و غم کو اپنی پورا تھی انھوں نے ان کے قوی ہر



تعلیقِ تخیل شاعری کے رنگ بھی پردہ کا ہے چنانچہ انھیں شاعر ہونے کا شعور نہیں ہوتا۔  
 اپنی ذات کو کوہستے نہیں شاعری پر اس کا اعتماد قائم ہے۔ لیکن یہ وہ اندر سماج کو بوجھ کھانے  
 لاکھلی جنہیں صرف دونوں کے بچے اور انھیں ذات ہی انھیں ایک دردناک لکھلی دل پذیر شاعری  
 بدلتا ہے۔ سن کا حاصل کے ان انھیں بچے بچے انھیں غم کرنے کی اہانت دیکھو :

اسے جو کئی لکھوں میں پردہ افشاں ہوئے تو کیا  
 بہرہ کی انہیں میں غزل حواں ہوئے تو کیا  
 ہندوستان غلام ہے گو لگا ہے سرو ہے  
 ہندوستان میں آپ سخیں وہاں ہوئے تو کیا  
 جس پر ہنہ تیرا پر ہوسے ابر کا جوم  
 اہی پر ہنہ تیرا پر ہر تپاں ہوئے تو کیا  
 جو سوز میں شور ہو غم و دم رنگ و بد  
 اہی سوز میں ہر خراماں ہوئے تو کیا  
 سوچوں کے میں کی تو زویا ہو صوف کا دل  
 اہی جوئے تم میں قطرہ نیلی ہوئے تو کیا  
 ہم درجہ و دم گہریوں یہاں رخ و زلیب  
 اہی گھٹاں میں مرغ خوش اہاں ہوئے تو کیا  
 جس تیرگی میں ہو نہ سکند نہ روحِ صفر  
 اہی تیرگی میں ہوشِ ہواں ہوئے تو کیا  
 انھوں سے ہر ہر اسے زماں میں ساقت  
 اسے جو کئی آپر سب کھاناں ہوئے تو کیا

# جوش ملیح آبادی

## ایک عظیم شاعر اور اچھا انسان

جوش ملیح آبادی مرحوم کا ذکر کرتے ہوئے ذہین باب سے سادہ بیسٹے برس پہلے نقل ہوا ہے۔ جب ہمیں شاعرانہ مزاج پر جوش پڑنے لگے تھے۔ سرور و اغیار میں لکھنے کے پہلے سفر پر ایک آخر چنگ کی شاہراہ کی کے عنوان سے شائع ہوئی تھی۔ جو اس شعر پر ختم ہوئی تھی۔

موا کر ہو میں نے دیکھا تقدیر مرچسپی تھی  
پڑی چنگ دی تھی گلازی گز مرچسپی تھی

نظم کا نفس مغربوں نے خاک شاعر پر شریف ہے ہے پند دردی میں جا رہا ہے کسی دوسرے گلازی چنگ کی رک جاتا ہے۔ شاعر دردی سے آکر گز دیکھی کھیتوں میں ایک دیہاتی دو شیر ہو کر دیکھ کر کو جوت ہوا ہے اور اس کے من و جمال میں اتنا ہو رہا ہے کہ اسے گلازی کے چنگ کا احساس ہی نہیں ہوا اور وہ دہقان زاد کی بھی دربان سے رخصت ہو جاتا ہے۔ نظم میں سدائی ماحولیت کا بے محنت اعتماد مرنے لگی تھی اور زبان کی خوب صورتی، لفظ کے ہلکا نے بچے اتنا سا کر لیا کہ میرا ہی نہیں یہ نظموں کا اس نظم سے کم تر ہے کا کچھ نکالنا۔ حلقہ کے ایک شاعر کا قصہ کہ قحط ہو فتح ہو سیکر ہی میں معتقد ہوا تھا اس کا اثر کہانی جناب احمد سامی پر آکر آبادی تھے جو نئے پیر سیکری کے ڈاک بنگلے کے بہتر اور گرائی تھے۔ مشاعرے کے بے حلق کے دو سفرے دیے گئے تھے۔

۱۱۔ آں کا نقش اچھا دیکھا وہیں مر رہا تھا

۱۰۰۰ لکھ گویوں چھوڑتے ہو تو توڑ کا ہوا دل میں

اُس محنت کے بیش و بے حساب معلوم ہوا کہ شاعر و دور کی نگاہ میں ہمارے ادیب شعرا کا کلام اُن کے تخلص کی وجہ سے گناہ سے گناہ کیا تھا۔ پہلے مصرعوں پر جو شاعر صاحب کی غزل تھی وہی غالب کیا وہ بدتر و شہر کی غزل تھی اور سزا میں تھا۔ جو شاعر صاحب تنہا میں غزل صاحب شیخ کا وہی آئندہ صاحب عروج و شکستہ۔ جو شاعر صاحب کی غزل اس دور کے خالق سخن کے مطابق تھی۔ افسوس کہ وہ محنت سے میرے ذیل و کتب کے ساتھ آگے سے ہی میں رہ گیا وہ محنت میں جو شاعر صاحب کے ابتدائی رنگ سخن کا اندازہ ہو سکتا تھا۔

جو شاعر صاحب سے باعث اوقات محنت کے الے کیا غلامت کا نظرس کے شاعر میں ہوئی جو پہلی میں محنت پر تھا اس شاعر میں جو شاعر صاحب یہ وجد تک ملا تھا۔ کچھ کہہ کے ہاس میں لمبوں ایک چھوڑا رنگ کی چادر کا نہ ہے پر آواز ڈالے ہوئے نظم چھتے نظر آئے جو غالب سے بھی میں کے چادر میرے آج بھی زمین میں محفوظ ہیں۔

لے خداوند اسلام سے میرے ہر  
تیرے ہر دل کا دم دیکھو و غور سے ہر  
جو تری راہ میں کام آئے وہ ملک ہر  
دل جو عباس کا بصرہ ہر سے ہر

اس شاعر کی صداقت یہ کہ وہ ادیبوں کی محنت پرانی نوجوان نے فرائض تھی اور یہی سچ شاعر و شاعر میں نے گئی ہزار سال میں کے ساتھ چھتا جس نے کچھ کا زمین پر شاہ کیا تھا وہ شاعر کے کا پتلا شعور کے گہر سے گہرا تھا تھا۔ اس شاعر میں جو شاعر صاحب نے بعد از محنت میری پہلی حسب تنہا تھی۔ میرا مسرت نے وہاں میرے ہر آواز سے تھے اور یہی شاعر و میری شاعری کا بنیادی پتھر چھتا جس کے بعد میں نے مسلسل شعر کہنا اور بفر اصل کے چھتا شروع کیا تھا جس کی بنا پر میرے والد نے کچھ آگے کے سب سے ہزار شاعر صاحب نام ملی غاں انظر کبریا اور کی شاعر کی میں سے دیا تھا میں کی تربیت سخن نے کچھ تکلیف میں اور نہ بات و بیاں کی یاد رکھوں ہے آگاہی کے اس قابل ہوا کہ محنت



خدا تعالیٰ اس پر بھی دلوں میں ہم آہنگی تھی، غالب و تیر دونوں کے شعور تھے، حافظ و عرفی دونوں کے پیر و شاعر تھے۔ ان طاقتوں کے دروہان میں بھی موجود رہتا تھا۔ اس لیے ان کی گفتگو اور حکام سے مشفقہ برتاؤ جتنا تھا جوش صاحب مہر آباد و کنٹرولنگ نے لگے تو ان سے طاقتوں کا مسئلہ بھی قطع ہو گیا۔ پھر دس بارہ سال کے بعد میں نے جوش صاحب کو جیل میں دیکھا۔ خانا صاحبہ کا زمانہ تھا۔ میں ایک کاروباری شخصے میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں معلوم ہوا کہ خیر آباد کی صاحب کی فلم کے لیت لکھنے کے لیے مہر آباد و کنٹرولنگ نے شریعت لانے کے لیے جی۔ فلم صاحب سے مسئلہ، صاحب کس طاقت نہیں بولی تھی۔ پتہ چلا کہ جے جے اسپتال سے مقابل ایک فلم صاحب مطلب لواتے ہیں اور تمام الی واری اسبب و شعور، روزانہ فلم صاحب کے مطلب میں بالائزہام جمع ہوتے ہیں۔ فلم صاحب بھی وہاں آتے ہیں۔ فلم صاحب کا مطلب میری تمام گاہ سے زیادہ جاسطے پر تھی تھا۔ چنانچہ ایک شام ٹھہرا ہوا وہاں پہنچی تو دیکھا حضرت آباد و کنٹرولنگی، حضرت گورنر آباد و کنٹرولنگی اور جوش صاحب تشریف فرما تھے۔ حاضر، آواز اور انور صاحب کے نہیں جانتے تھے لیکن جوش صاحب سے بڑا دبا طاقتیں ہر گئی تھیں۔ صد شاعرانہ ان کے ساتھ پتہ چلا تھا۔ وہ بھی لکے دیکے کر آج بھی پتہ ہے میں نے فلم صاحب کا پتہ معلوم کیا اور وہاں سے رواد ہو گئی۔ جوش صاحب کی میں ناشناسی سے پہلی مرتبہ ساتھ پڑا تھا۔ طبیعت میں انتشار پیدا ہو گیا۔ لیکن اسی حالت میں ایک شاعر بھی تھا۔ صداقت و واقفکار علی بنیادی مرحوم کی تھی اور جوش صاحب کے ساتھ جگر صاحب بھی اس شاعر میں موجود تھے۔ جس وقت میں شاعر گاہ میں پہنچا علی بنیادی صاحب نے اپنی نظم سنار ہے تھے ان کے بعد ساغر لکھی نے اپنی غزل پڑھی۔ ساغر کے بعد معلوم نے میرا نام پکارا۔ میں پہلے تو چونکا۔ مگر انہیں بتا بیٹھا ہوا۔ دوسری بار میرا نام لے کر پڑا لیا تو مجھ میں نے سنا ان سا کر دیا۔ پھر جگر صاحب نے فرمایا۔ صاحب صاحب تشریف لے گئے۔ میں صاحب کی شیں سے مس نہیں ہوا۔ تو جوش صاحب نے کہا۔ صاحبیاں کو حکم دیا جاوے کہ وہ آئیں۔ جوش صاحب کے لکے میں وہی لگا رہی تھا جس سے میرے کان ناشناس تھے۔ جی حکم عدلی پر اس لیے میرا تھا کہ میں ایک ٹیکر اور قیص پہن کر بالکل مراحہ لکے لیے میں



لے غصہ و رجم جاہ تری مغل سی  
شہرہ حسن خاں کی طرح آیا بدن

اس زمانہ کے گھٹنے کے بعد ظاہر ہے کہ اسکا نہ صرف رجم کو جو حق صاحب سے شرفِ انسانی کی  
فرائض کرنے سے باز رکھا اور جو مراعات دینا چاہتے تھے وہ دھری کی دھری رد ہو گئیں۔

آزاد ہونے میں وہ سخت بارود کے بیچے اپنے عزیز مقرر ہو سکے۔ اس باراد سے کہ سربراہ  
مندان حسن رجم تھے۔ مندان صاحب بڑی فوجیوں کے مالک تھے اور ایک علم دوست انسان تھے۔  
جس حق صاحب کے مرنے ہی تھے لیکن آزادی کے انہیں جو حق صاحب کے طریقہ کار سے اختلاف  
رکھتے تھے اس لیے جو حق صاحب کو اس باراد سے مستغنی ہونا پڑا۔ لیکن حکومت پاکستان  
ان کی خدمات اور قابلیت سے دست بردار ہونا نہیں چاہتی تھی لہذا انھیں ایک معزز  
مہم سے پرکار کر کے اسلام آباد لایا۔

زبان کا غلط استعمال جو حق صاحب کے لیے دشنام کی حیثیت رکھتا تھا۔ ان کے  
ساتھ سب کشائی کرنے پر اسے اپنی زبان کا بھی استعمال سنا دیتے تھے۔ انھار کے کھلا شکا  
پر وہ بڑبڑاتے رہتے تھے کہ وہ کسی کو سر مغل لڑکے دیتے تھے۔ ان کی اس صحت گوئی اور سبائی  
نے ان کے طریقوں کی ایک بڑی مہمات پیدا کر دی جو ان کی موت کے بعد بھی ان پر لگے  
کرنے سے باز نہیں آئی۔

میں نے جن صاحب کی زبان سے کسی عالم میں بھی کسی کی غیبت یا برا بھلا نہیں سنی۔ وہ  
ہر آدمی کی فوجوں کو پرکھتے تھے۔ اور ان کے فوجدار میں خدا بھی جمل سے کام نہیں لیتے تھے۔  
جس کو کھلی دینا چاہتے تھے وہ پر کھلی دیتے تھے۔ کسی کی بیٹھ میں چھری مارنے کے قائل نہیں تھے  
ان کی دکان میں ازب فطیر، کھانوں، آفری کی کاغذوں، دودھ، راتھا وہ غیرت مند چٹان تھے۔  
فرائض ان کے ہم مشرب دوست تھے لیکن انہیں انی فرائض و دوسرے تیسرے کام کے بعد چھیننے  
گھٹتے تھے۔ اسی عالم میں ایک نشست میں پہلے تو وہ جو حق صاحب کو برا بھلا کہنے لگے اور جو حق  
صاحب نہیں نہیں کرتے تھے لیکن جب فرائض نے انھیں جلی کی گالی دی تو جو حق صاحب فرائض  
کو جان سے مار دینے پر آمادہ ہو گئے لیکن جب جو حق میں اگر فرائض نے سبائی، بالی یا حضور کو

کے کام کے کر اس واقعہ کو لا روشی کر دیا۔

جوش صاحب کو مذہب و سران کے چوکی صاحبزادی تھیں، عقیدے کے اعتبار سے غیر جوش تھیں اور آدم و حوا اپنے عقیدے سے یہ قائم رہیں، جوش صاحب ان کی زندگی میں اپنی کلاں کا ایک ایک جیسا ان کے حوالے کر دیتے تھے اور اپنی ضروریات کے لیے ان سے پیسے مانگ کر کام چلاتے تھے، جو مشاعرے کسی آدمی کے لیے منظر ہوتے تھے ان میں شرکت کے لیے جوش صاحب خود ان کا فائدہ لیتے تھے، لیکن خاص اہل نشستوں میں اپنی کلاوی سے آنے تھے اور گفتگوں قصہ و چٹا فٹ سے بچتے رہتے تھے، اہل بڑا شوق، خط و مشور، خط و محاورہ، غلط غلط آنی پر تاخیر کو ناراض ہوتا تھا، جس کا اظہار وہ اپنے کسی قریبی ہم نشین سے کر دیتے تھے، اور کبھی کبھی شاعر کو لاک بھی دیتے تھے۔

جوش صاحب کی زندگی بہت صاف ایک اصول زندگی تھی جسے انھوں نے اس وقت تک نباہا جب تک قرآن کے جہانی نے ان کا ساتھ دیا، رات کو سانسے آٹھ بجے تک وہ اپنے معمولات و مشاغل سے غافل ہو کر کھانا تناول کرتے اور لوہے شب کو سو جاتے تھے، صبح نہیٹ بچھویدار ہو کر غسل کرتے (پرہیز میں)، اگر قیام نہ لگاتے، پانی کھاتے اور کھلے پٹھن میں مصروف ہو جاتے، صبح کاتب کے ذرا بعد وہ ڈاکا لے کر باغیچہ کے لیے نکل جاتے اور صبح کاتب کے بعد واپس آگیا شہ کرتے، اہل خانہ ان سے باتیں کرتے اور پھر وہ ایک بجے تک مطالعہ و تحریر میں مصروف ہو جاتے، ڈیڑھ بجے دن سے تین بجے سر پہ رنگ قبول کرتے اور پھر کھلے غسل کرتے، شہ کرتے اور کھانا پر غضاب لگاتے اور غروب آفتاب تک اصحاب و ارباب علم سے گفتگو کرتے رہتے، جوں جوں آفتاب غروب کی طرف آگیا جوش صاحب مضطرب ہوتے جاتے، میں کا اظہار ان کی ایک راہی سے ہوتا ہے جس کے دو مصرعے لکھے یا دیں۔

لے شعلہ رو سیاہ کب ہو گا غروب

لے سلب رو گناہ کب ہو گا غروب

زبانی خود ہی جوش صاحب کو غرضی کہا جاسکتا ہے مگر کلی طور پر شام کے وقت وہ



مجھ میں ازہم ہی گرتا کرادیں کہ میں خالقوں کی طرح ہوں تو کچھ میرے بے موت کا باعث  
 ہو سکتا ہے۔ اُن سے صہب میں نے اُن کے سوازی کے خالق استفاد کیا کہ وہ کون ہیں تو  
 انہوں نے مجھے ایک نہایت خوش گوار لکائی سی دے کر کہا کہ شراب اُنک کرنے کے بعد اب  
 تم مجھے انہیں بگاڑتے کھانے پر لگا دو یہ ہوا میں کسی کو اپنا دشمن نہیں سمجھتا۔ انھوں نے کوئی  
 فرشتہ عیسائی بھی بھیج کر دے۔ یہ بھی خوش صہب کی وسیع انہیں کر دے اپنے کا بڑی شہرت  
 کہ میں اپنا دشمن بنانے سے اپنا دشمن کہنے پر آمادہ نہیں تھے۔

جہاں تک جو دشمنی کے عقائد کا خالق ہے وہ مرید تھا۔ عاشق رسول تھا۔ اہل بیت  
 کے خدائی تھے اور رحمت خداوندی پر عمل نہیں کرتے تھے۔ بات عدوت اتنی سی ہے کہ وہ عقل  
 کا سر پر عقائد کو پہننے کی کوشش کرتے تھے۔

اب فرستے انکار پر اُن کے دل  
 اور دل ہے کہ اقرار کیے جاتا ہے  
 اللہ کو نبی شاد بتانے والو  
 اللہ تو رحمت کے سوا کچھ بھی نہیں  
 ہوش سالافہ کا گروہ کا فہم لگتا  
 طغرائے مرزوسلانی ہے یہ معلوم نہ تھا  
 جہنم سوچے جنت کے نہ کھولے جنت کا  
 گنہگار نہ لغت پیشی ہادی نہ جانے کیا  
 ازہم نہایت علامتوں کی انگلی سے پیش ہوا تھا۔ اشعار سے سمجھنا تھا  
 کہ نہ سمجھتا ہے انرا مستہ ام نہ بہت کی  
 یہی کہ ہے دشمن اور ہم دشمنی نہ جانتے ہی  
 یہاں تک کہ ان کی ذہنی داری کی بات ہے تو انہیں قطع اس کا صحیح تر جہاں ہے۔

بہت ہی خوش ہوائے ہم نشین اس خوش حال کہ  
 اچھا اگل شرافت کے نوسنے پائے جاتے ہیں

جو کسی صاحب کو غزل و غزل نگہ ہوتا ہے میں کا وہ غزل بھی الاطراف غلبہ کرتے دیتے تھے لیکن  
کراچی میں صاحب ان کے متعلق غلط فہمی رہے تھے تو وہ ہر اس غزل میں شاعریت میں جو میری زبان پر  
ہو غزل معلوم ہو کر کر تشریف لاتے اور محفل پر بچھا جاتے تھے۔ ان کی ایک غزل مسلسل ہے  
انہوں نے تو اس کا لابی کا عنوان دیا جس کا مقطع میں نے اس پر دست کیا ہے۔

فطرتاً مرد مسلماں ہے معلوم نہ تھا

سیکھ ہی غریب خانے پر معتقد ہوئے وال غزلی نشست کے بے کمی تھی اسی طرح  
جب غالی بیاد راہ بیعت کشکی مروج کے ہاں میں نے شاعر کیا جس کی طرح تھی جے  
گرا زمیں سے شکایت ہے آسمان سے لگے

تو اس شاعر سے میں اپنے سموات کو غزل کر کے آٹھ بجے شب تک نظر بند کر رہا ہے۔ اس غزل  
کے دو شعر یہ ہیں:

یہ میرے صلی و جلال فرید سے والے

جو ہونگے تو خریدیں ہری بکلیاں سے لگے

غزل بھی کہتا چڑی جوئی واسے نبوتی

کہے تھیں خاطر شبامیاں سے لگے

اسی طرح ورا لگے۔ یہ وہ لگے والے شاعر سے میں ان کا مقطع:

یہ غزل میں نے بھی علم صبا سے لے جاتی

کہ کہ لے لے لے گی، یہ آن گرفتار لگے

کیسا اور غزل نشست میں جس انہوں نے ایک خاص غزل غزل چڑی میں ان کا مقطع:

یہ جگہ لگا رہا ہے۔

اس وقت مرحلہ سا تھا کہ نیر جیس ہے

کے بچہ سماعت یہ دینا ہے یہ دینا ہے

اکلے نامی دی مروج کی لہ میں جتنے شاعر سے میرے صبا میں جوئی صاحب میری اتنا

پر طرح میں غزل لڑا کر لگے لہ اپنے غور میں بنگراں سے نکلا۔

میرے جہیز خیرات ادا کی گئی تھی تعاضل میں ان کی حرکت آگیا تقریب میں  
 تھوڑی آدھی کے خزانے سے ایک خیال آفریں مقالے کے لیے بہت مواد فراہم ہو سکا ہے آج  
 بھی کوئی رہی ہے میں نے اختیارات کراچی کے روزناموں میں چھپے جانگے ہیں۔

صاحب مولوی صاحب شہباز ڈاکٹر کے دفتر میں پہلے ایک نشست ہوئی تھی۔

میں نے بہت محنت اسباب شرکت فرماتے تھے شہباز علی مبین نے کچھ روزہ میری مروجہ خبر ادا ہو چکی  
 تھی مروجہ، برادری صاحب مراد آبادی اعلیٰ بہادر چھوٹے شکل مروجہ، صاحب دھرم گڑھی مروجہ  
 عظیم تعلیم جی پی ری مروجہ، سید علی رضا مروجہ، مروجہ مکتوبی مروجہ، ساقی بکری مروجہ، فیض آباد  
 پوری مروجہ، بکے دہان پچھتے میں عام خدمت میں چندر، مکتوب کی تاخیر ہو جاتی تھی لہذا سید  
 انتظار ہوتا تھا اور مجھے ہی میں مدد دے میں داخل ہوتا ہوں صاحب پیر کی طرح کھیل  
 آتھے اور پھر جہیز تعاضل کا سلسلہ شروع ہوتا تو طرف کی غارت کے وقت تک جاری رہتا۔  
 اور باتوں باتوں میں کچھ کچھ موضوعات زیر بحث آتے کیا کیا اعلیٰ افغانیاں ہوتی تھیں  
 کراچی آئے

دسے صورتیں اپنی کس تک ہستیاں ہیں

اب میں نے دیکھے کرا تھیں تو تیاں ہیں

# جوش کی شخصیت

## ”یادوں کی برات“ کے آئینے میں

جب کسی شخص کے گھر کے چمکے ہوئے آئینے میں جوش کی تصویر نظر آتی ہے تو اس سے پہلے کہ وہ اپنے آئینے میں دیکھ سکے۔ جب کسی شخص کی تصویر آئینے میں نظر آتی ہے تو اس سے پہلے کہ وہ اپنے آئینے میں دیکھ سکے۔

فخر چلے کسی کے لئے ہے، تم اس پر

سارے جہاں کا دروازہ ہے بڑا ہی ہے

”یادوں کی برات“ کے یہ اقتباس جو آئینے کی شخصیت پر لکھے گئے ہیں ان سے روشنی ڈالتا ہے۔ اس عبارت میں اعلیٰ درجہ کے احساس کمالات کی کمی کو اظہار کی گزرتا ہے۔ کیا کہ ہے۔ مہارت کا یہ طوطا کہ اس کا یہ رنگ جذبات کا یہ نقاشی کا یہ ایک ایسی شخصیت کا جس نے خود بخود اپنے اندر وہ تمام اوصاف رکھ رکھا جو اس کا عطا کردہ معانی و جذبات کی بہ نسبت اعلیٰ درجہ کے زیادہ ہو۔

شخصیت کی یہ خصوصیات جو کہ اس شخصیت کے اندر جوش کی تصویر میں نظر آتی ہے۔ احساس ہوتا ہے کہ جو اس شخصیت کے اندر اس کی تصویر میں نظر آتی ہے وہ اس کے اندر اس کی تصویر میں نظر آتی ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس شخصیت کے اندر اس کی تصویر میں نظر آتی ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس شخصیت کے اندر اس کی تصویر میں نظر آتی ہے۔

کی شامی میں مبتلا ہے۔ شامی میں رنگ دینے والا جو رنگ دہانہ لگائی ہوئی ہے کہیں  
 نہ دیکھیں کہیں نہ سمجھیں۔ لیکن خلیوں میں دھاری دھاری جو رنگ لگائی ہوئی ہے۔  
 جو رنگ کی خلیوں میں لگائی ہوئی ہے کہیں نہ دیکھیں نہ سمجھیں۔ لیکن خلیوں میں  
 کہیں نہ دیکھیں نہ سمجھیں۔ لیکن خلیوں میں دھاری دھاری جو رنگ لگائی ہوئی ہے۔  
 کہیں نہ دیکھیں نہ سمجھیں۔ لیکن خلیوں میں دھاری دھاری جو رنگ لگائی ہوئی ہے۔

اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔  
 اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔  
 اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔

یہاں کی بات یہ ہے کہ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔  
 اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔  
 اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔  
 اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔  
 اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔  
 اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔  
 اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔

یہاں کی بات یہ ہے کہ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔  
 اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔  
 اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔

یہاں کی بات یہ ہے کہ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔  
 اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔  
 اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔  
 اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کا دور دورہ ہوتا ہے۔

زاویہ ٹکڑوں کی صحت شروع۔ دوسرے ایک نیا دی سوال یہ پیدا ہو تا ہے کہ کیا کسی شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے معاشرے کی بدعت کے بعد ان سے بدعتوں اور اقوال و اعمال مضروب کرے جن سے اس کی برائی عقلی ہو۔ ایسا کرنا نا اہمال ہے کیونکہ اگر وہ لوگوں پر الزام لگا دے تو وہ بے مصلحتی نہیں دے سکتے۔ اس کی بدعت سے ناہم قرار دینا اہمال ہے۔ اس طرح کے اقوال و اعمال کو اعتراض کرنے کا مقصد اگر اپنی برتری دکھانا ہے تو اس حرکت میں نا اہمالی اور بدعتی کے ساتھ خود غرضی کی شریک کو بھاتی ہے۔ اس لئے اردو مولوی مہد الحق کے متعلق بھی جو کہنے سے سوز غمی کا اظہار اسی عنوان سے کیا ہے۔ غانی کے ساتھ جوئل کے معاملات کیا تھے؟ اس پر بدعتی اہل مبدعہ باوقال سکتے ہیں لیکن جن کے متعلق ایک بار یہ کہہ کر کہ میرے تمام معاشرے میں وہ سب سے بہرہ ور بلذت و غزل گو شاعر تھے۔ جو شخص میرا مستحق کر لے کہ بے آزاد ہو گئے، انھوں نے غانی کی پرالم زندگی کو بے دردی کے ساتھ قتل و غارتگری کیا۔ ایک ہر گھٹے میں سزاوارت کیوں کے گھر میں کہا ہے۔۔۔ یہ وہی مشہور قری و استائیں سنانے۔ غانی کی ذات سے یہ بہرہ ور حال مبدعہ ہے کہ وہ کسی غیر کو اردو کی جو کہ جیسے طرح سے انسان کو اپنا بھروسہ کرتا ہے اور اپنی نجست کی کہانی نہیں سنا گئے۔ جو کہنے سے دعویٰ کیا ہے کہ مبدعہ راہ میں غانی کی طاعت کی ہیں انھوں نے کمالی لکھنوی کہہ سکتے ہیں۔ انھیں میری طرف سے بدگمانی ہو گئی تھی کہ میں ان کے دل پہلے آنے دے گیا ہوں۔ اس بدگمانی کے پس پردہ حقیقت کیا تھی؟ ان کی کوئی بات تھی کہ جو اس کا انکشاف کر سکتے ہوں۔

ایک بڑے شخصے بھی تھیں وہاں ہی چٹ کے نزدیک وہ میں دیکھتا کرتے تھے ایک طرح کی روح کو ان کو مزاج تھا اس سے جواب دہا آپ نے دعا کو میرے حراج سے کیا سوکارا۔ آپ تو کہہ دیجئے کہ ایک شخص پر ہر سنے گئے تھے۔ کیا غانی ہر جانی مائیں تھے جو ان کی دوزخ بالاعمالوں تک آتی تھی اور کیجئے، جیسے ایک نہاد و مضور اور غیر دشنام کی تصویر کشی جس سے زندگی صحیح طور پر نکالتی رہی۔ لیکن کسی دست سوال دہرا نہیں کیا آخرت نفس پر کہیں آئی تھی آئے وہی اور ہمارے تہذیب کی اسی قدروں کا ہمیشہ لحاظ رکھا جو اس کے اس

طرف کی ہے گویا دو ایک دوسرے اور اداوارہ اسکی ہے جو پہلے سے مشقوں کی دہرائی  
اپنے انہماک کو پہلے نماوانہ سنا ہے جو ایک طرف کو چھوڑ کر دوسری طرف سے دل بہلاتا  
ہے اور جو اپنے مشقوں کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔

نانی کا ذکر کرتے کرتے ایک دارالہمال پر بھی کیا ہے۔ بھول جوش نانی سنے ہر کی  
دوسرا گویا اور پھر اہمال کیسے شاعری۔ دوسرے جواب دیا "میں نے کہا کہ وہاں شاعر  
مانتا ہوں اس لیے کہ وہ دوسروں کے خیالات کی ترمیمی کرتے ہیں اور ہر ایک کی اپنی اپنی اصل  
اور جی ہے۔" تاہم یہ کہ اس قصہ میں کہ جوش کی عاشقانہ شاعری میں جو وہ نانی کا عالم نہیں  
پا رہا تھا۔ جوش فرماتے ہیں "میرے اور میرے قلم کی طرف سے ہے کہ ان کا قلم عشقیہ طور پر  
جم مشقوں کی عمارت پر مبنی تھا میرے قلم میں ہر ایک کی انکساریاں کو غور و کوی ہوئی ہیں۔" مگر  
فحشت دل کی جھلک رہو جو دشمن ہے۔ اب آپ خود ہی تصدیق کریں کہ دل کی قوی  
ہی نہ کیا ہو وہ فحشت دل کا ہوا کہیں کر رہ سکتا ہے۔ جناب مال دوستے دھوستے قورہ  
ہی نہیں مشقوں کو نہیں دھستے۔۔۔ مشقوں کی جدا افتدائی کی وجہ سے عاشق اس احساس  
کفری کا سمیرا ہوں جو کہ ہاں ہے اور اس شوق کے ساتھ کہ یہ تیز و چھٹا ہے تو ایسا  
محسوس ہو تا ہے گویا کوئی قادر شہا یعنی کتا اس کے دور و کو ہر دم چارہ ہے۔

سب دلجو اور اداوارہ کی غلامت سے قطع نظر جوش یہاں یہ دعویٰ کر رہے ہیں  
کہ ان کے کام میں قلم کی کمی کا باعث نہ بنیت عاشقوں کی خواہشات ہیں۔ ان کی شخصیت کی  
کشش ہنسی کے گھوڑوں کو ہمیشہ تھماتا رہے نہ چھوڑ کر دیا۔ اور میری دلانی کی مشقوں  
میں وہ کشش ہی رہتی کہ ان کے ساتھ سے کہ وہ اب جو سنے چنانچہ ان کے دل فوٹ لگا اور وہ  
اس احساس کفری کا شکار ہو گئے۔ ظہور بھلی کی اس سے بڑا مثال وہب کی تاریخ میں  
نہ ملے گی۔

تو حیات کا ذکر کیا ہے کہ ان ٹیڑھ دور میں سے مشقوں کی طرف بھی انہماک نہ رہا ہے  
میں نے یادوں کی برات "میں تھا جدا وہ اب ملے ہی۔" اس قسم کے کورائے ان غلوں کی  
روانہ ہو غور و اسلے ہی ہر ہند کے دل کی ایک دوسری ہوتی ہے۔ لیکن کس طرف غلامی





تو کچھ پاکیزہ اور صاف کی نظر لگندے اور نہ باپ حال سے کہہ رہا ہو کہ  
 ماہ چشم کو بیل علقہ ہر روز ہی کشم  
 جو کس نے باوجود اذیتا سے آکر اور وہی اپنی آنکھ کو نہ معلوم کتنے دروں کا مقلد بنا جس  
 نظام کی کویں انھوں نے یہ شمار کیے۔

الہی اگر ہے بھی روزگار	کو پتے رہی دل کے نگار
و نانت کو حاصل ہوں سودا ہاں	شرافت کرے نقش بردا ہاں
سر جزم بیل آئیں اہل نظر	ہر شکل مشکاں نہ رہی کمر
رہی فصل باران میں دلی فخر کام	غزبات کے اولہائے کرم
سر خطی مسکب بدھصال	کریم آ کے بھیجی دھست سول
ہر کو اور اس دوجو ہے آہو	تغویر قوا سے چرا گروں تنو

اجی نظام کے دربار میں جاتے جاتے انھوں نے محتاجی پہنچنے کے لیے دست سوال  
 دراز کیا اور سب دعا بیت خدا ہی اصل پر پہنچنے کے مقصد پر تھوڑے ... بدھستان  
 میں اور باب حق و حق نے اس کو ہر طرح قواں ایک ہی بولاب شہری کے ایک خاصہ جو اس  
 سوال میں تھی تھا کہ ہندوستان میں اور دکان کیا مقرر ہوگا انھوں نے اپنے حرج و مرج پر  
 بات دہری۔ ہندوستان کو چھوڑ کر پاکستان مانا جو کس کے دھاسی پر ایک نہ ہونے والا واقعہ  
 ہے۔ وہ شروع سے اس نقطہ نظر کے تحت غلات تھے جس سے پاکستان کو کھلم دیا گیا  
 بری ہندوستان میں الیہ کو رسوا اور ہر طرح کی آسائشیں حاصل تھیں یہاں کے خیر العظم  
 اور ارباب اقتدار کی فحش اور ناز برداری کرتے تھے جو کس کو نہ سب سے کوئی  
 دلچسپی نہ تھی۔ پھر سماج میں خوب سے خوب تر کی کاوش تھیں کٹاں کٹاں اس ملک میں  
 کے کئی جس کے کئی ہی قصور سے انھیں بنیادی شکات تھیں اور دکان کیا مقرر ہوگا یہ سوال  
 قوت کا مورد اسی وقت ہوا جب انھوں کو انہیں پرست اور انہیں کی جھلک سے یہو  
 کر دیا جتا کہ انھوں نے اپنی اقتصاد کی جاکہ مایہ ناز کا ذکر ہی صورت کے ساتھ کیا ہے  
 لنگھوں کے کہتا ہوا ہر ایک اور خود دار شاہ مرد کی خاک چھاتار ہوا اس دور





ہو، خود دیکھا تھا کہ پاس سے اس نے مانتا اور ٹھیکہ کی چوڑی تنگ کر کے ٹھیکہ کی ٹاسی کی طرف تھپکی اور  
 مانتا دیکھ کر اس نے چمک چمک کر مٹانے کے عوض اس کی کوٹنگ کی جانب اس کی بھڑکی ....  
 .... اس کی سمیت تھے اس میں اور پہلے ہی ڈاکر کی دہی اس کی تار تھی اس میں بھی یہ پہلے  
 اور بہت خرابی کی تھی وہ ٹھیکہ میں دس گم تھی۔ ٹھیکہ میں ایک گم ہے ڈاکر کے چمکے ہوئے  
 کے انہماں کو میری دھن کے دھڑکے سے جھمک گیا، یہی نہیں آگے چل کر وہ میری آنکھوں کی پہلے  
 اس کی ٹاسی کی طرف سرور، دم ہی، خدا کی تہ کو گئی۔ وہ سب سے بڑے اس کے حلق سے  
 ہی، "ٹھیکہ کی ایک چوڑی تھی جو میرے دل میں کھٹک کر تھی اور وہ تھی اس کی خود بخود  
 کی مدد سے جب کوئی ٹھیکہ کی خود بخود کے لیے آتا تو وہی خود کو ایک خدا کی تمام پر تھپکے ہاتھ  
 تھے جو اس کی پشت پر کھڑا رہا تھا اور یہی وہ تھی کہ اس کے گھر میں کھڑا تھا۔  
 ہم ان کا دھن کو خوش آواز کی آواز کی کا بدتر تھپکے، بگڑتے تھے، سرور کے حلق  
 و نظر اس کی "یہی کھڑا سرور کے کھڑا سے خود بخود کھڑا کھڑا اپنا اظہار بنا  
 چکا تھا۔"

راستی سے تو اس کو کس قدر ملتا تھا کہ وہ ان کی روانہ تھے، پہلے اس کے سامنے  
 کے خود بخود میں اس کی ہی کے دل کو ٹھٹھکے سے بچا لیتے کہ غلطی سے پہلے ہی سے قرائی  
 دیکھ کر ایک بار اس پر اور خود بخود کے سرور کے کھڑا ہوا ہے کھڑا ہی ہے کھڑا ہی ہے کھڑا ہی  
 دیکھتے اور اس کا دھن کی لاپٹ کیجیے۔

یہاں تک آپ نے سمجھیں کہ رات کے آگے میں تو اس کی شخصیت کو دیکھ لیں جتنا  
 کا انہماں کے چلنے سوار غم کی ہی ڈاکر کے ہی کی سمت ٹھٹھکے سے بچو کہ غلطی سے ہی کی  
 تو یہی مانتا کہ ایک نہیں رہا اور اب تو یہ عالم ہے بھول جاتا ہوں رات کو کیا ہی کی تھی۔  
 تاروں کی چمک میں ٹھٹھکے کے لیے نکلا تھا وہاں ہی چلے گھر کو رہا بھول گیا۔ ایک  
 رہا ایک ٹھٹھکے کے بھر جیب و تنہائی تو یہی تو رہا ٹھٹھکے بھول گیا ایک ایسے شخص  
 کے لیے تھا کہ کما دھن کو جس کے لیے تھپکے سال متواتر اپنی سوار غم کی کو تر جیب دیکھو اور  
 مانتا ہی نہ دوسرے کما دھن کے دھن کے سے و ختمات اور خوشی کو کھینچتے تھے بہت







## شاعر حریت و عظمت جوش ملیح آبادی

جوش ملیح آبادی (۱۹۰۲ء تا ۱۹۹۰ء) بیسویں صدی کے ان بنگالی شاعروں میں سے تھے، جن کی نظموں پر پورا نہیں کر سکے گا۔ ان کے ماقوم صرف ایک پسے ہوئے تھکن پر گیاہت صدی سے ہی لڑا دھندلے ملک بنگال نے اپنی شاعری کا جو دورہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ قبلہ عام و مطلب سن کو خدا داد کہا گیا ہے، شاید اس لیے کہ غنیمتیں طوائف کی طرح کی ہوتی ہیں اور اگر غنیمتیں وہیں صوابیت سے ہے۔ قبلہ عام میں تو پھر بھی نہانے کی، وہی مذاق و سہولت نیز شخصیت کے بالچین یا راجھی (Rajhi) کا کچھ دیکھ دیکھ دلی عزت، بہت ہوگا، لیکن مطلب سن تو ہم وہ بنگالی اس عجیبی الجھا کے (روح سے عبادت ہے جو شاعر کے بعد میں اس کے بعد علاؤ اللہ دھرم دھرم سے آزاد ہونے یا باوجود اس کے کہ اس کی فضا دکھتا ہو، کون نہیں جانتا کہ بیسویں صدی میں شیسگو اور بنگال کے بعد بھی عزت و شہرت اور عظمت و عظمت کی نصیب رہی تھی دوسرے شاعروں کے پیچھے رہی تھی۔ اپنی حقیقت ہے کہ ۱۹۵۶ء میں جب بنگال نے حریت کی آواز دی تو کون کون سے پیچھے رہے تھے؟ اور اس میں بنگال کے ہم کاؤں پر تھا کہ یہ وہی مطلب نہیں کہ علی گڑھ لکھنؤ لائی وارنٹ کے پانچ شاعری کا وہ اعزاز جس کے بنگالی اپنے ابراہیم دست کر جان تھے، تاریخی اعتبار سے اس کے قائم ہونے کا اعزاز بھی انہیں کو نصیب ہونے والا تھا کہ اگر ان کی زندگی کے بعد کے چند برسوں میں کیا یہ اعزاز اپنی بے باک شہید کرنا تھا، جب نہ وہ نہ تھے تو جانی بھی رہتا ہے۔ اپنی عہد ملیاں اگرچہ خاموشی سے رہا









جنگ سونگ کا آگنا ہے میرے سینے کا راسخ  
 یو سرمر کا دل دیتا ہے نوح ہیرا چاسخ  
 شیر مائی ہے دل فواد میں ہیرا سوری نظر  
 خون میرا غصہ دن پہنا ہے سونگ برون پر  
 ایک دوی لڑکی کھوں گا کتھب زر لٹائی  
 لیت ہوا لڑکی لڑی جلد پر "ہستہ و شاک"  
 پھر اٹھوں گا آبر کے اختد کی کھاسا ہوا  
 گھوٹا لکڑیا اگر بہت کو خستہ لکڑیا ہوا  
 دلوں سے بدن کے اختد لہرایا ہوا  
 خستہ کے ساجے میں رو کر خستہ پر چھایا ہوا

ایسی لگوں میں موسم اجڑت ہے "خدا کہاں ہے" بیاد ہو بیاد ہو پیدا کر "خدا کھلا  
 میرا خدا اور دولت کی آگ بھری ہوئی ہے۔ ان سے کتا میں اس پر خستہ ہونے کا طریقہ  
 کی پڑتارہ بھاتی ہے۔

ہوا دھونڈی میں مست خدا کا جانب ہنگام ہے  
 گرن کوکب ہے لڑکی ہنگام ہے لڑکی ہنگام ہے  
 جوں جوں ہے لڑکی ہنگام ہے لڑکی ہنگام ہے  
 لڑکی ہنگام ہے لڑکی ہنگام ہے لڑکی ہنگام ہے  
 کوئی خدا کے ہے چلا کا خدا گرن ہے کہاں ہے ؟  
 (خدا کہاں ہے)

آٹھ اور آٹھ چھیا لار لار پیدا کر  
 نہ آئی ہو جو کبھی وہ پیدا کر  
 لہجہ کھڑی نیل مدان دہم و فریب  
 خیا خستہ میں و خیا پیدا کر

بہادر میں تو زمیں سے بہاد اٹھتی ہے  
جو مرد ہے تو خزاں میں بہادر پیدا کر

(پیدا کر)

عرب کی ہوس ہے دامنہر کی آرزو  
ہم کو ہے چین و پرچم دستگیر کی آرزو  
کاغذوں پہ حق پرست ہستے ہیں کروڑوں  
پائسل کا اشتہار، د بستر کی آرزو

(مقام)

ہاں جلد سے آگے، بجلی و صنعت، آدھی میرا نام  
میرے گرد و پیش، اجل، پیری، عجز، تنگ، خام  
لہو پہاڑ ہے میرے سامنے، دوسے جہات  
کا پہاڑ اٹھتا ہے پری ہیں ہمیں سے کائنات  
فکر ہوتا ہے ہر پڑ، ہول، پیکاروں کے ساتھ  
زمین میں آتی ہوں کوہوں کی چٹانوں کے ساتھ  
اشتر اضر کروڑوں میرے دلوں آواز کی  
جی سے گر جاتی ہیں، ٹرائیں، قہر، استبداد کی  
پری ایک جھلک سے لانا ہے جہاں زبرد و زبر  
میری سر تالی، قہا کا ٹھکا، دینی ہے سر  
الحمد، میری کواک، کا زور، جنگام، مصاف  
صاف پڑ جاتا ہے، وہاں حکومت میں شکات  
اشتر اضر، جہم، کسبی میں، پری، غل، پاریاں  
کھڑے کھڑے دست و پاؤں، بڑے، بڑے، خزاں  
افاں و افسانہ، میری کواک، میرا جہاں  
فول، سفار، گرج، طوفان، ہر ایک، قتال





منجھو کہ وہ انہیں گونے اٹھا بیٹھو کہ وہ تندی بھٹ گئے

اتھو کہ وہ بیٹھیں دیوار پر، منجھو کہ وہ ٹوٹیں زنجیریں

یہاں کچھ اٹھ سے چلنے کے تخلیقی اتحاد کے اسویاتی پرواں سے سختی میں عہدی  
 ہیں۔ پتلی سے راس کو اپنی نگہوں میں خلعت خشتوں سے کام لیا ہے لیکن عقیدے اور سندس  
 کی توجہ ان کی پوری نظم نگاری کو سرنگہ کرتی رہتی دکھائی دیتی ہے۔ سلام، سوانی، سہیت سے  
 وہ رقص میں گھومتی رہا رہا، پھر دھڑکنے لگے، بعد انہوں نے اسے طوطا نگر کے نہایت  
 ہلکا اس لڑکے جڑنے پر نئے سلیٹ کے ادا صفت، سخت کی خنری، دھابت سے کوئی کام لگتی  
 رشتہ تھا، اسی طرح انہوں نے شعری و غیر شعری طور پر اس سے استفادہ کیا۔ وہ اسے صاف  
 باتوں کا ایک ناک، ایک باب ہے، عقیدے اور سندس کی بیٹریں ہیں جو اسویاتی سہیت ہے۔ اس  
 سے میں اپنے مغزوں، اسویاتی نہیں رہی، بحث کر چکا ہوں۔ اس میں کام نہیں کہ آواز سے  
 اپنی عظمت سے ایک طاقت دوسرے کا کام لیا اور اپنی کہا جاتا اور بیانہ شاعری میں ایک  
 خاص شان پیدا کی، لیکن یہاں یہاں وہ اتحاد کی کشش کو بدایت کے خیموں کے واسطے  
 کر دیتے ہیں، انکار فطری سے ایسی صورت پیدا ہوتی ہے جس میں اسکا سے مٹی کا دستہ ٹوٹ جاتا  
 ہے اور اسن ہلکات کی جڑیں راقی رہ جاتی ہیں۔ اسی صورت میں ادا صفت شدید روحانی برائی  
 اور تخلیقی قوت کے نظم مہیاتی طور پر آگے نہیں جڑ سکتی، کیا یہ غریب نہیں کہ آواز سے  
 سے جدا ہو گئیں ایسے اتحاد سے شروع ہوتی ہیں، لیکن اگر وہ خواہ مخواہ اپنے بے نام کر لیتے  
 ہیں، اتحاد۔ حتم ان کی دوسری گونہ میں اپنے جاتے ہیں۔ حتم ان گن گنات پر پل تواریں کے  
 ہاتھوں کی۔ حتم ان ہاتھوں کی موت سے جو تنگ کر سکتے ہیں۔ دوسرے۔ حتم اس ہل کی پکا  
 ہے جسے سہا پڑ سکتا کا۔ حتم اس دور کی موت ہے جسے غارت پر سکتا کی۔ حتم کوئی گناہ دینے  
 والا خود خود شروع ہوئی نظم میں ہادی، ہتھ ہے، اسی طرح اگر کچھ جڑے سے وہ۔ مٹی۔ سے خطاب  
 کریں تو پھر اسے آسانی سے چھوٹے نہیں، ان کی کئی نکلیں، اسلام سے شروع ہوتی ہیں، یہی  
 حال۔ محفوظ۔ آوازیں۔ اتحاد۔ کا کچھ ہے، ان خطوں کے صورت میں وہ اپنی فاعلی ہو سکتے ہیں کہ  
 کہ مہیاتی روح نہ رہتی ہے اور انسانی ہے اور انسانی ہے۔



پرسہ ہو اٹھایا بادل کا دیریا پہ خیمہ دوڑ گیا  
 پہن ہو گرائی بدل کے میدان کا دل گیر نے لگا  
 ابھرا تو آئی دھڑ گئی تھوڑا تو ٹھک پہ قدم ادا  
 آجھا تو سیاہی دھڑائی آجھا تو ضیا برسا نے لگا

کچھ دیر کی خفیت سے قطع نظر سرسری کے انداز کے وٹھاسے غور طلب ہیں۔ پہلی جو لکے۔  
 سسکی ہو رہی۔ پرسہ ہو اٹھایا بادل کا۔ پہن ہو گرائی بدل کے۔ ابھرا۔ ابھا۔ تھوڑا۔ آجھا۔  
 یہ ساخت باہر گور و سرسری کی بڑیاں صوفی سلاحت کی قوت اٹھا رکھی ہے۔ اس ساخت کی  
 صورت انہی کے ذریعہ منوریت کس طرح نظر ثوری یا شعری طور پر چھپتی تھی کا حسد ہی جاتی ہے۔ دھڑ  
 میں صفت و اثر کا جادو جھلکتا ہے۔ اب اس کا دھڑا بڑھو میں دیکھیے۔ دلی کی شاہ کا دھڑ سچ پکا  
 اس کے استعمال کا نا ہلکا ہے۔ اثر اشد کی اس نظم میں ایک ہی فعل نہیں۔ داخل ساخت ہی اس  
 کا وجہ ہے لیکن خدائی ساخت میں اس کا اثر صحت ہوا ہے۔

دھڑا میں طبع کعبہ کی صو  
 آنکھوں میں چھدا پٹا دیو کی نو  
 قاتل چکر و خون بھال و لالہ نڈ  
 چھٹکی ہوئی پانڈی سبب بحر  
 بگڑا کی جھپٹ میں سکرا ہٹ  
 شے کی غصیت تھر تھرا ہٹ  
 ہر اسف کی مانگی کی رانی  
 طغیہ و صبیح دست و پا ہیں  
 انھاس میں کسی کی غر سطر  
 بگڑاں کا انھڑاں میں مبادو  
 ہر رس و طاسب کا قلاط  
 تھتھانے کی صبح کا خیمہ







روایت کا شاعر جب کہتے ہیں "ایمان" ہے تو کھلا ہی جاتا ہے کہ مومنوں کے دیرا پیدا ہے۔ اور قرآن کے نتائج انھیں دیکھ کر کہتے ہیں تھے۔ یہی راستہ کارنگ میں عقائد کا بھی شمار کے اس انداز میں گہر سے انداز کی بھی گئی نہیں۔ ایسے عقائد میں کہتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں جہاں نظم کے ادب کا لٹاؤ رکھتے ہوئے اور اپنی عقلی قسمت کو کامیابی اور قرآن کے ارہتی کا اعلیٰ سے نیچے کام لیا ہے۔ باخدا اور منکر اور مکر اور دلوں میں انھوں نے ایسے ایسے شاعر کا چمڑے ہیں جس کے کاغذ پر چھاپا "مومن کاوی" اور "جنگل کے نقش کو دانا مانی" سے جدا دے سکے گا۔ ہاری سوانحی۔ "نگہ بستہ اندھاں کا خواب"۔ "ظہور الیٰہی کھویا م" "مومن" "ملک اور بیانی جانا"۔ "ہلا کا چاند"۔ "سوپ سنی"۔ "اصلی گنگ"۔ "برسات کی ایک شام"۔ ہادی نظر میں اس باب کے نگین ہیں کہ یہ بیسویں صدی کے انداز نظم کے تحت سے تحت انتساب میں ہیں بلکہ پائیدگی اور ان کے بل اور انداز کی کوئی کثرت نہیں ہے۔ ان کی ایک منفرد شاعر ہے اپنی انداز کے اعتبار سے ہی اور حجاز کے اعتبار سے ہی۔ ہر پہلو پر انھوں نے شکست پر غلبہ عرب لکھی۔ ان کے کردار کا دل میں نہ ہر پہلو پر ہے کہ انھوں نے ہر پہلو سے جہت کہ وہ مومن کے ہیں انھیں تھے سیاست کے ہیں انھیں تھے "اعلان کے ہیں انھیں تھے۔ اور انھوں نے کو اپنے آپ سے ہی جہت کی۔ یعنی ان آدھوں اور قد و ال کا بھی اپنی پاسٹ کر کے نہیں چم کے جنھیں انھوں نے خود تراشا اور منورہا تھا۔ یہی ان کا کون سا چہرہ تھا نکالیں۔ وہ انھوں میں آگ بھری تھتے تھے اور دلوں میں آگ لگ سکتے تھے۔ جب تک ان کوئی دے دے ہلکے رنگ میں جہاں مردان سے کہ اور آدھوں اور چہرے اور دھن کی سرور ہی کا نشان ہے۔ قرآن کی باخدا اور ہا جاد روشن اور ان کا آواز کی بھی اور شاعری کا سرور ہی کا نشان ہے۔

# جوش کی شاعری کی اہمیت

جوش کی آواز کے پہلے گورو کا مہر صبح آپ کی ماہیت سے میں آکر ادا کرتا تھا  
تو آواز کو جاب کر کے ایک بہت بڑی سی چیز بنا کر دیتا تھا۔

”اگر کسی وقت بھی آپ اس جوش کی ایک جگہ سے

اس جگہ سے نہ اٹھیں اگر کوئی دیکھ لے تو وہ جانتا ہے۔“

”اس وقت آپ کی طبیعت کا رنگ ہے اس پر ایک اضافی رنگ ہے جس کی

کے بے صورت شاعری کو آپ اپنی تصویر بنا کر لے جاتے ہیں۔ آپ کی کہہ سکتے

ہیں۔۔۔۔۔“

اگر جیسے تو کچھ اور لکھیں گے تو ان کے عشق و نہاد سے کچھ اور لکھیں گے جب کہ خاک و مٹی

جوش کی شاعری میں وہ رنگ کے کام پر لکھا گیا تھا کہ اگر وہ کہیں چاہتے تھے کہ وہ

اتفاق اور جوش کی شاعری اور صحت معلوم ہوتا ہے کہ اگر کے خیال میں ان کے اس اتفاق

کے بعد وہ شاعری کے اتفاق کی روایت کو سمجھنے کی صلاحیت اس زمانے کے دوسرے

کام انجام دینے کے شاعروں سے زیادہ جوش میں پائی جاتی تھی۔

و خیال میں اگر جوش کا نہیں تھا تو وہ علم لکھنے کا بھی بڑا تجربہ تھا کہ وہ جوش کے

معدے کے بعد وہ جوش ہے وہ اس حد تک جوش کے شاعرانہ صلاحیت کی طرح برقی کر رہا ہے کہ

اس کا خون بہہ ہے۔ ان کے جوش کا یہ ان کی صحت ہے۔ اس کے علاوہ اس شاعر کی شاعرانہ

معا سزاؤں کے ساتھ اس قسم کے تعزیری جیل گئے ہیں۔

”آپ کے کام میں جو رنگینیاں جو جھڑپونے والے پتے جذبات پتے ملی  
استعدادوں اور ذکاوت شہجیوں کے ہر کس پر مدلل ہیں چھپاتے گئے ہیں صاحب  
کے سب انسانی الخوص کو جھڑپوں کے طوط و ہدایت کرنے والے اور ہدایت  
میں جان ڈال دیتے والے ہیں۔“

اسی ٹھیکر اور مدعا: شاعری اور اس میں اس قدر خوبیاں ہیں آپ کی عمارت  
محبت کا نتیجہ ہے۔ آپ کی شاعری سمجھنی کا بیڑا اہم ہیں اپنے آغوش میں سے  
برستے ہیں۔“

ان باتوں سے معلوم ہو رہا ہے کہ آج کل کے جنگ و محارب میں ان کی شاعری کی آغوش نگاہ  
بند پگھلتے تھے اور شاعر کے مستقبل سے کبھی گرفت نہ لگتے تھے۔

۱۹۳۶ء میں آج کل کے مجاہد کام ٹھیکر و نگار میں اس وقت کے ایک نہایت صحت و شہد  
اور بے طعیت شاعر احمد اکر آبادی نے میری یاد چھپا اس میں ان گرفتوں کے پورا ہونے کا ایک  
اعلانہ نکلا ہے۔ یہ یاد میری آج کل کے اپنے وقت کا ایک علم شاعر ہیں کہ کے غم کیا گیا ہے اور اس  
میں شکست جرات سے ان کی غلطی کے عاصم اکر آبادی کے گئے ہیں۔ اس خطے میں طعیت اور  
کی کام ہا ہوں سے انھوں نے محرومی سے نہ ٹھکن سنا نہ حساب بلکہ محرومی کی بعض باتیں نہ محسن  
کر رہے ہیں لیکن آج کل کی شاعری پر ان کے سب ذیلی ٹھہرے جاتی نظر ہیں۔

”یہ دیکھ سکتی ہیں شاعر اور ادیبوں کے ہوا ہونے میں گرفتوں نے  
محبت میں ان کی شاعری سے پروا نہ کیا ہے بلکہ ان کے یہاں وہ غلوں پر ہیں  
کی طوط اور انشاء ہوا ہے وہ بڑے کمال ہوا جاتا ہے۔ شاعری میں جہاں وہ لڑتی کہ  
مردی اور مردیہ کیا ہے۔ آج کل کے کام میں وہ کی ہدایت ہو رہا ہے۔ ان کے  
شعری وہ چھائی ہے جو ان کے لگنے کو ابھرتی ہے۔“

اور میں آج کل ایک طوط نگار شاعر ہیں اور ان کا کام محرومی اور صبر ہے شاعری  
کا حال ہے لیکن اگر انھیں طوط کی اس طوط کو لگا جائے کہ نہ است کو صبر چھ

نہا میں بہت بڑا دل اور چارے گدے کے شوق کو اٹھاتا ہے تو چون کی شادی

اس وقت کا مطلب تین شاعری ہے :

یہ خلق کے جہاد کے زمانے میں ان کے چھوٹی کی غریب و رخصت ان کے بچے اس سے  
نکلی ہیں کہ ان کو کچھ اختلاف کے ساتھ اردو کا ساٹھا کہا جائے گا اور ایک روایت کے مطابق تنکا  
لیکن جس شخصیت نے اس کے ایک شاعر سے میں ان کی شاعری کو میں اعلیٰ اور بہت کا  
عالم قرار دیا۔

چون کی شاعر اور بہت کے علاوے ایک تاریخی شخصیت تصور کرتے ہیں اگر وہ بہت  
اگر ہے کہ چون کی شاعری کا شوقیہ جائزہ لے کر غرض کیا جائے کہ اس شاعری کی روایت میں چون  
کا مقام کیا ہے اور چارے ادب کے بچے ان کے نگاروں کی اختیار کردہ روایت کیا ہے اس  
مضمون کے لیے سب سے پہلے انجمن کے ان حضرات سے کہ چون کے شاعر اور شخصیات کیا  
ہیں۔ اس مسئلے میں گورنمنٹ اور اسکے چند برائے افسار اپنے افسار ہیں :

دل ہی مہب افسار کی ہوتی ہے پادشہ بے شمار

نقل پر انہیں شاک اپنی ہیں کچھ سے اختیار

احد بین ہے جیسے شاعری کی کہ کسب ادب

اصل کے مگر لفظ کا پانی ہیں عقب

اور ہوتی ہیں جتنی بخش ۱۲۰۰ زر و نقشاں !

پھر بھی وہ شاعری نگاروں میں ہیں عالی سیریاں

میں کے اسرار و نقشاں روح کی منتظر ہیں جہاں

ہو یاں ہیں خلق کی مویں : ' موقی دل میں ہیں

شعرا : بے ادب وہاں کا ایک نقشہ نام سام

مفتہ سا ایک شاعر ایک بہم سا کلام

کہتے ہیں ایک غزل کا بھگت گو ہر بار کی

احضار کی ایک جہیز سے سب گفتار کی

ایک صوفی تھے وہ وہم سنا زون کی  
 مرتضیٰ سے ایک آواز انتہا سے شوق کی  
 طرک کا ہے انیم ہدیہ کی جہاں شوق کا  
 رنگ گل پر بند میں طہر کے گرنے کی صدا  
 نریان اور خاموشی کی جہم گفتگو  
 مٹا دیتی ہیں قواہی کی شہتہ آرزو  
 کون کچھ غصہ دیکھے ہیں اور کچھ نہیں  
 دل بھتا ہے کہ بچے دل میں تھے وہی نہیں  
 (نقاد)

میں زمیں پر مصعب اسماں کی نقیر ہوں  
 عقل کی تصویر خواب حسن کی نقیر ہوں  
 (آواز شاعر)

شاعری کا غامضان سے نغمہ کا (۱۲) ہوا  
 اس کا طہر ہے زبان کی طہر سے (۱۳) ہوا  
 پھانے پہنچے ہیں ہر شاعر کے دل میں طہر پر  
 ٹوٹ کر آتے ہیں وہ نغمے سب گفت پر  
 جاتے رہتے ہیں ہلکی نغمہ خاموشی میں  
 بند کر پختہ ہیں آنکھیں نغمہ کے آواز میں  
 لوگ ہیں کہ ہاں گواہی سے ہیں دل کو پختہ ہونے  
 شوقی ہلکی دھڑکی کی مشورہ ہر دم میں  
 طرک کا ہے شوق و محنت کا معنی ہم اتصال  
 نصیب ایہم میں پر چھائی نصیب سے کی  
 چہ دہم کھائے جا لے میں چمک جرات کی

جس نے قدرت کی مولا کی دولت و نعمات میں  
 قائل و شکیں نہ رہے گا اور میری دعاست میں

”انکار“۔ ”باب انکار“ سمیت درج

و ضرور ہے کہ ان اشعار پر غور کرنے سے قرآن کے حضور شاعری پر کوئی رائے نہیں ملتی  
 بلکہ بہت ہی ہم سادہ و سادہ ہے کہ قرآن کے نزدیک شاعری بڑی طبعیت پر ہے اور اس  
 میں صرف کمالی ان باتوں کا تصور ہی ہے۔ قصید، دعا، استغفر، تضرع، اس میں کمال نہیں  
 نہیں اور یہ ایک ایسا شعری اور ادبی فن ہے کہ خدا کی محبت کا لہجہ، ہر شے کی حق پرستگاہ  
 یا کچھ پرستوں و عبادت کی کھڑائی ہے۔ ان کے غنیمت سے انشاء ثابت ہی ان میں شری و طبعی کھڑائی  
 اور اس طرح ایک انقص و عبادت پران سائنے آگاہ ہے۔

شاعری کے بارے میں قرآن کے یہ نفاذات بہت عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں ان کے  
 کام کے عام انداز و طرح سے ہم جنگ میں نہیں۔ بلکہ ان کے انداز میں ان کے انداز  
 پائے ملتے ہیں۔ جب شاعری کا حال اس ”حق کوئی پرست“ ہے کہ کچھ خدا کی حق پرستی کی حق  
 انداز کیوں ہو، اگر شری و طبعی کا عام اقبال ہے تو اس کو ”شعری و طبعی“ ایک ہی لہجہ  
 انداز کی ”کچھ کہا جانے لگا“ ”حال یہ ہیں“ ”اور کچھ کچھ لے“ ”حق و طبع کی مشترک چیز جو اس  
 کس طرح ہی جائز لگے“ ”ان میں نہیں“ ”کہتا ہوں کہ حق سے کوئی حق اور ہر حق کی حق کو ہی طبعی  
 ہے۔ اس کی شاعری کے حقیقی اس قسم کے سوائے کہ ”حق حق“ ”و حق ایک شاعر“ ”حق  
 ہے اختیار“ ”و حق ہی میں جھکتا ہے“ ”ان کے یہاں کوئی سوچا کچھ اور جانچ پر کچھ ہو اختیار و فکر  
 سرے سے نہیں ہے۔ حق کی حق اور خدا کے کی ایک ہی ان کا واحد اور حق ہے۔

قرآن کا یہ دین اختیار نہ شاعری ہی کا حق و طبعیات کے طبعی ہی ہیں ان میں نے اپنی  
 ازاد تہائی اور دین ہی ان کا اختیار بہت انداز سے پیش ہے۔ اسی لیے آپ کو ایک ”حق پرست“  
 ”حق پرست“ کہنے لگے ہیں کہ ”حق پرست“ ”حق کو طبعی ہی وہ اس حد تک پہلے گئے ہیں کہ حق  
 نے اپنے سوائے نہیں اور خدا کے دین سے ہی انکار کر رہا ہے۔ ”حق حق“ ”حق کے خدا پرست  
 کے لیے نام خدا ہی خدا اور ان پر حق و طبعیات کا نہایت حار و حار و حار ہی انکار کر رہا ہے۔

موجود تمام دنیا کو بے ادب نہ کر دیا۔ اس کے برعکس تمام میں ان کی شک و شکوک مٹا دی اور یہ بے شک  
 نظروں سے باہر تھیں اور انظار میں آتی تھیں۔ اس سلسلے میں ۱۹۳۹ء کی جنگ میں حکم صادر ہوا تھا  
 برصغیر کی وراثت ہے۔

میت ہو چندی میں کس کو کھاناں کہ ہے  
 صورت نہج آدمیت ہی ان افسانہ میں  
 میت میت ہی ہے اب تک ہر سو پرکا ہے  
 عالم عربی میں وطنی مشعر ہے ہر سو  
 میت اوام و امان کے سب بازار میں  
 آگ تک نہ مت ہی کی کوئی قسمت نہیں  
 عقل کی آواز ہے حق پرستی کا مستدام  
 اگر اب ڈالیں جائے سحر و جادو میں  
 دین کے قدوس پہ لڑائی تک یہ دنیا بھٹک چکی  
 اگر اب دنیا کے قدوس پہ بھٹک دے یہ دنیا بھٹک چکی

(موجود مجموعہ ص ۱۱۲)

انعام خدا کے اس معجزے کے باوجود فرماتے ہیں :

اک آگ ہی وہ نہ کے بھڑکنی ہے ضرور  
 پیچھے ہیں اک کی ہی پھٹکنی ہے ضرور  
 واقعہ نہیں میں خدا سے لیکن انکسار  
 دل میں اک پھانسی ہی کھینکنی ہے ضرور  
 کس لہجہ میں دنگ ہی و دیوم نہیں  
 دیوم ہے اس طرح کہ دیوم نہیں  
 پانے کے نام سے اک قوت املا تو ضرور  
 اس کے اوصاف ہی کیا یہ معلوم نہیں

وہ کھنڈ کی تکرار کیے جاتا ہے  
 ورنہ یہ اصرار کیے جاتا ہے  
 ایک مرتبہ انکار پہ مائل ہے دماغ  
 بدل ہے کہ اقرار کیے جاتا ہے

بغیر دلیل

اپنے اس انکار کا بہت ہی واضح تجربہ خود تو دل سے یادوں کی بناء پر  
 فرم کیا ہے ۔

ہوت ہے کہ جتنا دل دماغ و حواس پر ایمان ہے  
 برہنہ نظام کے تصور قیور فرماتے ہی وہ دل و حواس پر ایمان کی ہی گتہ  
 اور کمرے سونے کی کی جتنی نیت کے ہر جہاز اب علم پر سے نکلنے کی گرفت  
 میں پھنس جاتا ہے ۔

اور یہی میرا دل و دماغ اور اہل بیت ہے جس کو اس نے لے لیا اور  
 وہ ایمان اور ایمان کا نام دے کر میرے خلاف ایک قوت چلا کر رکھا ہے ۔  
 یہ ممکن ہے یہی عقل کا تصور ہو لیکن یہ لوگ اسے میری نیت کا خود  
 سمجھتے ہی ۔۔۔

ہر حال میں اگر وہ انکار کے دو پانوں کے نیچے بیٹھا رہا ہوں  
 نظام میں ہی کہہ چکا ہوں تو کہیں کوئی خدا نکر نہیں آتا اور کہہ کر اسے قتل ہے  
 وہ نظام اپنی کوئی چلتا ہوں تو اس میں نہ ہوں خدا نکر اسے میں اور چاہے کائنات  
 کی جیت تک یہ نہائی اس کی کہ ہے کہ اس حد میں نہ ہو نہ لگا کر اس میں تو دل  
 انکار پر پھر رہا جاتا ہے ۔

لو کہ اس کا ایک ایک اس قدر میں ہی کہہ دے کہ ہم اپنی موجودہ حواس  
 سے یہ چھوڑ کر نہ فرما سکتے ہیں ۔ انکار

اقرار یا انکار کا موقع اس وقت آئے گا جب ہم قوت سے لے کر انکار

نیک کے علم پر مبنی ہو جانے کے بعد ملت محل کے ہر پہلو کو خوب نظر لگا کر  
 دیکھنے کے قابل ہو جائیں گے میرا خیال ہے کہ اس اعلیٰ منزل تک پہنچنے میں  
 ابھی دو تین سال بہت جاویں گے اور یہی اسی تقویم میں اعلیٰ اخراجات  
 آکر جائیں گے۔

(باب نامہ اورینٹ)

اس تقویم نے جوئی کو قاعدہ بہت اجڑے اور جن حالت کو طبیعت میں لایا تھا کیا ہے  
 لیکن دوسری طرف رقم محل کے طور پر انسان پر مبنی اور قوت پرستی کی جانب بھی مائل کیا ہے،  
 ہر مادی اور نفس کو مانتا میں نے  
 ہر کوئی کا کائنات جیسا میں نے  
 سب جان چکا تو سب کو محبت نام ساز  
 میں کچھ نہیں جانتا ہر جانا میں نے

نور سے نہ آگاہ ہوں نہ مسرور ہوں میں  
 طاقت نہ دہلی ہوں نہ بے نور ہوں میں  
 شمار ہے شمار ہے شمار ہے تو  
 مجھ پر ہوں مجھ پر ہوں مجھ پر ہوں میں

عشری پناہ ہے یہ کہ کو زخمیر  
 ایک بندہ مجھ کی آخر تقصیر  
 کہ تو کو کوئی کہ صبر ہی آخر  
 ماحول وراثت و سرشت و تحت پر

کافور نہیں ہے کوئی نغمہ سے کے ہوا  
 دنیا نہیں کچھ خود طاقف کے ہوا  
 قوت حاصل کر اور موتی بن ہوا  
 محمود نہیں ہے کوئی قوت کے ہوا

اعز نہیں کوئی ناواں سے بڑھ کر  
 اہستہ نہیں کوئی ناواں سے بڑھ کر  
 اندوئے قریب ہوائے کم و بیش  
 کافر نہیں کوئی ناواں سے بڑھ کر

کلام سے ممکن ہی نہیں دل کو جانت  
 لڑا ہے اسے کئی آئینہ سیاست  
 جس چیز کو زندگی کا دیتے ہیں لقب  
 دراصل ہے وہ مرگ طویل استکرات

برسات میں پینچ لوں پتلاں ہے یارب  
 ہر پاؤں میں زنجیر گراں ہے یارب  
 قہر کی برادری سے دل تنگ ہے یارب  
 انسان کی برادری کہاں ہے یارب

غیر ہے کوئی تو پینچ مشروہاں کوئی  
 سرور ہے کوئی تو پاؤں طوفان کوئی  
 انسان کہاں کہیں کرے یہ گم ہے؟  
 یا تو کوئی ہستہ ہے مٹاں کوئی

میں لڑاوت کے حدود، چوٹی، بعض وقت تھوڑی، مریضے حدود ہواؤں کی (نہیں) بھی  
کر لے ہیں۔

عالمی نے عجائبات سے تعجب کیا  
عالم نے نشانات سے تعجب کیا  
اس آئین و سجاد کے ذاتے ذاتے کو مگر  
عالم نے فقط ذات سے تعجب کیا

ایک تڑپ کو ہست پایا میں نے  
ادھم کا بند و بست پایا میں نے  
خاق کو شخص کا کیا ہے پایست  
مومن کو بھی ہست پایا میں نے

آگ رہی خوشی دست باری اب تک  
جہاں ہے دل باد بھادی اب تک  
اسان کی پیروی کا در ہے مستند  
فطرت کی پیروی ہے باری اب تک

(مثنوی نکستہ)

بھول گئی تھی کاہنہ اسرار حق اقبال کے اہنگ میں جھپٹا نکلا آہ۔

حسروں پر غریبوں کو جھکاتے مجھے  
ڈھونک پر سیپوں کو پھاتے مجھے  
بشر اگر دواؤں رہا ہے، تو سٹے  
کیا اسی سے قرین قرین مناتے مجھے

لے سطح : ہندی نظم ہے طامع  
تیسرے قواسمے بحر و بر ہے طامع  
عرب لٹاؤ گے انسان کے غریب  
اعلاں ہندی بشر ہے طامع

(پہلے ہی میں سلطان احمد نے کہا تھا)

حکام ہمارے کے سطح میں بھٹن کے تین کا گروہ میں سے سراجات کے تھے کہ  
اس کے چند کیا کہ اس بیعت شاعری میں انقلاب و ارتقا اور وضاحت و لطیف کے ساتھ  
علاقہ کا اہل ہر اسے۔ حد و آتش کے کم انکم ایک درجن کجواں میں ان کے حاکم ہندو  
پیشکش ہے شاعرانہ پائی جاتی ہے اور شاعر کی طویل و باریک کے باعث ان گنت اشعار  
ایکے ہی میں لکھن سوانات سے ایک ہی حق کے نہایت کو بار بار و ہر بار ایک سے اس  
سطح میں سب ذیل میں خصوصیت کے ساتھ لایا جاتا ہے۔

”تھام کر“ ”تخلید و تخیل“ ”موزی و موزی“ ”موزی“ ”اسیٹ و اسیت“ ”تو پہلی وقت  
میں کہہ سے طامع“ ”کا (نوع) سلطان“ ”تو گروہ میں سے طامع“ ”تو طامع و تخیل  
پیشکش ہے“ ”تو طامع“ ”تو طامع“ ”تو طامع“ ”تو طامع“ ”تو طامع“ ”تو طامع“  
نیا دل انکار کے حاکم و تخیل نے اپنے اپنے انک کے نام سے طامع اور طامع  
پر ہی انہار و تخیل اور طامع و تخیل کیا ہے اس سطح میں سب سے اہم کتب قوم ہندوستان  
کی انگریزی حکومت کے حاکم و تخیل کا ہندوستان ہے۔ اس ہندوستان کی حاکم کے تخیل کو  
قوم پر ہی اس انگریزیت کی طرف دیا گیا۔ اور طامع کے یہاں حاکم کی انگریز نے شاعر کے  
اندیشہ و طامع پر ہی کھنڈہ پیدا کیا۔ اور یہاں ہی استعمال کے نتیجے میں ہندوستان کے  
معاشرتی اور ادبی و تخیل کے نام پر انگریزیت کی راہ دکھائی۔ ان باتوں کے  
پس منظر میں تخیل کا وہ لادینی تصور۔ ہی کار و طامع و تخیل کے انکار پر ان کی پہلی سے  
ایکڑا تھا۔ یہ وہ طامع و تخیل ہے جس سے ملک پر ان کی شاعری کا وہ چنگار طامع و تخیل  
ہندوستان میں کھنڈہ و تخیل قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ تخیل نے خود اسے طامع و تخیل کے







نفسانی تخیل کی عقلی زندگی

نفس پروری کی شاعری کے ہمارے ہمارے ہمارے ہے کہ اس کے فن کا اصل ایسا اور  
 اور ان چیزوں پر جو نہیں ہیں اور دنیا سے اسے اس کی قربت اور قسوت کا اور ہمارے پر نہیں  
 ہے اس کا ہم شاعر کا یہ کہ اس کے فن کی زندگی ہے۔ جو ان کی جہل اور بے تجربگی کا موضوع میں و  
 عقلی اور فطری و شاعر ہے اسی موضوع پر شاعر نے بڑی کثرت و عظمت کے ساتھ طبعی طور سے  
 اور بے باک انداز میں کیا ہے اس کی بے شمار خصوصیات و جزئیات اس کے آواز پر ہمارے آگ  
 و رنگ اخلاقی ہیں جو ان کی جہل اور بڑی ہمت اور پاک دہی کے ساتھ معنوی نفس و رنگ ترانے  
 ہیں۔ ایک سے ایک بڑے اور عقائد میں جاتی ہیں۔ کچھ عقائد اس کے تصور کی تصویر پر لکھی ہیں اور اس  
 میں اپنی تخیل سے بے اور تجربے کا سارا رنگ چھڑا دیا ہے۔ اپنی ساری آئینہ و عکاسی اور  
 خواہشوں کو منطقی کر دیا ہے۔ یہ عشق اور غم و شاعری ہی ان کی اپنی خصوصیت کے لیے ہے اور  
 ہر ایک عالم کی جہ سے اور اسی کے اظہار و بیان میں شاعر نے اپنا سارا انداز صرف کر دیا ہے اپنے  
 ہر بیان کی اساسات اور فنی احکامات کو بڑا سادہ رنگ دیا ہے۔ ہر شاعر آندوٹا ہی ہے۔ یہ اس شخص کا  
 عقلی ہی موضوع ہے اور وہ آندوٹا کے موضوع پر اس کی سب سے بڑے کائناتی قیاسی چاند  
 کا مطلب کا ہر ایک خطاب اس کو دیا گیا ہے اور اس کا مطلب بڑا ہے۔  
 جو ان کی زندگی شاعری کے آواز سے لگتی ہیں ہیں۔

## ۱۔ تجزیہ

نئی۔ اپنا آواز پر نہ لکھی ہوئی نے اپنی مشہور کتاب کا نام بہت ہی سلی اور خوب صورت  
 زن - The Son of Woman کے بارے میں لکھی ہے۔  
 اور دعوت یہ کہ اس کے افق میں پیدا ہوئے اور پروان چڑھے۔ بلکہ اپنی زندگی انھوں نے  
 اس کے افق میں لکھنے لگی ہے۔ انگریزی لکھنے میں انھیں محنت پاست کہا جاسکتا ہے  
 لیکن جو ان کے بیان و انداز کی طرح اس کا کوئی لفظ نہیں ہے۔ بلکہ وہ دعوت ایک عاشقانہ دعوت  
 رکھتی ہے جس کو اس کے شاعرانہ انداز سے بہت ہی تند و تیز لکھتے اور دیر پڑتا ہے۔



مطالعہ اشعار کی جی بر ۱۶۱ اشعار کو اس کے بے نام طور پر دستوں کی بنائی ہیں اس سلسلے میں  
شاعر نے بڑی طرح تخیل بنایا اور دقیقہ جو اس کی ہے اسے ادا کیا اور کمال کا ایک ہندو لگا دیا  
ہے جس کے بغیر اس طرز اب کے مطالعہ میں بچوں نے ایک تکلف اور تھوڑی کی آگاہی  
کی جی ہے۔

## ۳ غزلت

غزلت غزلت اور اس کے ساتھ کہل جا رہی ہے اس سلسلے میں انھوں نے غزل نگاری  
سے زیادہ غضا بندی اور کئی آفرین پر دراستہ۔ غزل کی نگاروں میں غزلت کے انداز سے جو دیکھی  
کے طور پر ہائے ہائے یہ انداز غرض ہے کہ اس میں تازگی اور حلائی پیدا کرتے ہیں۔ شاعر کا  
مشاہدہ غزلت بہت ہی گہرا اور وسیع ہے اس میں جدت و ندرت ہے اور غزلت اور اس کی  
پہلی نظیر ہوں سے غزل نے بڑی رنگین اور دلہا ہے تصویریں اور نظمیں مرتب کی ہیں۔ ہر نظم  
نے غزلت کو سب سے بہت سے بے بی اشعار کہہ دیے۔ لیکن غزلت کی غزلت کے ذریعہ تمام  
میت کی آگاہی کی ہے۔ مثال کے طور پر ملک کے غزلت کی ان کا یہ بیان ہے کہ اگر رسول  
اور سقا اور کئی غزل کے بے بی کئی غزلت کی اس واسطے سے معلوم ہوتا ہے کہ کم نظم غزلت کے  
مطابق وہ کمال صورت شاعرانہ نہیں بلکہ غزل نگاری ہے اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ غزل نے اپنی  
پہلی کے اس بیان کو کوئی داغ نہ لگایا۔ دراستہ اور اس سلسلے میں ان کی کوئی نظم نگار  
نہ اسے سامنے نہیں۔

غزل کی اداسی اور غزل کے یہ تخیل اور اسے دیکھی اور حقیقت ایک دوسرے میں جڑت  
ہی اور پہلی ترانوں میں تخیل اور غزلت ایک وقت ہائے ہائے یہ خواہ وہ سب سے بہت سے  
نکاح کی شکل میں پہلوا انداز کی صورت میں ہو اور واسطہ ہو یا نہ ہو لیکن اسے اس ترکیب کی  
دوسرے ہر کہ وہ ان کا مجموعہ صورت اشعار غزلت ہی سے وابستہ ہوتا ہے لیکن اس میں غزل  
کے جو ان تخیل کی خصوصیت بھی ملحوظ ثانی ہے۔ وہ مثال ایک کہہ دے مثال پرست ہیں اور  
لڑکی کی تمام صفاتوں کے ساتھ انداز ہونا اور اپنا حق اور شاید غزل کی کہتے ہیں۔ نیز یہ غزلت تازگی





انگریزی اور انگریزی اس معاملے میں ان سے کم نہ رہی۔

سب سوال یہ ہے کہ کیا برصغیر کی کل کائنات شامی تھی ہی پہلوں کی آغوشِ سخن ہی کہ سنتے  
ہی میں اس کے جلوہ کھلا ہے لیکن اظہارِ چراغ اس سطحی آغوشِ سخن تھوڑا سا ہے۔ وہ کہ ایک  
نظم اور جملہ جملہ (۱۴۴۰) میں مراد ہے اس کے سبب دلی اشارتوں کی طرف رہی :

میر سے شوروں میں غلط ایک طائرِ رنگ ہے  
کچھ سہا سہی رنگ ہے کچھ دانشقادر رنگ ہے  
کچھ دھڑکے مہاسٹ کچھ مسالیں کچھ عسبانی  
اک آپٹا سا جھل ایک سرورِ انوارِ ہمسواں  
ملیاتیانِ آغوشِ ہی ہریم نصیب  
اور یہاں صورتِ حاضرِ سخن سببِ افکتاب  
دلی قدردان کی ہر ساعت گھر پاسخی رہی  
اور یہاں دلی مسالیں ہی کی پاسخی رہی  
نورِ دے مل دو گھر آسماں گھرا کب  
اور میں دوسرا کد کو سیلے قوا کب  
پاسلو ہوں شاداب اس کیرے سخن سے نبات  
کیوں کہ اب دلی لکھری مقصد دے کائنات  
لکھری کو دلِ دلی شریں یکستا ہوں میں  
کچھ اگر ہوں تو لکھری شامِ سہرا ہوں میں

اس اشارت سے واضح ہوتا ہے کہ آغوشِ اپنے کارنامے سے سخن نہیں ہیں مسالوں کو انھوں  
نے اس کے سخن دلو سے بہت کچھ لکھا۔ ہر حالِ حقیقت ہے کہ برصغیر کی شاعرانہ استعداد و صورت  
انگریزی آغوشِ سہا سہی کی تشکیل سے ظاہر ہوتی ہے۔

لیکن بعد اس سوال یہ ہے کہ برصغیر کی اصل استعداد کا سراغ کب سے ملے سبب کہ غورِ برصغیر کے  
ہلال ۱۸۲۰ء سے ۱۸۶۰ء تک کام مانا کائناتوں کا وہی کچھ ہے جس کی زبان دلی اشارتوں سے پہلی

ہے اور ۱۹۵۰ء کے بعد انہوں نے کوئی بہتر ٹیکنیکی نہیں کی۔ اس مسئلہ کے لیے داخلہ ہو سکتا  
 ہے کہ ایک طرفی حکم کا استعمال درست طریقہ ہوگا اس امر کی اگر حکم کے مختلف اجواب کے فوائد  
 ہیں تو یہ :

عدائی پہلی آواز

حقیقت کے ایک خاصہ آواز کے بعد

ناب کی آواز

ادب و تجلیت آواز

مستحقین کا آواز

مستحقین اور غریبوں کا آواز

مستحق

آدم کا ناول

عزیز کا ناول مہاراج

آدم کا یہ ناول

سورج پاشا کی قرطبہ

آدم کی قرطبہ و دیگر

آدم

موجودہ ادبی حیثیت اور ان کے اعتبار سے یہ ایک عظیم کوشش ہے اور جو ان کی نامور استعداد  
 اس پر اپنے عروج پر ہے اس کا پورا پورا بیان نہیں ہے اور واقعات کے ارتکاب سے بے گم  
 تھا بند کی ایک جانب واقعی سے کام لیا گیا ہے لیکن انہوں نے کسی کوئی دوسری تکنیکی  
 پسے ہوئے انداز نہیں اپنایا۔ اس لیے اس کو ایک نوز کہا جا سکتا ہے تاہم ان کی فکر اور  
 ان کے امکانات کا پتہ اس نظم کی موضوعات کی بے سود گار نہیں ہے اس لیے کہ فکر و  
 ان کے انداز کو اس نہیں آتا کہ کائنات و حیات کے بنیادی اور اخلاقی مسائل پر ان کا کوئی علمی و  
 تحقیقی مطالعہ ان کے ذہن و ادب کے راز میں ہے لیکن ان کی نظم کا جو اثر اس نظم پر

ہے اور نام بنیاد و موصوفات کو ثناء و احواد خاصہ میں شائع کرنے کی صلاحیت کا جو اظہار ہم نے دیکھا ہے وہ بڑی  
کی اصل استعداد کا بہت ہی اچھا نمونہ پیش کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بڑی شایستگی  
مشرقیوں اور مغرب کی ثقافتوں میں اپنے آپ کو گم نہیں کر دیتے اور ملحقہ سیاست کی گھمبیر  
پر اکتفا نہیں کرتے تو اپنی قدرت کلام سے بڑا اور شریعت اور فکری تخیل کی بدولت وہ حیرت  
خاصہ و انوکھی کے اندر چھپے غریب شاعر اور ادیب کے ہوتے۔

اور بڑی بڑی کی شعری استعداد میں صاحب محمد مدنی نے اظہار کیا ہے اس کے فنی کامات  
کا مطالعہ اور قند و ثناء ہی ضروری ہے۔ یہ معلوم ہے کہ بڑی غزل کے شاعر نہیں اور ان کے مسودے  
بند غزلوں میں ان کا وہ اظہار ہی ایسے ہیں جن کو کمالِ ذکاوت کا ہونے سے بڑی کی سہولیات کا سراپا  
قالب لگا ہے۔ لیکن چند عمدہ نگینہات کے باوجود یہ مقصود سامانی اس فنکار کی دوست ملی پر بظاہر  
ہے کہ بہت ہی تنگ ہے جو تنگ اسے غزل سے پریشانی نکلی گیا ہو۔ اجمال و انحصار اور  
اور بڑی بڑی کے مزاج جن کے حالات ہے اس کے علاوہ دانش و دیہی ان کی خصوصیت نہیں  
ہے کہ ان کی ان ہی ایسا اور صریح ترکیب پاتی ہے جو غیر بڑی بڑی کے شاعروں، جیسا کہ  
کئی کاغذ و قلمی نگاروں کی بنیاد پر کیا جاسکتا ہے۔

گوئی کے طور پر سب سے پہلے ہی ملاحظہ فرمائیے کہ ایک غیر موزون بڑی ہی غزلوں میں  
اس کا عنوان ہے "آواز کی بڑھیاں" موزون کی نسبت عنوان سے یہ ظاہر ہے جو شیخ عبدالقدیر جانا  
مقرر شدہ رنگ ہے جو ہے۔ ۴ اشعار کے چھ بند ہیں تمام کی جلی ہی موزون ہے جس کے بعد  
آخر میں موزون کی آواز کا ذکر ہوا ہے۔ ۵ اشعار کے دس بند ہیں ان کی نوعیت کا تنقید  
آواز کے ہونے کی وجہ سے اظہار کر دیا جاتا ہے کہ یہ ایک سہج اور کی صلاح ہے کہ ایک ہی اسے  
ہی غزلوں میں کہ چند بند ہی ہے۔ تیسرا بند موزون و اشعار پر مشتمل ہے جس کے پہلے بند کے آخر  
ہی موزون کی قطع پر موزون کے چار کو قرار دے کر اسے ہونے کے ناک کر دیا اور موزون ہونے  
کا تذکرہ ہے۔ چوتھے بند کے دو اشعار ان کے موزون ہے ہی نیز ہر ایک اشعار میں موزون ہونے  
کا تذکرہ ہے اس کی وجہ سے موزون شاعر ان ہی بند کے دو شعروں میں اس طرح کرتا  
ہے :

گو اسفند و دود سی پنجم کی سیر حیدر  
 ہائی ایک ایک منگاب، لہر قنار  
 چلنے سے زبردیم کے زون کر سوسر گئی  
 ساحل سے تا، ہنر، مہلکی، آثر گنہیں

یہی آباد کی سیر حیدر کی شاعر نے جس سے ہر امر اور انداز میں ان کی سیر اور  
 نقیب کی ہے۔ اس نظم میں ان باتوں اور چیزوں سے بہت کام لیا گیا ہے اور انداز و سبک کہ آج کے  
 جسے شکار د، اختیار کا بہت مناسب ہے۔ پہلے وہ چندوں کا طرز کی تر اور آخری دھڑکیں جو وہی کا وزن  
 ہی مقرر ہوئے ہیں، ان کے داخل ہوتے کے اس نظم سے اس خاص طریقہ کا بیان ہوتا ہے  
 پر ہوتا ہے جو شاعر کے ذہنی نظریہ، اس طرح ایک خاص نظریہ ایک خاص قسم کی آواز کے تقاضے  
 آجی نظم خود ہوتے ہیں۔ یہاں شاعر کا رنگ اس کے کانچنگ کی کر ایک کیفیت اس میں حال  
 کی عقلی گری کر کے ہے۔ اس سے ایک طرف شاعر نے خود اور دوسری طرف ہر امر و شے کی کیفیت  
 بیان کرتی ہے۔

نظم و شاعری کی ایک بہت سی صورتیں ہیں مگر نظم، موزون کا ہر وہ نظم ہے جس میں ان کی تعداد کی کچھ ہر  
 صورت حال ہے جو آباد کی سیر حیدر کی جتنی گئی۔ اس میں پہلی نظم سے لے کر آخری تک ہر شعر  
 اور قافیہ اور ایک ہے۔ یہاں مختلف چندوں کے چار نظم کے چارے کے مطابق ایک ایک ہے اور  
 اور ہر شعر ایک ہے۔ ہر شعر میں ایک بحر ہی تھا لیکن کر رہی گئی ہے اور ہر بحر کی قافیہ  
 متعلق ہوتا گیا ہے۔ ہر شعر دوسرے سے مربوط ہے اور ہر بحر کا قافیہ ہر شعر میں اپنی جگہ  
 ہوتا ہے۔ ایک ایک شعر کے شعرات و اثرات ہیں اور سب کی ایک ہی قافیہ ہر بحر کی  
 قافیہ ہوتے ہیں۔ یہاں کی پہلی نظم کی طرح ایک خاص لہجے کی ہر بحر کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ ان  
 ہے کہ وہی آباد کی سیر حیدر کی شاعر نے اس میں ہر بحر پر ہر شعر پر آباد کے شعرات  
 سے اس کی ایک ہر بحر کی لہجہ ہے۔ ایک طرف اپنی دانتی سے شعرات ایک ہی ہر بحر کی  
 ہر بحر کے داخل ہوتے کی کیفیت کا نام ہر بحر کی ہے اور ان میں ہر بحر کے نام کا نام ہر بحر کے نام کا نام  
 اس بات پر نظم ہر بحر کے نام میں ہر بحر کی بات کہتی ہے اور شاعر کی

رنگین سالیں گھومتا ہے۔

سے ہیں اظہار کی طرح میں وقت ہر اک ہے دل  
اک جوں پر وہ جڑ سے ہی جھپکا جاتا ہے دل  
دعوت ہوتی ہے جہاں اس گم شدہ دل سے وہ ہمدرد  
ہم کے گھر ہانے سے ہماری زندگی جلی سوسگوار  
پھر بھی ہانے کی طرح اس پر ز کو پانا نہیں  
شکل سے پہچانتا ہوں، ہر یاد آتا نہیں

ایک ہی سوز کی نیت جوں ہی ہے اور شاعر نے اپنی تخلیق ایک بہم آسانی انداز میں پہنچا کر ہے  
وہ پہلا سوز ہے طاریاں نہیں کرتا اس کی موت ایک طوفانِ شادمانہ ہے، پہلے ان کا جہنم جہنم  
کے ساتھ ایک جہانِ مٹی کا وہ دلاور کھول دیتا ہے۔

دووں نظموں میں شاعر اور اس کا محبوب اچھا کر کے ہیں ہے ہر اک اور اس  
کی ایک دونوں یکساں ہے اور یہ کہنیت، بڑی طوفانِ شریعت اور شریعت کی شکل کے ساتھ ہر اک کے  
آتی ہے۔ وہ جہاں دونوں نظموں کے مختلف تجربات ہیں۔ وہی بھی درخشاں ہے کہ ان کا ایک ہی جہان  
ہیں شاعر نے دوسرے کے ساتھ گفتگو کی ہے، یہ کہ "سوز کی کار پر ہے" میں شاعر کا اپنی ہی درد  
درد سے اچھا کر کے ہے۔ لیکن دونوں جگہ، ان کا اور ان کا اور اس کے فہم سے اس طرح ہمدرد  
کہ تا آخر کے ساتھ اس کے شعری اور فنی شخص کی تیز بہت شکل ہے۔ اس صورت حال سے فنی کاری کی  
سوز جہت کا سوز ہے۔ اسی طرح دونوں نظموں میں شاعر کی سادگی اور ان کی سادگی کا پتہ ہے اور  
آج کل کی ترکیب ایک ایک فنی کاری کا پتہ دیتی ہے۔

سوال یہ ہے کیا وہ آج کل کا اعلیٰ اور نیا اسلوب ہے اور کیا اس کا ہم انداز ہے؟  
اس سوال کے جواب کا تجسس کرنے سے پہلے ایک بات کو کہنے چاہیے کہ آج کل کی شاعری میں یہ  
انداز اکثر ہی پر مبنی ہوا استثنائی نہیں ہے۔ بلکہ کئی ایک شعر نگار ہیں کہ وہ ان کی سادگی میں  
مثال کے طور پر ایک ہی جگہ سے بہت دھڑکیاں لگتے ہیں۔

برسات کی ایک نام سادگی سوزی، پانہ کے

انکھاری ہمارے دوست کی چاندنی سٹیم کو  
 دھن بجائے گا۔

لیکن اب نہ ایک جلی اور نہ دوسرا نظم جلی کی تابزداری کا سوا ذکر کیا جائے۔ اس کی وجہ  
 اس میں رہنے کے ایک طرف کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ مذکورہ بالا نظموں کے اسلوب سے مشابہت کر  
 دوسرے انداز میں ایک نیا جہاز بنائی گئی ہے۔ ان کا انداز و طرح گانہ سمیں رہی رہی رہا ہے۔ ان کے انداز  
 و طرح ان کے گانہ کا سراپا بیان کیا گیا ہے۔ ان کی شکل و انداز کا ہے مسلسل و اشاریہ تو  
 صورت و صفات کا اشتعال کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بھی پتا نہ چلا کہ اس صورت و جلی کی کیا شکل ہے،  
 معلوم یہ ہے کہ شاعر کے دل و زبان نکلتی ہیں۔ یہ انداز و انداز کی کیا کچھ پتا چاہتا ہے،  
 قیصر سے بند کے صورت میں شہر کی اس میں نظم کی ایک دوسری عالمی کا نقشہ ہے۔ یہ دوسرے  
 بند میں شاعر اب چاندنی کے انداز و انداز ہے۔ ایک بار پھر چاندنی کی صورت میں اس گانہ  
 کا قیصر و جلی کرنا ہے۔ اس کے بعد اپنی شاعرانہ شکل کا اظہار کرتے ہوئے اشعار کی انکسار  
 ہے کہ یہ کہ تو اعلیٰ صورت ایک شعر میں اس کا ظاہر ہوتا ہے۔

منا تھا یہ کہ عالم اس طبع کے شکرانی

فراد کی فکر نے اس میں نے دی ڈھائی

آوی بند میں میں پڑھنے کے اوقات کی اہلیت ہوا کی گئی ہے۔ پھر یہ کہ نصرت ہوئے  
 اور ہوا و جان کے پڑنے کے انداز سے انداز ہے۔ اور خاتریوں ہوتا ہے۔

نوا کر جو میں نے دیکھا امید مرہٹھی تھی

پڑی چمک رہی تھی گاڑی گاڑی تھی

یہ ایک بیت ہی آگئی اور پھر یہی نظم ہے۔ قلم بھڑکا دل بہا ہے۔ انداز انی فیشن میں اور  
 عکس و نواز بہا ہے۔ اور چند بیت ہی دل کی تصویر یہی ہیں لیکن یہی نظم کی صورت و صورت  
 بدلتی ہے۔ انداز کا انداز ہو کر رہ گئی ہے۔ اور سر سے اور چہرے ہندوں کا ہے۔ چھاننا انداز قیصر  
 بہت کر اعلیٰ پر ہزار کے رنگ و رنگ ہے۔ اور موسیقی کا انداز ہوا اور پڑنے پر نہیں تھا ہے  
 اس طبع میں اور شاعر کا ذہن دیکھا گیا ہے۔ اور اس کے انداز کے انداز پر نہیں لکھا کہ امید مرہٹھی ہے

کاغذ و لکھی کے لیے ہے، سفر کے ہادی رہنے والے، ہمالیہ کی اسید کے لیے، سیاق و سباق سے، وہی ہر ذی بھی معلوم ہو جائے کہ ہر کسی میں کے دوا دہر ہونے کی وجہ سے ہے اس لیے اس میں کی جانب سے دوسری جانب ہزار شاعر نے دیکھا ہے اور :

پیشہ پر جنگ رہی تھی گاڑی گزر چکی تھی

لیکن اگر اس معلوم کو کچھ مان لیا جائے تو پھر ظہور کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے اور وہاں اٹھتا ہے ایک اسید موت دہی سے تھی، ایک سید سے بھی تھی، جب شاعر گاڑی سے اتر کر جنگ کی تیاری کے پاس پہنچا ہوا لکھنے والے، وہی گاڑی کوئی راستے کی نشانی تو نہیں دیکھا ہے، جلدی خون نے سڑ کر مٹی کر دیا ہے اور اب ہر کچھ سید پر غصہ نہ سب شاعر ہی پر ہی مرکوز ہیں۔ لہذا گاڑی گزر جانے سے اسید مر چکے گا، سوال پیدا ہوتا ہے : اسید اس کے ہی مر گئی تھی، جب مٹی کی شاعر ہی :

تاریک کر کے میری آنکھوں میں اک لہذا

جلی سے سر جھکا کر جو سنے تھی دوا

اسی عالم میں ہے :

یہ بونٹ بوجھا رہا، سینے سے آواز لگی

اسکے میں بات نے کر فنی، ماہ لگی

غیب ہے کہ اس نے جو بکا غائب کر کے کی بجائے ہزاروں کی موت دیکھنے کی راحت گوارائی کہاں وہ ہے لکھی لکھ کہاں، ہر شاعر ہی :

ظہور کے عود کا یہ کھنڈن، ان کی پانکھ کی ادنیٰ انکار کے سب سے چاہا، اس ظہور کی ہر کچھ تدریجیت اور دل کشی ہے وہ اس کے ہر پہلو سے اس کے ہنر شاعری اور ان کی ہر کچھ ہے، سب کہ ظہور کی تخیلی ہیئت ناقص ہو کر رہے۔ یہی تصور تخیل کی بنیاد پر ظہور کے معنی کیا جاسکتا ہے، خاص کر وہ تحقیقات میں ہیں شاعر نے اپنے دار و داتا سے محبت و یگانگی پر ایک جام سے ہر انکار و کجالات کے مبرا جانے کی کوشش کی ہے۔

اس صورت حال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں وہ معلومات سے تخیل کی خصوصیات لکھ رہا ہوں



کے ساتھ استعمال کرتے ہیں کہ وہ سری طوت نام ہل چال کے ہندوستانی اصطلاحات کی تفسیر  
کا ہندوستان ہے۔ اس طرح مختلف اصطلاحات کے معنی و خصوصیات ایک ہی قسم کے صاحب کے ہندوستان  
کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

ایک قوی شخص ہے جسے سہرا سادہ جیسی  
گولہ و گولہ لگاتے ہیں جیسا کہ  
بہت ایک توڑنے کے کتبہ طوت اسس کو  
بازل ہوں پرگاہ کی سے میں شخص پر ہندو  
بہتر ایک جی ایک مشورہ ایک تبسم  
میں ہندوئی مسکت گوں اسودہ سحر شال  
کیوں کر بچیں کر لیں ہوں ریزہ رنگ دل ہے  
ہندو غلے میں دیار مسکت ہندو  
ہندو کا جتنی جی میں ہندو میری خواہش میں  
خود میری ہندو گائی میرا شخص ہندو

(ہندوستان ہندو)

ہندو ایک ہے ہندو ہندو ہندو کا ہندو

ہندو کا ہندو ہندو ہندو ہندو کا ہندو

ہندو ایک ہے ہندو ہندو

ہندو کا ہندو ہندو ہندو ہندو کا ہندو

ہندو کا ہندو ہندو ہندو ہندو کا ہندو

ہندو ایک ہے ہندو ہندو

ہندو کا ہندو ہندو ہندو ہندو کا ہندو

ہندو کا ہندو ہندو ہندو ہندو کا ہندو

ہندو ایک ہے ہندو ہندو

(ہندو ایک ہے ہندو ہندو)







## حضرت جوئی کی شخصیت اُن کے اشعار کے آئینے میں

۱۔ میرے اشعار میں دیکھیں مراد دل چکھے واسطے

یہ اشعار کسی اور کا نہیں خود معروف جوئی کی آہستہ آہستہ میں سے نکلیں پرتا ہے کہ اُن کی یہ خواہش تھی کہ ان کی شخصیت کو ان کے اشعار میں جاننی کی جائے۔ علامہ اذہبی نے لکھا ہے کہ ”ان کی شاعری پر کافی فکر کے باوجود میں جب ان کے اس خندہ بدھ میں کو ”راہی کی بات“ کے ”میرے آئینے میں“ پڑھا میں یہ وہ لکھتے ہی ”اشعار غزلوں کا خوب اور پواں کر کے کہ ساروں کے دلزدگی۔ اسے فراموش کرنا اور میری میں خود دلدادہ کر۔ غزلوں کو پڑا اسے میرا گراں غلوں۔ تو یہاں ہوا کہ ان کی شخصیت پر ہر طرف سے گری کی جائے گی۔ یہ خود ان ہی کے اشعار کے آئینے میں چٹنی کی جائے۔ اس خیال کے تحت ان کے وہ اشعار بھی لکھے ہیں جو وہ اپنے کامل فن کا اسلوب سخن سے متاثر کر کے لکھے ہیں اور انہیں دیکھ کر ہوا میں انہماک کر جاتے ہیں۔ غزلوں میں ان کے چند اشعار اس واسطے ہیں

۲۔ جوئی کی فکر اگر کہ ہے سے عوار

فکر سہند و مستان ہے ہمارے

۳۔ ادب اگر اس فراہانی کا میں کو جوئی کہتے ہیں

کہ یہ اپنی صدی کا سنگ و دیوار ہے ساقی



نے آغوش کے غلوں تجھ میں زندہ نہ رہے گا۔ یہاں شاعر نے وہاں کو برا نہیں لکھتا کیا ہے۔ یہاں سے  
 باپ یہ غصہ وہاں کا سار ہے۔ ڈھلنے کو ڈھلنے ہی جیسا۔ "ہر آنگہ میں گرد و پا چلے ہیں۔ غزل کے  
 پاس شہری کے اس مال کا کیا جواب ہے۔" ہڈت ہر جہ میں رہا کر کے کہنے کے ایک عظیم آئینہ دہلی  
 جہاں میں میں میں لگوں۔ ہر جہ میں ہر جہ میں شریک تھی یہ کہ خاک۔ جوئی کی شاعری نے جس اس  
 قلم چارہ کا انکسوں کی کہ ہر جہ میں شاعری کو وہاں کی تھی وہاں کی شاعری کے مقابلے میں رکھ  
 لکھتے ہیں۔" سے

وہاں پہنچ کر کے جوئی کو دنیا کے سامنے  
 آؤ بیٹہ۔ مرنے والے ہندوستان کریں  
 جوش کی زندگی کے۔ بے گھر۔ ہر جہ میں جوش۔ ہر جہ میں جوش۔ ہر جہ میں جوش۔  
 بہت خوب کہا ہے کہ اگر وہاں حاکم سے ایک غزل بیکر تیار کیا جائے تو وہاں جوش ہو جائے  
 دیکھ اس کو خیرا نہ ہو کہ پاس سے بڑی ہانست رہی۔ کچھ ہیں سے  
 آپ درگاہ میں ہاتھ جوش سے دھڑک  
 آئے ہم سب شیراز سے ملے آہاد  
 آئے اسے جوش ترے درگاہ غزل کوئی سے  
 قلم پارسی کا خزاں ہے بڑا بہ آہاد  
 "درو ہے خوب" میں جو مستعد میں جیسی تھی اس میں نہ ہو کہ حاکم شیراز کا ہم ہند  
 قرار دیتے ہیں سے

آر ہی ہے عدائے واقعہ خوب  
 جوش بہت سے حاکم شیراز  
 "فضل و کلام" کے دریاپے میں ہفت ادیب احمد اکبر آبادی نے لکھا تھا کہ "بہل شیراز  
 آہاد میں آہاد ہے۔" ان کی شاعری کا آغاز ان کے وطن چلے آہاد میں ہوا لیکن ان کی  
 وسیع میدان و کلام تھا۔ ہر جہ میں کا احساس درست ہی تھا ہے

دہلی میں آغا خان مری سے کہا تھا یا افسانہ ہر ملک  
 ہیں لکڑی ہریں ہیں میں میں کہا آسٹریڈ ہر ملک  
 شاعری اس کے لیے سب کے لیے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے کو ایک فن کے ہیں  
 دہلی آگیا ہند میں تو جو تھیں فروغ  
 رحمت خدا کی تھی یہ ہر شے ہو گیا تھا  
 انہیں اتنی ہی سے اپنی غفلت کا سواں تھا کہتے ہیں :

اے نور موجود سب کے چلی آ

آگاہ اسے کی نجات ہیں یہی

یہاں تک سے ہر ملک م شہر کوئی مدد نہیں دے گا یہی ہیں

کڑا اسے توکل تک پہنچا سہارا یہاں نہیں ہے

یہاں تک سے ہر ملک م شہر کوئی مدد نہیں دے گا یہی ہیں

مولا نے کہا یہی ہیں اسے دوست

کہوں اپنی فکر میں نہ کہ میرا

میں شاعر آفریں ہیں اسے دوست

بہیں وہ دوست شہر اسے اپنا تھا یہی کہتے ہیں

میں اسے بول اس دور میں ہیں وہ شاعر

اندھیرے میں ہو جیسے شمعیں نسر و ناک

وہ ہیں اس کے آگے مری شاعری ہے

کہ ہے چلی نور اس دور میں ہیں قرآن

یہ نہیں اس کے سوا وہ ہیں قرآن کا کلام

دہلی کے شاعر یہی ہیں اسے دوست

میں اس کے آگے مری شاعری ہے

کہ ہے چلی نور اس دور میں ہیں قرآن

یہ نہیں اس کے سوا وہ ہیں قرآن کا کلام



درین کار آفتگان ہستند  
 چو حسد بی نیویں ہوئے ظہور  
 ہوئے گوشت کا، گرم مہدی  
 اچھا ہے شفت الہ فیذل  
 برت کر ہے پی مسدائمن  
 فطرت کو رو بہ فکر الی کسفن  
 اور میں عزیز و مولیٰ و تہا  
 با خود نفست الہ الی نگاہ  
 لہذا صاحب زبنت کا حبیب  
 حرم میں برکس دین میں قریب

سرور و انداز ہر جہ  
 یہ روز تقصیر فکر و فکر  
 ہوئے زور و فکر پرست ہست  
 دعا و جذبہ و نور ہست  
 سرور کوئی کار و دہی  
 مری و چٹائی بر پچی فکری  
 صفت و تقصیر و بار کسفن  
 ہوئے فنی کی فکریں ہند و نک  
 کام کی کثرت کو عطا و انعام کہ کسفن سم کا فکر کرتے ہیں  
 ہند و بادان عطا و انعام  
 صبر و یک ہمن اور ان کے کام

دل ہی جوئی کہہ میرا کواہر میں نہ

کوہ گوند کے میں غم سہا سہا میں ہے

اس رسم فرما ہے یہ عشق کرم

خودی ز دل ہے ز سحر ز نام

اپنے ہر کو اہل سے ملک دیکھے جانے کی کوئی جانتے ہیں۔ کہتے ہیں سے

میں جنس ہے کچھ اہل جوش سے محب

کرم تو صورت مست دیا ہر کو دیکھتے ہیں

پھر کب کی کس تر دامن کے باوجود

جوئی کو بخلو اپی ہنس پاتا ہوں میں

نہ سنی کہنے کی خواہش میں دل میں موجزن ہوتی ہے کہتے ہیں سے

آؤ پھر جوشش کو دے کر قلب شاہ سنی

دل و دہن سنی و جان ہر تازہ کریں

اپنی من پروری اور بادہ خوری کا ذکر ہے جوش سے کہنا کہہ کرتے ہیں

اور دلجویت دین دیتے ہیں۔ کہتے ہیں سے

کیوں موج بادہ خور دلتی ہے میں باد

ہاں سے موج جوش منی انہوں جھانک

ہر شخص سے نیا وہ شادی کرتے ہے

یا سے

یہ جوش من پورہ شاعر مشیت

جی جوش ہے کرم کب سے کہتے ہیں

یا سے

یہ نام پر ہے نداس یہ نام بادہ خور

واقف نہیں ہیں جوش کے کب سے کہتے ہیں

یا سے

کب جی تو کہتے بادہ خور دلتی ہیں آیت



چند ہی لکڑیوں پر مٹی کے ساتھ ساتھ

نوروز میں گھنٹوں کی گھنٹن لگا رہی ہے

ہر دن گلہ سنی سے غلاب کہتے ہوئے شاد و درد شعور کے آگے سجدہ و زچہ کر رہی ہو گی

یہ کہ ہے " میرے بیان میں سوچ رہی، رو کے سنی پہاڑی چوٹی، غلوں میں دھن میں لگے لگے لگتی

لڑائی لگا رہی، قریبی قریبی لڑائی کا قصہ ہے، تیری نظر میرے ہنسی میں غم ہے، لڑائی لڑائی

میرے نام کا جھٹکا ہے، غم کی بزم میں تیرا نام نہیں اور تان میں تیری گدا ہے، دھوم پیٹنے کے

کی ہے شمع پر کسی کی نظر نہیں، میرے سنی کی چشت پہ ہر پہری تیری ہی لگائی ہوئی ہے میں غم

ماتہ و لڑائی کے کام کا تب رنگ میں چوبے " اس کے کہتے ہیں

اس کے خیال میں غم گردن ہے غلط

ہر شمع کا لگتی ہے لگتی ہے یہ ہوئے

غروب کہتے ہیں جو انداز میں

تیری وہ شادی ہے تیری شادی نہیں

شعور میں کہیں نہیں پڑی ہوئی ہوئی

ہر ہی کی گھنٹوں کی گھنٹوں کی

چوبے کام سے شعور غروب کا نام ہوں

شادیوں پہ غنڈہ میں کیڑا غم ہوں

جیسے لبوں سے چڑھتی ہوئی ہو کام

تیری گھنٹوں سے گونج رہی ہو کام

تو کل جہاں میں شادی ہو کر کرتے ہیں اور اس کی حق تصویریت کو یہاں کرتے ہیں

تو ہر سطر و سطر پر بھی مدد کرتے ہیں کہتے ہیں " شادی ہو کر ہے کوئی ہے شمع کی لہریں اس کے

سرگرم کن رہتی ہے، اس کی زندگی سعاد ہے، بیخوش غم ہے، بہار حقیقت، دولت اس

میں اس کے لیے غنڈہ سعاد ہے، سزا بنا دل چست، ہر غم غم شاد ہے، کچھ اس نوع



۱۳۸

تجھ پر مرتے کام کا ہو آئیں افر  
 چوٹا رہا چون کہتے ہیں شانے ٹھہرا کر  
 وہاں کو ہر دشمنیہ وہ موت تھوڑی  
 طوفان بد فتنی ہوا تو بیا دھڑلے  
 غریبوں کو کہتے بات میں پھر کو توڑ دے  
 صورت تک سدا کے گنبد چوں کو توڑ دے  
 چاہے تو ہم پر سے شانے لیں مسطور  
 لکھ کر کہہ کہیں اسے بید ہونو نہ  
 کسانے میرا غور کر دے اسے جنگ  
 پیدا ہو نہ لکھنے کے اندر دے سنگ  
 غم میں میرا غور کر دے اسے گما  
 جس بندہ بھڑوں سے شانے لگے نگاہ  
 اس میں کے جو پروں سے پلٹے گئے غروب  
 پروں کی لہروں میں پلٹے گئے شباب  
 میرے دہر سے لوند ہر آدمی ہے نہیں  
 افسوس شہید کا خون ہوں برکتی نہیں  
 اس دور میں ایک مہم اس ملک سے بھی غالب آئے  
 لہروں کی آغوش میں غریبوں کو لگا  
 بندوستان غلام ہے کوٹھاپے سرور  
 بندوستان میں پاپ خندان پھر تو کیا

۱۳۹

یوں کہیں میں غمناک تعلق کے باعث سدا تیرا مہم میں دہرایا ہے تیرے ادب کے  
 غم میں کوہِ قافا کی سدا تیری دوسری بات کو جس نے آپ کا اپنی نگاہ کیا ہے آپ بہت کچھ جو کہتے



انگریز میرے وطن کو زبردستی سے لے گیا  
 کوئی دے گا تو دے گا تو دے گا تو دے گا  
 ایک فور و ضرور ہوتا ہے چوں بادلوں کی کہتی ہوئی گند جاتی ہے  
 اسے جو کل فلا پرورد و پتھر بہا  
 کیا کہ گئی ہے گانہ میں بادلوں نہ لایا  
 لیکن دور غوں میں بھی نہ بدیر پرانا جو سرد ہوئے گی نہیں داس ہے تباہی کا  
 داس بڑھنے لگا ہے جب ایک ایک کے ساتھ سفویا ہے میں چھٹے جاتے ہیں  
 کہ شب کو پٹے گئے تو کہ دلتے ہو  
 اب میں ہوں لفظ سوز میں بلی لے جاتی  
 لیکن گشتی میں چڑی مافوق ہیں سن دس انہیں کئی رہی ہے  
 ناک جھاک آج بھی جلدی ہے ہی ملک کا  
 جو رہی ہوئی گئی ہوئی تیرا د میں ہے  
 کہیں کہیں ان کے اشد سے سوس ہو آجے کہ وہ ان کے منتظر تھے اور بزم  
 ارواح ان کی منتظر تھی ہے

جو کل آؤ اگر منتظر ہے بزم ارواح  
 آیا بارانہ رنستہ آیا آیا  
 لیکن ایک دبا دبا سا خیال ایک جھلک کن ضرور دستا ہے  
 اپنے الفاظ کی بیت کو سرد و غن ٹھکے  
 جو فریاد ہے سانس کے نہیں میری بد  
 سر بہذا تو میں اما جیخا ہے لے کر کش  
 کون ہو لہذا کہ میری میرے بعد  
 لیکن کبھی صبر نہ کر گئے ہیں

اہلی ان سادات مراد ناصر و بہروں میں

مجھے شرمندہ گفتار نہ کرنا چاہیے  
وہ آخر پیری سے گھرا رہا ہے، لیکن عوامی مردانگی کہہ سکتے تھے۔

جب شوق شباب پورا پار ہو گا  
دل کو روکنے کا بھی نہ پار ہو گا  
پوری عمر گذارنی فیض و گلہ پوری  
کیونکہ مری فریت کو گوارا ہو گا  
موجودہ کے حدود و تعلیم سے انھیں گذرنا تھا، لیکن حالت سخت ہو گئی، حکومت  
ہو ایسی جا نہ سید ہے

پوچھنے کی ہر جوش کی مدت  
میں کے چلے نظر نہیں آتے  
وہیے انہوں سے بہت پہلے ہی گھوم چکا تھا۔  
اس خاک میں خوابیہ لگا رہا ہے غفلت  
اس گھر میں پہلے ہی کی دولت  
غنی و فخر اگر کسی مرقعہ پاک  
آرام کہ جوش طیب حرکت

انھوں نے تصویر نگاری میں جو 1910ء پر ان کی تصاویر کا دولت کی پہچان اور درست  
کا تصدیق و تہہ کا وہ انڈیا میں پڑھنے والا ہو گئے، لیکن اس کا کتاب نہیں پڑھ سکتے، مصنفہ تھی  
سے وہ غفلت کی سمت سے آئے لیکن خدا  
مجھے جوش گئے سچ مری انہیں میں آ  
اور مجھ کو معلوم کر کے فدا جہاد کو مست  
ساقی مراد سلام جب سے کریں چہ  
مورسے کا نکات اور آواز دے لے لے  
اسے جوشی قوت پر دواز دے لے لے

## ”یا دوں کی برات پرا یک نظر“

۱۔ دو غوی مشق کروں مگر میں ایں کا سفر نہ لگتا چاہی مگر غم شکر صحت میں افسوس کے  
 لیے شوق و لب کی بھونچے غم و غم سے ہی میں کہہ کر یا ہم بھی جنت تک لگی  
 جو ازل کی انصاف سے ہر شاعری کے دہریں مگر اس صدمہ کی وجہ سے میں تک سکا لگا کر  
 رہا کہ ہے۔ اے کائنات میں کہنا نہ تو ہے اس لیے کہ وہ کہنے کے لیے آکر کائنات میں اہل کی برات ہے۔  
 جو چند پاک و نوری ملکوں میں نہ ہو اور نہ اس کا سبب ہو سکتی ہے۔ بلاشبہ یہ اہل کی برات شری  
 وادائی غریبی بہت ہے۔ یہ بھی ہے کہ میں اور افسوس و غم کی۔ برات کی انصاف سے جتنا کہیں دلتا  
 رہا وہ کہتا ہے مگر اس خاندان کے افسوس کہ ہے جس کے کہ اس مگر کایہ آئندہ جس  
 میں راز و نیاز ہوئی ہوئی تہذیبوں کے اندر وہاں بہ آسانی کماشی کہے جاسکتے ہیں۔ جو ازل ایک  
 بہت و اعتبار ہی نہ ہی مگر اس تہذیب کا ایک حق و غریب جو وہ اور اس کے بہت اشراف  
 کی تہذیب تھی اور اس کے اندر میں غوی مشق کے بہت سے سوتے پہنچے تھے۔  
 خود نوشتہ سو دہائیات کو گویا کہنا کہ ہے بعد چند یہ وہ اور انصاف کی عمل ہے۔ یہ  
 ایک اور ایک پر پہلے کے خدو و خد ہے اور اس کی صورت سے بہت کم صنعت ہے اور یہاں سلامت  
 کے اندر لگنے ہیں۔ ان مصلحتوں میں خوشامد و زحمت و زحمت کی۔ یکسر کہہ کر کہ وہ ایک اور  
 میں وہ اس صورت سے قابل ذکر ہیں۔ اس میں خود نوشتہ سو دہائیات صدمہ کی صدمہ کی شوق  
 اور اس میں ہر روز عمل کا افسانہ ہر غریب سے ہے۔ اس کے علاوہ دیگر شوق و زحمتوں میں لگا

اور دکھاتا کہ وہ بڑا ہی عزیز و عزیز دوست ہے۔ اور اس کی خوشی میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی  
 اور اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی  
 مشکل میں ہے۔ اور اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی  
 کے اگلی بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی  
 چکر خیزانہ اور اپنی ذات سے نہیں ہوتی ہے۔ اور اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی  
 ہو سکتی ہیں۔ اور اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی  
 اسی بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی  
 ڈانگے اور اس میں اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی  
 ہے کہ وہ اپنی کئی باتیں کرتا ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی  
 کا ایک ہی بات ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی  
 تیار ہے۔ اور اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی

۵۰۔ نہت کا یہ شوق ہے اس میں نہت کا یہ شوق ہے۔

انہری اور نہت کا یہ شوق ہے اس میں نہت کا یہ شوق ہے۔

نہت کا یہ شوق ہے اس میں نہت کا یہ شوق ہے۔

نہت کا یہ شوق ہے اس میں نہت کا یہ شوق ہے۔

نہت کا یہ شوق ہے اس میں نہت کا یہ شوق ہے۔

نہت کا یہ شوق ہے اس میں نہت کا یہ شوق ہے۔

جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی  
 اس کے ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی  
 کے ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی  
 شام کا وقت ہے اور اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی  
 یہ جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی

”یادوں کی بات ہے“ کے نصرت میں جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی ہر بات میں وہ کچھ ایسی باتیں کرتا ہے جو اس کی



”یاد رکھو کہ ہر بات کا کوئی سحر کر کے وقت سے جو کئی صاحب کے ہی قریب و قریب  
نظر آتا ہے وہی سحر کر رہا ہے۔ جو دیکھتا ہے کہ وہی کہتا ہے انہوں نے یہ رنگ اُڑی توئی کہے  
ہیں۔“

”اب رہی دوسرا سحر کرنا“ سو اس کے باب  
میں بھی یہ بات ہے کہ یہ سحر کرنا کتنا  
کچھ رنگ و بھشت کذب سے واقف ہوتا ہے۔  
دوسرا سحر کرنا یہ کہ کذب کا بیل لگا دیا  
کرتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ بڑا بھلائی کو کر رہے  
اس بیل سے اتفاق ہو گا کہ یہ سحر کرنا و افسانہ  
کا بھشت کے طور سے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ سحر کرنا  
کھاتے حکمت آئیں کہ یہ سحر کرنا کا بھشت  
وہ سحر کرنا ہے کہ یہ سحر کرنا ہے۔ میرے  
نزدیک بھشت صورت ہے کہا جائے گا جو  
سامنے کو دھوکا دے گا کہ یہ سحر کرنا ہے  
کہ یہ سحر کرنا ہے کہ یہ سحر کرنا ہے  
یاد رکھو کہ یہ سحر کرنا ہے کہ یہ سحر کرنا ہے؟

مگر جو کئی کہیں سحر کرنا کو دیکھتا ہے کہ یہ سحر کرنا ہے کہ یہ سحر کرنا ہے  
مگر جو کئی کہیں سحر کرنا کو دیکھتا ہے کہ یہ سحر کرنا ہے کہ یہ سحر کرنا ہے  
جو کئی کہیں سحر کرنا کو دیکھتا ہے کہ یہ سحر کرنا ہے کہ یہ سحر کرنا ہے  
نہج ہر سحر کرنا کو دیکھتا ہے کہ یہ سحر کرنا ہے کہ یہ سحر کرنا ہے  
جائے سحر کرنا کو دیکھتا ہے کہ یہ سحر کرنا ہے کہ یہ سحر کرنا ہے







نواب فقیر محمد گویا پر کسی شخص نے غصہ اور داد و سواد بھائی سہی اور میری پر نیشہ اعمالی  
مضامین ہیں۔ وہ دشمنوں میں لوگوں کی شخصیات پر جوڑنے نے انہماں نہال کیا ہے ای میں  
ہوا میرا ہی نہیں، مسز سرور علی، نیشہ اور مولانا احمد علی، م آج سے کے کٹر کٹر آزاد اندازی  
مالی جہاں، وحید الدین سیلم، سرور احمد علی، اثر افغانی، بدیع الدین، انور ہندو، گلہ سپہی، قمر غازی  
گرگچھری، نماز گھنٹی، اور مسیحی زید کی جیسے مشاہیر شہرہ اور سرور اردو پ سنگھ جی اسی  
سنگھ گھنٹی، مولانا محمد السام، مولانا محمد اختر، مولانا خواجہ رفیع احمد خان، مولانا سلیمان  
مہدی، مولانا علی بگڑا، اسی انداز کی آپ شخصیتوں کے کٹر کٹر ہیں۔ مریج نگاری اور ا  
نارنگی میں ہے مریج نگار کے ہر میں گل اور شہرے میں ہیں، ان کا کس در کچھ اور دیکھتا ہے  
زعمی کے چند گوشوں اور چند انہوں سے شخصیت کا ایک وہ مریج نگار کے گارڈ ہے۔  
میں میں وہ آپ تصویر کا نقش کشیم ہو جائے۔ دوسری طرف شاہی کی نقیب آگاہی  
پہچان ہوئی ہے اور جو جیسے سکیجے اسکو بہت سے جیسے ہوئے ہیں کہ شخصیت کی  
پر ہی کر لیتا، انداز اگر بھی انداز میں آتی جوتی نے صاف گئی اور یہ صاف ہی میں بھی کر لے  
ملو کر رکھا ہے اور اس میں وہ صاحب کے رہاں میں انہوں نے کل اور مصلحت پہنچ کر لکھی  
بہت کم اور ہے۔ انہوں نے جس شخص کو جس طرح سمجھا کہ وہ رہتا ہے اس کے خط  
و لالہ داغ کر لیں، وہ کسی ہے کھلی اور ہے سنا کھلی دکھائی ہے۔ اسی نے ای کے کٹر  
پہچان گئے نظر آتے ہیں اور قادی میں میری دوسری پہچان ہو گیا ہے۔

مریج نگاری میں جو کس نے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ ہر شخص کے شروع میں اپنے ہنگام  
شخص کی اصلی خصوصیات، ہوائی کردی ہیں پھر حالات و احوال کی مدد سے اس شخص  
کی صورت و شخصیت کا مریج نگار کیا ہے۔ مثلاً مالی جہاں کے اسے ہی لکھتے ہیں :-

گھر سے رنگ اور موٹو سے قد و قامت کے خوشبو

ہنگامی، مریجی، اختلاط، خدشات، قزمو شلی

پریشانی، دوا گاری، کالی دوست، قزمو شلی

قلمی، جنی، اور ام کی حد تک راہ (کلاعتا کلاعتا)









جوش کی شاعری میں لفظ اور معنی کا شباب

جو تشریحِ آبادی کی چند سچے نقیصے ہیں، ان میں سے ایک ان کے دو چہرہ شہری تجربوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔  
دوسرا مصدقہ میں آخر کار سچے آثارِ زمین میں، اپنی رہ جائے ٹھکانے اور کھیت بات کو برادر رکھتے ہیں۔  
تیسرا چھوٹے مضمون کو، سرنگ سے نہیں، سو نقشوں میں توہمِ اپنے کے شوقیے سے حکم دیا ہوا  
ہے۔ وہ نقشوں کی کثرت کو اچھے شاعری سمجھتے ہیں۔ نقشیں ہیں اور اشتہاروں کی جگہ پر کثرت کو  
کا وہ چہرہ ال غیال کرتے ہیں اور اس کے یہ رنگوں کو نکالتے ہیں اور ان میں خود ہی خود ہوتا ہے۔ اسی  
نسبت سے نظم میں تاثر پیدا ہوگا۔

جس پر کمال و تعالیٰ کیلئے یہ چاروں درجہ تہذیب کے لئے ہیں ان کی ترقی، تہذیبوں اور متمدنوں کا اندازہ پر رکھ کر کیے تو معلوم ہوگا کہ تہذیب ترقی کی ایک تہذیب ہے چاہے ترقی اور متمدنوں کی دکان لگ کر تہذیب پر نظر ڈالے تو یہ خیال آئے کہ یہ تہذیب نے اپنے تہذیب کے لئے اس شخص کے لئے لکھ کر دیا ہے۔ یہ سب برحق مگر علامہ جہانگیر سے خیال آتا ہے اور اثر سے محروم۔ شاعر کا کہنا کہ تہذیب نے لکھ کر دیا ہے کہ یہ تہذیب کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ تہذیب کے لئے یہ شاعر نے لکھا ہے کہ تہذیب کے لئے یہ تہذیب ہے۔ چنانچہ شاعر کی دکان پر یہ ہے۔ دکان گرا۔ تہذیب ضرور ہے یہ ہے۔ مگر اس تہذیب تہذیب تہذیب کے لئے لکھ کر دیا ہے۔

الغرض خاص کو مزاج اور قریب منظر میں غلبہ کی اکثریت پر نظر ڈالیں تو اس زمانے میں جو کہ کامرانیہ نظر میں آتا ہے اس کی شکل یہ ہے کہ غصہ ان کے یہاں غلبہ کی قوی سے جس قدر کہ ہے، صفت نکلا کر کہتے ہیں اور یہ نکلا کر باقی خوب جھجک رہ جاتی ہے۔ یہ غصہ وسیع میں وسیع نکلا



میں سامانی ہے اور عقلمندی بہ قدر ضرورت غفلت پر کے ہیں۔ اچانک سب کچھ بدل جاتا ہے  
اور نظم کھینچنے کھینچنے ہمارے مغزوں کو گھیر جاتی ہے۔ حیثیت کی انتہا پسندی اور فن کا دار و اطوار مضبوط  
ہے کہ اس قدر ازان کی حرالت پسندی نے شریع نظم کے اثر کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ ان کی بیشتر  
غریبی نظروں کا انہم ایک ہی جیسا ہوا ہے۔

ان کی وہ پیش نظر ہیں کہ کچھ لوگ انتہائی شاعری کے ذیلی میں سمجھنے بیٹھے اور کچھ لوگ ان کی  
انتہائی شاعری کو نہایت لکھنے میں ان کی تاریخی حیثیت جو کچھ ہو اور انہی میں ان کا حال جو  
کچھ ہو، ہر آواز واقعہ بہت کم متاثر کرتی ہیں اور ان کے دل میں جیسے ان کی انہی نظروں  
کو بڑھاتا ہے جن میں آئینہ شکستہ دل اور دل و شہر اور غصہ یہاں لکھا ہے۔ ان کا نامور قول کا  
غضب بہت زیادہ ہے اور یہ شکوک کیا گیا ہے کہ ان بڑوں کے صحن پر شہید کیا ہے کہیں یا نہیں  
کہ "پانچ نظریں" یہ کہہ کر دیکھ گئے۔ ان کے فن و انتہائی شاعری معلوم نہیں ہوتی۔ اس  
کے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظریں اور دل و شہر اور غصہ کا اشتعال ان کو بڑھاتا ہے۔ یہ  
بگڑے ہوئے اور بگڑاؤں کا نشانہ ہے۔

جو ان کی ایک مشکل پہنچ کر پانچ سو علم و حاصل کیا نہیں تھا انہوں نے اور حیثیت پائی تھی  
بھروسہ تھے۔ ان کے دل میں ان کی پانچ سو دل میں ان کی پانچ سو دل میں ان کی پانچ سو دل میں  
نسبت ہوتی ہے۔ انہی صورت میں اگر انتہائی شاعری معلوم ہو تو ان کے اندر ان کے  
ذہن میں تھا اور ان کی شاعری ان کی صورت میں ہے۔ ان کے دل میں ان کی پانچ سو دل میں  
تعمیل کی بات نہیں۔ انہی کے دل میں ان کی پانچ سو دل میں ان کی پانچ سو دل میں  
انہی کے دل میں ان کی پانچ سو دل میں ان کی پانچ سو دل میں ان کی پانچ سو دل میں  
کیا فرق ہوتا ہے اور ان کی بہت سے بچے ہوئے لفظ جمع کر دینے سے مسخریت پر کس طرح حیرت  
آجائے گا۔ انہی کی نظریں ان کی صورت میں ان کی پانچ سو دل میں ان کی پانچ سو دل میں  
کے دل میں ان کی پانچ سو دل میں ان کی پانچ سو دل میں ان کی پانچ سو دل میں  
استعمال پر قیست حاصل ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پانچ سو دل میں ان کی پانچ سو دل میں



دفعہ میں معلوم ہوتا ہے کہ قریب گزرنے والے قندیل ہے، رنگ لڑکا شروع ہو گیا ہے اور  
بے رنگ بن کر اچھالنے پر بنا شروع کر رہا ہے۔ انیسویں بند ہے۔

میتے تھے نگار شام سرائی جو تارا  
گرم چمک چمک قون ہے مردانہ راد کا  
گل ہونک ڈانپھوں کے نکالنے نہ نا  
آن ڈانپھوں کو ہم نے گلشن بنا دیا  
تیرا چھتے تو غیر سے بہا ہو گئے  
جو تیرا کر رہے تھے وہ انار ہو گئے

سولہویں بند: آجی اور بی بی علیہ رحمۃ اللہ پر غصہ تھا کہ غریبوں کو رنگ  
بھانپتے تھے اب جو بند آئے ہیں ان میں ایسے شعر ملتے ہیں، انیسویں بند کے چھ  
آنکھ چھتے نگار شام تھے بہت ہی گئے، دواؤں کی ہی قندیلوں کو دیکھ کر دیکھ کر  
اس طرح پوری نظم پڑھ کر ان سولہویں بند کا جو بند بن کر رہ گیا ہے اور یہ نتیجہ ہے اس شریفی غزل  
کا۔ انیسویں بند ہے۔

سورج کھتا سدا دھنیل دھیر ہزار  
ہیں دھنیل دھیر ہزار دھیر ہزار  
زبور دھیر ہزار دھیر ہزار  
گلشن دھیر ہزار دھیر ہزار  
اب ہر دھیر ہزار دھیر ہزار  
وہ جس نے کہہ کر کہہ کر کہہ کر

دفعہ چھ کر رہ گئے ہیں، غزلوں کی نسبت سے خیال کی نسبت سے نہیں، اصل بات  
وہ ہے جو آخری شعر کے ہی کی گئی ہے۔ چھ شعر ہوں گے بند ہیں، پانچ شعر کے قطعاً ڈانہ اور  
غزلوں میں اور بعض دو قطعہ شمار کا نتیجہ ہیں اور پانچویں شعر کے میں "بہار" لگتے ہیں یہی  
نہاں کا برقص اور بیان کا جو تجربہ اس کے قطعہ نگاروں پر اس قطعہ و سنی کے اس تناسب

کا بھی شاعری سے لگ گیا تھا۔ یہ تو بہت حد تک بڑھا

مضمون جو یہ بیان ایک اہم بات کی طرف مہم اٹا رہا کہ کہنے میں بڑھ کر لفظ و سوجھ بوجھ کی ضرورت کا بخیر تھا۔ ہر شاعر شاعر ہے، اُن کی زندگی اور شاعری میں روزِ نیا ہوتا رہا اور صاف دکھائی دیتی ہے کہ وہ بہت سے کام فرما رہا۔ اُن کا کہنا ہے کہ ہم بھی اسی کی زندگی کر رہے ہیں۔ اسی تعلیم میں میں اس تلاش کے ساتھ ساتھ اپنے لکھنے سے شام بھر بیٹھتا ہوں۔ اور بعض گلوں میں اپنی آواز میں آواز دہن مضمون میں ہوتا ہے۔ یہاں کی صورت نے اسی نظموں میں جو ابھی اصل میں حاصل کر رہا ہے کہ علمی ماسیت کی وجہ سے ذہن تشدد و غبار اور قلبی صحت کی چٹک بھر کرکے سے خاص طور پر صحت اور دل چاہیے اور توجہ امتیاز دینے چاہیے یہ جتنا چاہا ہے امتیازی کے لیے جتنی غالی کر رہا ہے۔

لفظِ ادبی کے اس کاروبار کا ایک اور اہم جزو یہ بھی ہونا چاہیے تھا کہ مناسب اور غیر مناسب ہر چیز کے لفظ اپنی جگہ پر آئے اور وہی لفظوں کا یہ نام خفیہ ہو نہ کاری میں شاعر کو ہم مناسب کوئی ایسا ایسا ہو۔ اس کی بے شمار مثالیں اُن کی نظموں سے پیش کی جا سکتی ہیں۔ یہی صورتِ نظمیں ہیں اور استعاروں کے سلسلے میں سامنے آتی ہے۔ خود کو تشبیہیں تلاش کرنے اور استعارے تراشنے میں جو کچھ کوئی حاصل کرتا ہے مگر یہاں بھی مشکل دیکھ رہے ہیں کہ امتیازی کے ساتھ وہ ان کے ہمارے لگاتے چلے گئے ہیں۔ اُس کے نیچے میں ہوا اور آواز میں کلام اور صورتِ نظم میں مساویانہ رہنے کے بجائے۔ اصل نظموں میں لگتے ہیں۔ اس لیے امتیازی کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ اصل بات ان کے کلام میں وہ جاسکے اور ان کا لفظ اور آواز کا صورت ہے جانشانہ امتیازی کر رہا جاسکے۔ مرزا دہریہ کی ایک خصوصیت یہ بھی یہاں کی جاتی ہے کہ وہ ایک حوالہ کی ایک سو کی نظمیں نظم کر سکتے تھے۔ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوتا تھا کہ نظمیں لکھ کر دہاتی تھیں۔ ان کا مطلب یہی تھا کہ نظمیں جو کچھ کے یہاں نظر آتی ہے۔

قریباً عظیم لفظوں کی کثرت جو یا نظمیں ہیں اور استعاروں کا ان کے بے تکان استعمال کے نیچے یہ ضروری اور ضروری ہے کہ مناسب اور غیر مناسب کا امتیاز قائم رہا ہے۔ یہ ایک وہ شاعر ہے اس کا مناسب نہ کرنا چاہیے گا۔ لہذا ہم بھی اس کے قتل سے متعلق اُن کی ایک نظم ہے،

میر کا لڑائی خون ہے ہر شہادت مہر کا لڑھی اس کا ایک ہر ہے ۔

لے گی افسوسہ ہستان حق در دست

لے مرور رفت جرم نشاط زندگی

لے شہر مسوڑہ نعلین صابر زندگی

لے چاہے مژدہ محراب من و ماستی

لے سناپے گریہ گشت و قرار : احتدام

احتدام لے نہ کے کا و شہید : احتدام

گلدھی لگا شہر مسوڑہ نعلین صابر زندگی کہتے ہیں اختیار کی تہا ہے در اوردہ نعلین کا بھون

پوری نظم پر شناسب نظروں اور غیر شناسب تصویروں کے بے تکان سوال کی نائندہ مشابہت

نظم چھٹے ہم کے اس میں ہم کے ہمارے نظروں کی رقص کاری پہلے ذہن کو اپنی صورت کھینچتی ہے

اس میں کہ وہ غیر شناسب تصویر ہے وہ ان کی کج رنگ پیدا ہوتی ہے اور گلدھی لگا سے ہمدردی

کے بھانے کا صورت چڑی کا شہید جب پیدا ہو جاتا ہے ۔ کسی خوش ذوق غازی کے لیے تحمل

کے ساتھ اس نظم کو چھوڑنا چاہیے اور اس سے غم ناک حادثہ توڑنا ہر دستہ و چین ہو جاتا

ہے شاعر کی افسانہ دانی اور اس میں شناسب سے شاعر کی تصویر زراحتی نہیں کہ بھینچے ہٹ میں چٹکا

کو دیکھتے ہیں ۔ اس نظم کا غازی صورت ناک جنگ غیر شناسب رقص کاری سے ہوتا ہے ۔

لے شہر مسوڑہ نعلین صابر زندگی

لے شہر مسوڑہ نعلین صابر زندگی

لے شہر مسوڑہ نعلین صابر زندگی

لے شہر مسوڑہ نعلین صابر زندگی

اس شہر میں گھر پر غم شکار اور آئینہ صابر کی گلدھی لگا سے دستا بہت کاشی کرتے

رہیں ۔ لے شہر مسوڑہ نعلین صابر زندگی کے بے شہر مسوڑہ نعلین صابر زندگی کے بے شہر

چوٹی کو لہو کا تھا بہت سے نظروں کو بچا کر چٹکا اور اس میں شناسب سے شاعر کی تصویر زراحتی

حال اور افسانہ سے بیان سب کی صورت ہے ان کی انھیں نہ ہو جایا کرتی تصویر ایک اور مثال سے



مہر سے چڑھنے والی کو بھیجیے اور میرا ان شخصوں کے آداب بھی کہہ کر دیجیے۔ یہاں تک کہ  
 لوگوں میں سے اس شخص کو بھی سمجھائی جائے کہ وہ شاعر کے لئے کیا فائدہ ہے۔ انہیں بھی بتائی جائے کہ  
 انھوں نے کچھ بھی لکھا ہے۔ ان کے لئے تمہارا ہے۔ ان میں سے کچھ بھی لکھا ہے۔ ان میں سے کچھ بھی لکھا ہے۔  
 جب تمہارا کلام میرا لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔  
 تو یہ کلام میرا لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔  
 یہ وہی ہے جسے میں نے کہا ہے۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔  
 جو اس صاحب پرکاش لکھتے تھے۔

اس نظم کے آخر میں جب شاعر نے ان کے فائدہ کے لئے کچھ بھی لکھا ہے۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔  
 کے لئے میں نے اس طرح لکھا ہے کہ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔  
 انھوں نے کچھ بھی لکھا ہے۔ ان میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔  
 دانت لکھا ہے۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔

دستور مناسب لکھا ہے

مگر وہ انھوں نے کچھ بھی لکھا ہے۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔

مناسب ہے۔ یہاں سے اس طرح لکھا ہے۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔  
 نے جو ان کی نظموں میں لکھا ہے۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔  
 ان کی نظم نگاری کی شائستگی بھی لکھی ہے۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔  
 آئیں گی۔ انھوں نے جو یہاں لکھا ہے۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔

”لکھنے کی اہم کے میرے دشمن ہیں۔“ یہی لکھنے کی اہم کے میرے دشمن ہیں۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔  
 یہاں کے میرے دشمن ہیں۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔  
 کے اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔  
 آئیں لکھا ہے۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔  
 چاہا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔  
 دانت لکھنے کا مواظفہ تھا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔ اس میں سے کچھ بھی لکھا جائے گا۔





شعر میں آگے بڑھ کر صاحب سے مل کر رہے ہوں۔ اس قدر میرا کہنا کہ شعر میں کثرت و شاعری  
کی بات نہیں۔ اس لیے میں چند باتوں پر اکتفا کر رہا ہوں۔ صورت حال کی وضاحت کے لیے یہ کہ  
کم نہیں۔

کہہ کر نہیں کہوں خودی و ملک الہی

ملا دے غمِ طبع و بارِ سببِ غصاکی

”غیر طبع اور“ سبب غصاکی میں خدا کی نسبت ہے اور غیر طبع ”میں ہی“ معلوم شاعر  
کے خلاف ہے شاعر کی بات کو بگاڑ رہا ہے۔ ”غیر طبع اور“ غیر خدا کے معنی ہیں۔ ”غصاکی“ یعنی  
مشتاق کو غمزدہ بنانے کا وہ وقت ہے جب کہ وہ کسی ”غیر طبع“ یا ”غیر دل“ یا ”غیر خدا“  
اُس کا کہنا ہے کہ میں کی باتوں میں مقصود اور یہ جتنا کہ ”غصاکی“ دل یا حسد ہے۔ اسی  
طرح ”غیر طبعی“ ایسے شخص کو کہیں گے جو اپنے پرگندراں و لٹکے درخت پر بدخواہ بدشاہ

درخت شرفشاں اور حسدِ جفا قیاد

پر تو ابرو پہاڑ سے نہ وہاں لے جاتی

یہ تو اب نہیں ہے تو اب بھی نہیں بگاڑ رہا ہوں اور نہیں تو معاملے کا جو وہ کہاں بگاڑ رہا تھا  
کے معنی ہیں: ”یہ تیرے اذہم پر ہی آئے۔“

یہ شرفِ بجا شرف ہے یہ شرفِ الہی شریف

یہ نقابت کا ہے ثبوتِ انِ نقابت کا حریف

کسی شخص کو ”شرف“ یا ”شرفین“ کہنا تو ٹھیک ہے۔ لیکن ”شرف بجا شرف“ کہنا بدو  
بات ہے۔ اس کے آگے معنی ہی نہیں ہیں۔

تو معانی کا مفید، معرفت کی آگ

اور اندیشہ سے چھلکا ہوا حیر سبک

پشاور کی قلم و کتب خدا کا ہے اس میں ”سجدہ“ ہوا تو مقصود شاعر کے خلاف ہے چھلکا  
ہوا ”سجدہ“ ہے۔ ”سجدہ“ ہیبت کی شائیں ہیں کی باتیں، مگر پھر خیال پاگ ان سب کی ہندیاں  
حسرت نہیں، ہر شخص کی باتوں کی شائیں کو بڑھاتا ہے۔ ایسی شائیں ہوں جو اس کے سانس

جانشین گیا۔ اس لیے میرا بھی وہ خیر نہ نکلاں، پر کشف کرتا ہوں۔ اے سے دل پاک کی بیاد اور فریاد سے  
چند گہا کھن۔ یہ واقعہ ہے کہ جوشی کا کم نظیر اس کے طبع کی جڑ میں ایسا مضامین ہو رہا ہوں۔ جو  
تخصیص بہت سے نظروں کو متوجہ کرنے کے لیے میری آڑ ہوا ہے گا۔ اُس کے یہاں ایسا مقام کا  
وجہ دنا گزیر بہت کم ہیں کہ دین امتیاز کی صورت کمر چھٹکتا ہے۔ یہ اس خطے میں ایسی ایک اور  
مثال ان کی یاد میں اسے پیش کر دینا کا مقصد صرف یہ تھا کہ اسے کہیں "بیاد کی" ان کی شاعری  
کا اثر نہ ہو گا۔ یہ معلوم ہے کہ نظم کے لحاظ سے یہ دہائی میں نظریں عروفت کا گہرا اثر کم ہوتا ہے۔  
لیکن حادثہ کا کیا حال؟ اُن کے مجھے سوہم و صبا کا آغاز اس دہائی سے ہوا ہے۔

و کہ شعور سے بے حساب پائے پائے

ہر انسان میں سو حساب پائے پائے

اگلے حب بجز دل نے سو وصل و کفر

تجسین کے کچھ حساب پائے پائے

جوشی بیان میں شاعر کو بڑی دل میں دہائی میں سوہم سے برآمد نہیں کیے جانے بات دہی

ہے کہ عروفت "سو کفر" لکھنے سے اپنی منطقہ آرائی کی تسکین نہیں ہو سکتی تھی۔

پُر شور دھڑکیوں کو کچھ بہت کچھ دخل ہے۔ یہ امتیازی کی انشودہ نامی۔ اُن کی شاعری

کے بہت بڑے سطح میں طبیعت کو اُنکا صیغہ والی اور دین کو تھکا دینے والی ہو گیا ہے۔ پائے

جاتی ہے۔ اس میں پڑا مضامین ہے۔ شور و دینا ہے اور کچھ نوازی کا۔ \_\_\_\_\_ اکثر نظروں

کا احوال یہ ہے کہ بات ظہر کی ہر باغوشی کی شکست کا بیان ہر باغوشی کا "عروفت سے زیادہ

پُر شور دینا پُر شور نظروں میں چھایا ہوا ہے گا۔ یہ عروفت کی مثال پر کشف کروں گا۔ اُن کی ایک

سورت نظم ہے "اگر دہائی میں نہ آئی؟" شاعر کی ایک تصویر شریعہ کا نظم کے علم میں مستند میں

کو پڑی ہے۔ "مگر عروفت گزری کہ کچھ مسلم آئے تھلا دیا گیا۔" نظم میں اس کا بیان ہے فریاد کیا

تو اگر دہائی میں نہ آئی، مگر عروفت آگے

مضمر کہ ان کب دہائی میں نہ آئی، مگر عروفت آگے

اسی طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح  
 اس طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح  
 اس طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح  
 اس طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح

اسی طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح  
 اس طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح  
 اس طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح  
 اس طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح

اسی طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح  
 اس طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح  
 اس طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح  
 اس طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح

اسی طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح  
 اس طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح  
 اس طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح  
 اس طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح

اسی طرح اسی طرح اسی طرح اسی طرح

مروجہ تصور کرتے تھے اور یہ قصداً غلطی کی دوسری انتہا تھی۔ ابتداء اور جوگی میں ہی نسبت  
 حق پر مشافہت اور زندگی میں چسکائی ہے۔ زمین اور آسمان کا فرق؛ انسانی کو سب حریف  
 فرما کر یا تو پھر یہ تمام غلط اگر سیاسی اور سماجی تصور کا منظر ہو ان سے بڑھ کر کیا جانے  
 اس کے لیے یہ خیال جاننا ہی تھا کہ جس قدر دنیا کی بات کہی جائے گی اور جس قدر زیادہ شور  
 مچا جائے گا اُس قدر اس تصور کا حق اور ہنگامہ یوں اُن کی صلاحیت کا بہت بڑا حصہ  
 ایسی باتوں کی قدر ہوتا رہا جس میں سطحی جوش و خروش اور غلطی کتنا ہی ہو اور یہاں کی روشنی کتنی  
 ہی بڑی صداقت اور قسطنطنیہ کی حد تک بے کرا رہی ہے۔ انھوں نے ایک غلطی کیا ہے،  
 "جوئی کے تصور کو مانے کی مستقبل کی مدت" مستقبل بعید کا تو حال معلوم نہیں مگر ان کے  
 لحاظ سے مستقبل قریب اور ہمارے اعتبار سے زمانہ حال سے تو اس کی توقع نہیں۔ اس کی  
 اصل وجہ یہ ہے کہ انکا دھڑ تو اُن کو مانا جائے۔ وہ جس طبقے سے تعلق رکھتے تھے اُس  
 طبقے کے سادے تفادات زندگی ہمارا اُن کے طبقے اور ترکیب غالب ہے اور وہ آخری ترکیب  
 اس صورت حال سے بے خبر ہے۔ وہ آزاد خیالی کے قائل تھے اور بہت زور شور سے اسی  
 کی تبلیغ کرتے رہے تھے۔ لیکن صورت کا تصور ان کے خیالوں میں تھا جو کسی کو تو راستہ اپنے  
 کے یہاں ہو سکتا ہے۔ اس مسئلے میں اُن کی غلطی خالص مشرق کو پڑھنا ضروری ہے جو اُن  
 کے مجبور کام فکر و کشادہ میں شامل ہے۔ اپنی صورت کا ایک اندازہ یہی اُن کے یہاں نہ  
 ہے اور انہیں وضاحت کے ساتھ "اور" دیکھتے ہو کہ کسی تماشائی زمیندار کے ذہن میں سما  
 سکتا ہے۔ وہ غریب کے قائل نہیں تھے۔ اُسے صاف صاف مجبور اور ادم و خرافات کہا ہے  
 وہ خدا کے بھی قائل نہیں، مگر جب مرثیہ لکھتے ہیں یا جب "میں مجبور ہی ہوں" کہہ رہے  
 صورت لکھتے ہیں تو کفر مذہبی تصور سے ہیں اور یہ بات اُن کی فکر میں بھی نہیں آ سکتی کہ یہ  
 کس پر اتفاق ہے۔ یہ کہ یہاں کہ اُن کی فکر میں خود بڑی غلطی گئی اُس قدر اس تصور کے اثرات  
 بھی پڑتے تھے۔ اور اس صورت اُن کا "صاحبِ امان" ادا اس کے تعلق تھا جسے پہچانتے نہ  
 تھے۔ اُن کی ایک باہلی کا غریب شعر ہے،

تعبیر حسنِ خاں نہیں بد کا ہے  
 تعبیر حسنِ خاں سے بھی مجبور ہے خدا

دوسرے مصرعے کو یہاں داخل کیا جائے گا اسے استصحاب کے تحت رکھا جائے گا اور اس مصرعے کا  
 میں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ جب "خدا" خبر میں خدا سے کہا جائے گا تو پھر اس "خدا"  
 کے بعد اس کی حیثیت کیا نظر آئے گی؟ پھر اس "خدا" کے بعض جملوں کے ساتھ  
 جو اس صاحبِ جبِ حقیقت کے ساتھ اپنا سر جھکا دیں گے تو کیا صورتِ حال پیدا ہوگی یا اتنی  
 کمالات ساری قرآن کی کچھ سی نہیں آسکی۔

بقاوت جو انتخاب ہو گا اور ان سب کا تصور ان کے یہاں سرسبز رہا نہ ہو  
 تھا۔ بات وہی ہے کہ انھوں نے علمی نقطہ نظر سے جو نتیجہ کے ساتھ ان مسائل کا مطالعہ نہیں  
 کیا تھا ان کے حوالہ کو ان باتوں سے بہت دور کی نسبت تھی۔ وہ جب تو لگ ہی آتے تھے کہ ان  
 وقت جو کچھ ان میں ہوتا تھا اس عقلی شکل اختیار کر رہا تھا۔ یہ بھی ہوا تھا کہ ان کے حوالہ میں  
 اپنی اصلیت کے تحت جو کچھ ان کے ذہن نشین کر دیا کرتے تھے وہ اسے تو کچھ دہرہ بہرہ  
 دیتے تھے۔ اس کی ایک دہرہ مثال یہ ہے کہ وہ علمِ الہیہ کے تحت تھے اور خود تو حیثیت  
 کے حامل تھے، لیکن ان کی انتمِ حقیقت کی اور "بطلانِ حقیقت" اندازِ تفکر کی ترجمانی کرتی ہے۔  
 یہ قولِ حق ہے کہ "وہ اس نظم میں دو قوی تھوڑے تفسیر و تفسیر میں اہم مقام پاکستان کے  
 آتے ہیں جو اس حوالہ میں تبلیغِ نظریات ہیں جنہاں ایک کا کوئی تعریف نہ ہو سکتا تھا؟ تو یہ  
 ایک (مخلوطہ جو آج نہیں)۔ یہ نقطہ تفکر کی تبدیلی نہیں تھی۔ یہ وہی چھائی جوش تھا اور وہ  
 کی اقل کا اثر (دوسری شے میری مراد ان کے اثر کی وجہ سے ہے۔ خود تالی کیونست  
 پائی کی پالیسی میں اس وقت جو تبدیلی آئی تھی۔ یہ اس کا اثر تھا جو اس صاحبِ نہایت سادگی  
 اور معصومیت کے ساتھ اس پھر کیا آئے۔)

یہ اعتراف ضروری ہے کہ ان کا بعض اشعار نظمیں ایسی بھی ہیں جو تکرارِ عقلی رنگت اور  
 غیر ضروری تکرارِ لفظی کے ساتھ نہ لگتی ہیں۔ اسی طرح چند قطعات اور کچھ دوسری نظمیں ان میں  
 الفاظ اور معانی کا مناسب برقرار رہا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی بعض عربی نظمیں میں ایسے  
 جملے بھی ملتے ہیں جو جانتے ہی جو عقلی بند سے گراں بار نہیں ہو سکتے ہیں۔ ان کے اثرات  
 میں یہ دیکھیں کہ ان کے ساتھ رہا تھا اس کی اس اشعار نظمیں کی حیثیت مستحکم کی ہے۔



نہا ضروری ہے جانے گی : جو سارے سخن اور ساری دلکشی کو تباہ کر کے رکھے اسے گی۔ جو کسی  
 مستر برداری میں ہے، سخن ساری اور ذائقہ آفرینی میں کچھ اُن کی کمال حاصل تھا، اسی  
 لیے اس کتاب کو دستاویز یا سوانح غری کہہ کر دچھا جائے، اُردو نثر کا ایک پہلو ہے  
 کتاب کچھ کر دچھا جائے، اب اس کی غریباں نمایاں ہوں گی۔ اس سے نظر اور نثر کے  
 فرق کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے اور اس بات کو بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ نثر کی کن چیزوں  
 کی اشتمال نہیں ہو سکتی اور نثر کی وسعت میں کیا کچھ آ سکتا ہے۔

## جوش ملیح آبادی اپنے معاصر مشاہیر کی نظر میں

بڑی شاعری پیش کر رہی ہے۔ مگر ڈرامہ بڑی شاعری کو کبھی غور و دل نہ دے نہیں سکتا۔ کیونکہ جو شعر اس میں خود ہی کو پیش کرتا ہے اور لطیف انداز تھا ہے۔ یہ وہ تنقیدی نکتہ ہے جس کو مصدود نے چند ناقدین ہی سمجھتے تھے۔ جو کار اگہا نہ صلاحیت نہیں رکھتے۔ وہ سمجھ سکیں یہ کہنے لگتے ہیں کہ ہاں جواب چاہی جا رہی ہے مگر یہ شاعر کے ذہن ہی میں نہ آ رہی گی۔ مثال کے طور پر غالب کے کسی شعر کا مطلب آج کے تنقید میں بیان کیا جائے تو ایسوں کی کمی نہیں ہے جو اسے پسند نہیں کریں گے۔ مگر وہ حماقت کے لیے اس شعر کو بھیجے۔

دل ہی تو ہے سیاست دریاں سے ڈال گیا

یہ خدا اور جانوں اور سے تو ہے بن خدا کی

آج کے گرد و پیش میں سیاست دریاں کا اطلاق اگر کشا میں لایا جائے تو اس کا مطلب یہ کہ جسے ہم نے گورا شعر کے معنی بتائے جاسکتے ہیں۔ جو ناموس نہ ہو جائے۔ قرآن کے حکام سے ایک مثال پیش کرنا وضاحت سے جاری نہ ہو گا۔ قرآن کا مطلع طم غریر سمول تھا۔ ادبیات کے ساتھ فلسفہ کا ریلے مناسب انصاف، سماجیات، بشریات و دیگر علوم پر کچھ تو وجود کر سکتے تھے۔ حیثیت پر دینی نظریہ جو کچھ بھی ہو بشریات و تاریخ مذہب کی بدخوشی میں دیکھنے پر بدن ذیل شعر صحیح دل کش نیز موجب احتفاظ ہے کہ اسے

مکمل کر لیا جہاں جب بنا کچھ تو سنو آتی

پکار اٹھے کہ خدا نے ہمیں ہٹا دیا ہے

معرضہ اسماعیل گنگوڑی کی بھی کہا گیا ہے ۱۹۰۳ء کی نکلنے کی وضاحت پیش کرنے کے لیے  
 کہا گیا ہے کہ بڑی شاعری ایک مصرعہ تک محدود نہیں رہتی، وہ ہم مصرعہ و پنجہ ہے یعنی ہر  
 مصرعہ کی شاعری رہتی ہے۔ شاعری سے متعلق اپنے خیالات کو محدود سے چنداں وسیع  
 نے نظم تک پہنچا ہے بلکہ یہ سب کی زبانوں کے شاعروں نے مجموعہ اپنے خیالات نظم تک پہنچا  
 استادی نواب جعفر علی خاں دومم، آگر ٹھکوری کی تصانیف سے ان کے نظریات تک پہنچا  
 رسائی کے لیے چھان پڑی اور فرنگی آڑی کافی ہیں۔ فرقان نے بھی رسائی کو مضامین دینے  
 مانتے ہیں تنقید کا کتاب ہے سورج برآں میں آگ کے تحت فرقان کے خیالات و تصورات  
 کو دیر غور سے دیکھی، اعلیٰ احمد و جرم نے شائع کیے۔

جوش ملیح آبادی نے اپنے Hamorian یعنی سرگزشت حیات میں ان کی ہر بات پر اپنا  
 حصہ ہندوستان میں اگر شائع کی نظر جو سہیلی اس سے وابستہ تھیں کتاب کے مطالعے سے  
 ان پر بانی پھر لیا۔

لے بسا آرزو کہ خاک مشرق

شاعری سے متعلق رائے، تحریکات شعری، ٹکھنوں کی شعری، اصول اپنے استاد و متروکہ، اگر فرنگ  
 ہندوستانی تہذیب و ثقافت، دیوبند، جیسے اہم موضوعات پر ۱۹۰۳ء میں شائع ہونے والی کتاب  
 یاروں کی بنیاد میں کوئی بھی غلط فہمی اور سڑک فحاشی کے علاوہ بصیرت و بصارت کی  
 آئینہ داری نہیں ملتی۔ غرض کہ ہر جگہ میں ان کو سامنے آجاتی ہے سورج برآں جو کہ کہا  
 گیا ہے اس میں گنگوڑی کی رسائی ہے۔

اس پر فریقہ راقی نظر آتے ہیں کہ ان کے ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان تھا ایادری  
 کے گھوڑے۔ مضمون کی کاربن کاپی میں نے جوش صاحب کو رسائی بھی کر دی تھی اور میر  
 ثلث ہند نے وہ شہادہ جس میں مضمون بشمول تھا، جوش کو درجسٹریڈ پر مسٹک سے لکھا دیا  
 تھا۔ برسیں آد کرے اس بات کا ذکر ہے میں مسلم نہیں ہوتا، بلکہ نظر مضمون میں آگر ٹھکوری  
 دام باد مسکین، بھاد چٹگری، تھانی بدایوں، ساغر انداز، جوش کے جوش سے متعلق دیا گیا  
 کا رسائی کے نقطہ نظر سے یہ مضمون لکھا گیا ہے۔

شروعات استادی آؤ ٹکھڑی سے کی جلتے۔ آؤ ٹکھڑی پر یادوں کی برسات سی  
 پڑے۔ ماضیات ملتے جلتے۔ طوفاں ہے یادوں کی برسات چھپنے سے بہت پہلے استغنا  
 آؤ ٹکھڑی مروج ہو چکے تھے۔ ان کے بعد جو کچھ سمجھ ان سے شائبہ کیا گیا ہے۔ اس کو سوا  
 بہت ذرا ہے۔ کچھ محنت سمجھنا چاہئے۔ آگے بڑھنے سے پہلے، اقتضات کا مطالعہ ہو۔  
 مصروفیت ہو۔ ٹکھڑی کے قابل ناز شاعر۔ کچھ بچہ سوان کے استاد جہاں اہم  
 و محض دفن شاعری کے مکروریات و غزلیں، اگر بڑی سب کے درست نہ ہوں  
 قلم اہل نیت کے تکرار ضرور۔۔۔۔۔ ایک ایسے آخری چرلے تھے۔۔۔  
 (اس کے) گل پہ جالے سے تمام شہر پر بہت اندھیرا مگر نہ گلیا۔۔۔۔۔ ان کی  
 موت ایک فرد کی موت نہیں، ایک پوری صدی کی پورے طرز معاشرت کی  
 موت ہے۔۔۔۔۔ ان کی شاعری کا ہی کبھی قافی نہیں رہا۔ ان کی تمام بے شمار  
 خوبیاں سزا ٹکھڑی پر، لیکن ان کا اپنا کلام سنانے کا اس قدر بوجھ تھا کہ سامعین  
 کی محنت برداشت کی پٹیابی بھی بڑے بھگت تھیں۔

(مقامی، ۱۹۵۵ء، ۳۵۔ یادوں کی برسات)

آؤ مروج کو اپنا کلام سنانے کا بوجھ تھا، نہایت طور پر ان کی مثال ہے۔ چونکہ یہ وہ  
 آؤ ٹکھڑی سے میرے مراسم تھے اور میں اپنا کلام سنانے پر ان سے اصلاح لیتا رہا تھا۔ میں  
 استاد مروج کی تمام تر فرہیں سے محبت کرتا تھا اور ان کے وسیع انتخاب غزلیں سے بھرا  
 تھا۔ کبھی کبھی ان کا عنوان گزشتہ کی حد تک پہنچ جاتا تھا۔ ان کا کلام اپنا کلام سنانے کا بوجھ  
 تو لگتا رہا اور ان کے باوجود اپنا کلام سنانے سے اجتناب کرتے تھے۔ جو کچھ سنا تھا کہ  
 وہ کس شے کے ذریعے تھے۔ دراصل وہ ریاست جودہ کشمیر کے قائم مقام رہے ان کے مہاراجہ  
 ہری سنگھ ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ جیسے کہ در و دیوار کے ساتھ ہی مہاراجہ نے اپنے  
 لڑکے کی سنگی کی تصویر کا مصغر استعمال کرنے کی ذمہ داری بھی آؤ مروج کے سپرد کر دی تھی  
 بہت سے بیک وقت ان کی بے حد محظوظ ہیں، لیکن تو مہاراجہ مہاراجی ان کی سنگی سے  
 ان کی محنت پر شکر کا نام لیا۔ ساری صدی ریاست جودہ کشمیر ان سنگی سے اس حقیقت

کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔ عرض یہاں یہ ہے کہ انھوں نے کھیت کے حال سے۔  
 جوئی اور ہزار، صبر کر رہا وہاں کی برکت میں لگا ہوا ہوا ہے۔ سیرا کثیر گئے۔ جوئی  
 کا یہ کہنا کہ وہ جوئی میں اقامت پذیر ہو سکے یا نکل جھوٹ ہے۔ وہ سرکاری مہمان خانہ  
 میں ہے۔ خوار و ملازمت میں شرب بھی شامل کر دی گئی تھی۔ حالانکہ اگر مروجہ تو شرب کو  
 چھوٹے بھی نہیں تھے۔ مختلف خوراک و انعام کی شرب کی ایک اور چیز دیکھی گئی تھی کہ وہاں  
 دی گئی تھی۔ شام ہوتے ہی وہاں شرب پر قوت پڑے اور وہاں کے قریب وہاں  
 وہاں سے نکل کر چل دیے۔ یہاں خانے کے منتظم نے وہاں کو باہر گیسٹ کی جانب جاتے  
 دیکھا تو وہ وہاں کو لے آیا اور کہا کہ "سرکار" وہاں میں جائے پیدل جانا نامناسب ہے۔ معلوم  
 ہوا ہے۔ جوئی نے کیا کیا کچھ بھی دیا یا کچھ کھانے اور چھوٹے چھوٹے کھانے کو دانی خاص  
 ستار ہو گئی تھی اور انھوں نے کہا کہ وہاں کے گزراؤں بہت سی معلوم ہوئی۔ بہر کیف وہاں نے  
 جوایا کہا کہ آپ فکر نہ فرمائی ہم لوگ دیوان صاحب کے ہاں جا رہے ہیں۔ ہمارا کھانا بھی  
 وہاں ہے۔ منتظم سے کہا گیا تھا کہ وہاں کے قریب وہاں سے دیانت کر کے  
 دوسرے خانہ کمرے ہی میں لگایا جائے۔ بے چارہ یہ بیان تھا کہ کیا کیا جائے۔ لیکن جب  
 بات کو اس نے بہت کرتے ہوئے وہاں صاحب کے پرائیویٹ سکرٹری کو فون پر صحبت  
 حال سے آگاہ کرتے ہوئے دیانت کیا کہ وہاں مہمان دیں ہیں؟ پرائیویٹ سکرٹری  
 بھی بکری پر لگیا۔ اس نے دھمکی کاغذ کیا لیکن یہ کہا کہ "بیسویں" ہاتھ ہی میں رکھو۔ میں  
 دیکھ کر جاتا ہوں۔ "آؤ صاحب کے کمرے میں ہاتھ دھو کر چلیں۔ معلوم ہوا تھا کہ وہاں  
 صاحب سمنے کے لیے بستر پر بیٹے گئے ہیں۔ وہاں اگر سکرٹری نے فون پر مہمان خانے کے  
 منتظم سے دیانت کیا کہ وہاں وہاں آگئے ہیں۔ "بیسویں" جواب نفی میں پانچواں لے کہا  
 کہ میں دیکھتا ہوں کہ کہاں گئے۔ پرائیویٹ سکرٹری نے شب گشت کے اہتمام پر میں  
 آفسیر کو فون کیا۔ وہاں میں آفسیر رات آٹھ بجے وہاں کو ساتھ لے کر گاڑی میں تماش  
 کو لگا۔ دھوا دھوا تھی کے بعد فیم باغ میں پہنچے ہی اس نے صاحب کو ایک پرزے کے  
 نیچے داند لگیا۔ فضا کا وہاں وہاں وہاں کو وہاں سے باہر دست دگرے دست بہ دست

انگرسے ملائی میں لے جایا اور وہاں خالے سے گیا۔ جتنے لمبے دونوں کو پہچان پایا، ہتھ پڑا  
 ہوش میں تھے، انھوں نے لڑکھائی ہوئی زبان سے کہا کہ کبھی صبح کرنے پر بھی جوش باہر  
 جانے لگے اور میں ان کو روکتے روکتے یہاں تک آیا۔ آخر صاحب کو یہ تمام حالات  
 صبح کو معلوم ہوئے، پریشانی خاطر ہو گئے، مگر خاموشی نہیں ہوئے، دن ہی روز دیت بات  
 کی گمراہی کے واقعات انکوئی ذکر نہ کیا۔ یہاں نے اصولاً اسببت بنانا شروع کیا تو آخر صبح  
 نے کہا چلو کوئی بات نہیں ہے۔

چشم اور روشن دلہا اٹھاؤ

کشمیر میں ہتھ پڑ جوش کی آمد و خروج کا ذکر ۱۱۹ کی گرمیوں کی چشمپو میں کشمیری ملا  
 کھنڈ میں واقع دولت کمار اثر کشمیری پر استادی مروجہ کے پرنسپل تذکرہ اس واقعے پر  
 روشنی ڈالتی، سیاق و سباق حافظے سے کوہ گئے ہیں۔ آخر مروجہ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جس  
 اپنے استاد عزیز کھنڈ کا کوئی کوئی ذکر نہیں کریں۔ معلوم کیجئے اس کی بات یہ ہزار  
 مروجہ کا ذکر جو گئی ہے کہ یہ دیا، حد میرے مطالعے کے صاف بیرون جوش کی کسی ایسی تحریر  
 تک نہیں ہے جہاں قبلہ نے استاد مروجہ عزیز کا ذکر کیا ہو۔

آخر مروجہ سے اسی واقعات میں دم پڑ سکینے کا ذکر میں نے کیا، دم پڑ سکینے سے مراد  
 ہم وطن تھے، میں وہ بھی پڑنے کے سزاں تھے، میں اتفاق سے سکینے صاحب بھی وہاں تھے  
 دونوں اچل گیر ہوئے، دم پڑ سکینے کی جو امداد آخر مروجہ نے کی، اس کی بہت جگہ جو کچھ معلوم  
 ہوتا تھا، وہ سب سکینے صاحب کی کد سہولت سے تھا، ان کے بھائی کا لڑکا میرا دوست  
 بھی تھا اور میرا چچا امت بھی تھا۔

آخر مروجہ سے میں نے جب کبھی جوش کی شاعری کا ذکر کیا تو وہ اکثر و بیشتر اپنے انہار  
 خیال کو دوسری باتوں میں ڈال دیتے تھے، ایک دفعہ صحت تک میں دھندلے انھوں نے مجھ سے  
 کہا کہ "جو جوش دل پیٹک، مجھ سے اس الفاظ پیٹک، مجھ کی بھی اچھی کام کچھ کچھ و کام  
 ہوا ہے۔" فرق کا درست ہے لہذا تمام تر محاسن و مہیوب سے آراستہ پیرستہ آواز ہے  
 ابتداء کی شاعری جو جوش کی نظر میں سیاری تھی ہے، جبکہ میری دالے میں آتیاں لپکتی شاعر

کم ہی پیدا ہوتے ہیں۔

پچھلے چنگیزی کو چھپا کر جس وقت سے جانا صاحب وہ اتنی عظیم آبادی تھے جو آج کے  
جوتی کی شاعری کو نوے پڑی سے زیادہ سمجھ سکتا تھا۔ ان کی دانے لگا کر وہ محضو میں جوتی  
کی شاعری آگے چل کر وہ خود افتاد نہیں سمجھ سکتے تھے۔ (حیرت ہے کہ چار جلدی کھنڈے سے  
کان پورا جوتی کی شاعری اس سبب تک نہیں پہنچے۔ میر کی لکائی صاحب، بیگم، بیگم  
حافظہ وغیرہ نے کی ہے۔ چچا صاحب سے صاحب کا نام سن کر دائم الخیریت چکا بیگم صاحبہ۔  
اس استغناء پر غور کیجئے کہ حضرت یاسی و یحیٰی منکرانے اور قرآن کے لکے کہ صاحب کا نام  
میری زبان سے سن کر آپ سر سے تڑپ اٹھے۔ انہوں نے آپ سے اور بہنوں  
کو کہہ پڑی صاحب سے بھی اپنے ولیکات کہہ دی تھیں۔ غالب میر سے ہاں استاد خان  
نہیں ہے بلکہ کھنڈے کے شاعروں کے بے میری طرح کہ وہ اصطلح ہے۔ یہ لکے غالب  
کو کہیں کلام بنائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس میں گناہ کو بہت دیکھا نہ تھا ہوں اور اس جوتی  
ان سب سے دوری کا واسطہ رکھتا ہے اور جس سے کوئی پر غافل بھی نہیں ہے مگر یہ حقیقت  
شاہ فرمایا ہے۔

موسم ہوا حاکم جو مسجد کو سے غلام

بہاں تو عورت جو سے کی تھا ہے کہیں آج

کیا بات ہوئی وہ کہانی رحمتہ اقبال کو یحیٰی اور خانی دہلوی اکمال ہو گئی، ہی  
کہا کرتے تھے، سنوں کو بہا لکھ اور جوتی ان کو سے محبوب کی جانب آنا چاہتا ہے۔  
دائم الخیریت نے اقبال کی شاعری سے حاکم سے کہ ان کو چڑا شاعر ثابت کرنے کی کوشش  
کی مگر چچا صاحب فرماتے تھے کہ میری پہلے آدمی اپنا نام تو کبھی محفوظ سے ادا کر سکے۔  
جوتی کے یہاں جگہ بہت ہے، جو وقت کے ساتھ اضافی میں دہلی پر جاسکے گی۔ اور  
انگریزوں کو یہاں جگہ نہیں ملے گی انقلاب اور بدعت کے آج وہ امید بھی نہیں کر سکتا  
عورت خاتہ کسی کو شاعر نہیں بناتے؟ یہ بھی یحیٰی کی دانے۔

خانی دہلوی کے ایک بڑی دوست تھے، شاکر مئی شگہ حسرت جو کچھ پوری میں دیکھ

تھے۔ ان کا لڑکا دائم الحروف سے دو تھانہ مرام رکھتا تھا لہذا وہ اکثر و بیشتر ایک دوسرے کے گھبراتے جاتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ناگ صاحب جیہا آباد جانے سے پیشتر بریلی آئے ہوئے تھے اور اپنے دوست کے پاس فرارکش تھے۔ شاکر صاحب زمیندار کہتے ہیں کہ وہ بریلی میں ایک کوٹھی میں جو دائم الحروف کے گھر سے لڑکا لے کر آیا ہے پر رہتے تھے۔ ان کا پیغمبر بھی وہی تھا۔ خان صاحب جب کبھی تشریف لاتے تو ان کی خاطر وادات بعد انتہام کی جاتی تھی۔ رات کے کھانے کے بعد ایک غزل جو کسی رسالے میں درج تھا شاعرانہ ہفتہ وار اپنا شائع ہونے لگا۔ زیر بحث تھا۔ غزل جو شمس کی تھی، حاشیہ پر لکھتے کہتے ہوئے دائم الحروف نے روک ڈالے۔ شاعر لکھے ہیں :

مخلع عشق میں وہ ناز سبھی دوراں آیا  
 لئے گواہ خواب سے بیدار کہ سلطان آیا  
 لئے کلا ناز سے کھیں باؤں سرم شمس آئی  
 کہ نگاہ میں دوست ہم مستان آیا  
 اور لئے زبیر کہ وہ زہر سسکن آئینہا  
 رخصت آبیان : کہ وہ غارت گریہاں آیا

غزل میں ۳-۴ اشعار تھے مگر حسرت اور ننگہ دو غزلوں کی ہیں جسے تھا کہ کوہ غزل و غور افتخار نہیں ہے۔ حضرت خاقانیہ کی اور جو شمس دہلوی کو شاعر کہہ کر ناظم کہتے تھے یہاں پر سبیل تذکرہ یہ بات بتانے کی ضرورت تو نہیں ہے مگر یہ کہنا ہے کہ وہ لڑکا جسے لٹا کر برقی شکر حسرت کے ان دائم الحروف نے وہ بار یکجست کہہ لیا۔ حسرت کی طبیعت دہلوی ہم شکل تھی۔ ایک ساتھ ایک ہی طرح کا غزل یا مس و طبع سے رنگ یہ دھماکا کھا سکتے تھے کہ شاکر صاحب کوں میں اور یکجست کوں میں ؟ ہر کیفیت بریلی کے اعلیٰ محفلوں نیز یہاں محفلوں میں شاکر برقی شکر حسرت کو سمجھ ہی جیتیت حاصل تھی۔

بریلی کے دیگر نئے اکثر نامہ نگار مسکیت کی یاد تازہ کر رہے۔ وہ بھی جو شمس کے چلار میں چاکر اپنا چلار رہے سے اتنا دھو بیٹھے تھے۔ نامہ نگار مسکیت پر متعدد چلے آتے تھے اور وہ پیشینہ

تھے۔ یہ سوٹ اور بیسول ہیٹ (۱۸۷۰ء) پہننے اور کمر ٹھونکنے پھرتے تھے جو حق صاحب دہلی میں آنے لگا۔ آئندہ کی دولت پر فائز تھے۔ جو حق نے ان سے یہ کہہ کر کہ ان سسر بڑی کی سورت کیس کی فائیل بنکر لائی تھا سکتا ہے۔ دیکھو وہاں کی جیسے جیسے اس کا رد یہ ہے کہ کام ہی سکتا ہوں۔ سکتیہ صاحب ہاتھ میں لائے۔ اور انھوں نے اور اور سے روپیاں اکٹھا کیا اور معلوم رقم جو حق کے ہوائے کر دی۔ اور ان سکتیہ صاحب بکڑی بکڑی لائے۔ کام کام کیا ہو سکتا تھا البتہ وہ رقم شرب کی دولت پر خرچ کر کے جو حق صاحب پہننے وہ پہنے آدم سے چیتہ ہے۔ داخلہ صورت سمجھتا تھا کہ یہ داخلہ کسی اور شخص کو معلوم ہو گا مگر تعجب ہے کہ یہ واقعہ تفصیل سا تو نفی میں کو بھی معلوم تھا اور انھوں نے اس کا ذکر کیا تھا۔ خانہ بزم سا تو بھی اس حالت دی نہیں۔ بزم سا تو مہم نے جو حق کی پاکستان کو بھرت کی داستان جو بگے ستانی تھی وہ اس سے بالکل تعالیٰ نہیں دیکھتی جو حق نے ان کی بات میں لکھی ہے۔ وہ بگے کی پاکستان پہنچ کر وہ حاکم اہلک کے مقام ورتہ پر پہنچاں ہو جائیں گے۔ ان کی بات اٹھانے نے ہندوستان اگر شائع کرائی۔ اور ست جاکے کہ وہ اپنے کرتوت پر یہ وہ لکھا تھا تھے مگر میں اور محترم ہندو کا دھی مہرہ کو خوش کر کے وہ ہندوستان واپس آسکیں اور میدی زندگی بسر کر سکیں۔

یہ ہے ظہیر جو حق ان کے سفرین کی تھوڑی سی۔ من میٹ مجموعہ شعرو حق بنگا اخیر کا حال تھا۔ "سورت آخر ان کی طری نظر ہے جس کے کچھ حصے چند تک وادیاں وغیرہ میں شامل تھا۔ اب کہ کتبہ شاعری جو حق کے بعد ملنے دھن کے قابل ہیں۔ مسئلہ کے طور پر یا دہلی کی بات کے شروع میں دی ہوئی یہ دہلی سے

افزون و جہات کو مرتب کرے

رواد و حیات کو مرتب کرے

اس سے پہلے کہ جیل جاکے سب کچھ

یا دہلی کی بات مرتب کرے

دردِ اوجہات کو مرتب کرنا تو درست ہے مگر انفرادیت کو جوئی کے علاوہ اور  
 کسی شاعر نے مرتب نہ کیا تھا۔ اور ذکرِ نگر سے گاہی موردِ فوقِ ادائی کے بعد ایک دہائی  
 بعد پیش کی گئی ہے جو قدسِ نسبت ہے مگر اس کے بعد چار اشعار پر مشتمل نظم ہے، جو  
 رنگ و رنگ شری سے بالکل جدا ہے۔

پیشِ نظر محض جو گند کے واسطے کے مشاعرہ کی دہائی کے لئے کی گئی ہے  
 کہا گیا ہے۔ اس کو "مار و اعیر" کے تحت ہی لکھنے پر بہت متوجہ رہنا چاہیے کی  
 مدائی میں درج ہونے کے معنی

مادامہ از یہ قصہ کہ گاؤں آمد و فرود است۔

## جوش کا اثر میری شخصیت اور شاعری پر

اولیٰ نامی میں اور کیا میری شخصیت — میری شاعری — لیکن فاکر لطیف، نظم و سبب  
اس موضوع پر تو میری رائے میں کافی کے دھندلوں میں گھول گیا — اور اب یہ خط لکھتے  
کرتے بیٹھا ہوں تو ذہن دھندلنے کہاں کہاں بھٹک رہا ہے ۔

تو دس سال کی میری عمر — مہمانِ ضلع میرٹھ میں میرے ہائے بھائی کوئی مہاراجی  
درجہ، جمہوریت اسکا — اور اس کے تعلق سے کاغذ میں کے ہائے بھائی — ان سے بھائی  
بھائی سید الشیخ علی شوقِ نصیر کی کانگریس پارٹی کے جنرل سکریٹری — قصبے میں بڑا بڑا  
کانگریس کے چھکے منعقد ہو رہے ہیں — میری بھی اسی جلسوں میں اپنے بھائیوں کے ساتھ  
دوق و شوق سے شریک ہو رہا ہوں اور غرض کہ اس کی آمد کی کے لیے میرے ہونے کا  
جنرل دل میں درجوں ہو رہا ہے اور سب اعلیٰ کے جنرات دارا ہیں اس طرح پوست ہونے  
جا رہے ہیں جیسے میرا دل میں جوہر — وطنی نظمیں، نئے ادبیات کی سن کر دل میں کچھ میرا  
ہی لگنے کا خواہش کر رہا ہے — میری دل میں کانگریس میں سہارا بننے کے بعد کانگریس  
کے قیام کی رو ہوتے ہیں — اور چنانچہ ان قیاموں میں ایک جنرل میں کو پیش مراد کے باشندے  
ہیں اس لیے ان کی رہائی پر مراد کے قانون بال میں ان کا شانِ جبر و شاعر ہوتا ہے ۔ یہ واقعہ  
مشہور ہے ۔ مشاعرے کا یہ پہلا موقع ہے ۔ شاعر کا کام یہ ہے ۔ سامعین کو وہاں کا  
شور بلند کرتے ہیں ۔ شاعر کے چہرے پر غم کی اور محنت کا رنگ چھلکے لگتا ہے ۔ بھائی کوئی  
یہ غصا لگے بہت اچھی لگتا ہے ۔ اور ان کیوں نہ اچھی لگتی ۔ یہ تو مجھے میری معلوم ہوا اس مشاعرے

میر نے اپنے دور کے سب سے عظیم شاعر و فنکار کی کونسا تھا جو اپنے نظموں سے آگے بڑھتا تھا۔ اور نقشب پارچی اور دہلے کی کن شعرا کو سنا تھا، افغانی شاعری کا آج تک میر سے دل و دماغ میں اس جانا ہے۔ پھر وسطِ مشرق میں نگینہ آجاتا ہوں اور وہاں میر کی شاعری وادعائوں میں گونجتی ہیں اور دھیر دھیر دہلی۔ آزاد، کاجور، "ہاچوں" کاجور، "نئی دنیا" آزاد، "عشر خیال" دہلی، "میرنگ خیال" کاجور، "شام کا کاجور"۔ دہلی وچھٹے کھٹے ہیں۔ اقبال کی پالی جبریل، جگر کی شعلہ وادعائوں کا گنگ جاتی ہے، مگر پالی جبریل اس وقت عشر معلوم ہوتی ہے۔ جگر کی شفیق شاعری وادعائوں سے لگاؤ نہیں کھاتی جی کی شعلہ وادعائوں پر نگاہیں عشر جاتی ہیں اور میں ہنسے استیلا سے جوش کی دہلی گھر نہیں جوتی ہیں۔ اتفاق سے انھیں دہلی سے ہی بھائی انیل گنیز آتے ہیں اور شعلہ وادعائوں کے علاوہ انھیں کے کچھ پرچے بھی اپنے ساتھ لاتے ہیں، انھیں جوش کی آبادی کی دہلی میں دہلی سے ملتا تھا، اور اس دور میں کے اشعار وادعائوں کے ساتھ ان کا موقع ملتا ہے۔ اور میں اس شاعر انقلاب کے نظموں کے آج تک پاپے دل کو صحت کا ہا صوس کتا پلا اس کی نظموں کا مشکوٰۃ اپنے بیعت میں سوزیت کرنے کی خواہش کا سہرا انداز کرتا ہوں۔ اس کے باغے جو دہلی میں اپنے آپ کو حاصل دینا چاہتا ہوں۔ میں "شعلہ وادعائوں" اور ان کی باہمیات کا مجبور "جنوری وادعائوں" بار بار چھٹا ہوں۔ بیعت سے اشعار جگر پوری پوری نظموں میر سے حافظ کا صحت جاتی ہیں۔ اور آج اس وقت جوش کا کوئی مجبور وادعائوں میر سے ملتا نہیں ہے اور دیکھ اس وقت اس کی صحت میر سے حافظ کے دہلی سے آج بھی وہ اشعار جھانک رہے ہیں جنہوں نے کچھ آفت گردانی دی اور اپنی بات بے جھجک کہنے کی جرات پیش۔ اشعار کی ایک کھٹک رہا ہے۔

لے جی عصر حاضر زندہ تاج نو

وہا ہے ایک میخ کھنڈاں ترے پی

وہابی شعر کے اس شعر سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس شاعر کا اپنے وطن سے کیا

دہلی وادعائوں سے۔ اور وہاں اس سے خطاب کرنے کے وقت جوش کے کالج کے

جہ کو بھڑکرا کر دیا ہے۔

پہیں لے کر لئے نہایت سے درخیزی کا  
 مردانہ کارک انداز کا لای کر دیا  
 ہارک شخص پہن چھری باغ سے ہے  
 شرقی گلن یہ گلن پر گویا ہر ہے  
 ہارک کئے ہر دم گلن کشت کرا کر  
 نے لب فریاد کن میں گلن کشت سے

اور اس کی نظری آگے ہی کر موی شان کو کس قدر بھر دے انداز سے چلیں کرتے ہیں

مردانہ میدان کے خدا لڑنے کے لیے  
 ہر کہ بھری ہر مردانہ لڑنے کے لیے  
 مردانہ ہی باغ سے ہر گلن عشق  
 ہر چال ہر دھار کا اثر کا ہر گلن  
 مردانہ عشق ہے ہر گلن کے لیے  
 گردن پہن چل جاتے کا گلن کے لیے

یہ خاص موی آخر ہے۔ جو اس کی نظری بھری کے بھاگت ڈا ہے اور اسی دن کی بھاگ  
 کی تصویر دکھا کر قریب مل دے ہے۔ — بھری نظری اس قدر پسند آئی کہ ایک دن اس کے  
 موی ایک نظری لای۔ ؟ نکال سے مطلب۔ سب سوچا ہوں تو جس آتی ہے  
 بارہ تیر سال کی موی لای۔ کسی کسی کو نکال کر دے دیکھتے تھے۔ بھری کو بھری دیکھا  
 صورت مل سنا کہ موی لای۔ بھری بھری ہے۔ بھری نظری لای۔ ایک دو شعر لڑاتے ہیں۔

ہر گلن کے گلن ہر گلن ہر گلن  
 گلن گلن ہر گلن ہر گلن  
 دیکھ کس طرح سے ہی بھری دیکھ لای  
 لای لای ہے کس طرح سے ہی بھری لای

اور اس نظم کا آخری شعر تھا۔

مردوں نے بیشتر غم و غصہ مردوں

شوق کا طوطا سے بھینسا دل میں اور بڑا

و شروع شروع میں میں شوق تخلص کرنا تھا۔ بعد میں جو شوق کے ہم قدر تخلص مردوں

کا کھدا اندھیرا پتا پڑا نام کیا دعوت مردوں اختیار کر لیا۔ مالا مال میرا گھر کا نام سید شوقیات  
گیا ہے۔

ان دنوں جو ان کا جین نخرنے کے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ ان کا قصہ کی نظم  
ہے جو انھوں نے تمام حیرت انگیز خطاب کر کے کی ہے۔ اس میں شوق کی کہ رات کا جو ہے کہ  
نہا کیو تو خیر ہے۔ اسی اقبال کے گھر تو خودی سے زیادہ اس نظم میں لکھوائی اندھیرے نفس سے  
اکی خدات میں۔ کچھ شریوں میں سے

میرے جیسے سے اقبال کے پر خطاب نظمیں

شوق کی غصہ وال سے تو دانت نہیں

جو میر ذاتی کا جب قصہ ہوا ہر دند

کھڑے جڑے کہ اس وقت پر بھی لکھا

کہ اوقت میرے غصوں کو جتا سکتا نہیں

کہ غصہ میری گردن کو چھوٹا کر نہیں

میر میں کی غصہ و غصہ سے جانتا لگتا

اور اگر پرستش ہو گئی تو پتہ نہیں لگتا

الہ دینا کیا ہے اور ان کا اثر کیا ہے

ہم خود سے ان کہتے ہیں اور کیا ہوتا ہے

خداوند متعال میں دیانت میرا ہوا کے سزاوات سے اس قصہ لکھا گیا ہے میرا خطاب  
جو ان کا قصہ ہے۔ وہیں تو جیسے بڑے ال گم سر جھوٹے سے لکھے ہیں نے جو شوق کا اس نظم  
سے لکھا کہ اس یا اور میرے کہنے کہیں پہنچے نقش ایسا در تسمیہ لکھا کہ میرے حراں کا قصہ

ہو گیا ہے اور زندگی میں تجھ کو میرے کام آیا ہے اور میں اس جزا کی جہالت و سیرگی کے طبعیت اور غفلت  
 حوالہ دینا کے ساتھ سے وہ چار ہوا ہوں اور وہ مل چار دیوہ کا ہے۔ جوش کے فیض و  
 غضب کو کوئی ٹھکڑا تھا۔ کیا غلط ہے۔

اسے جس کے ذیل تھا وہ وہ سیاہ  
 کاغذ سے تو ہوا خدا کے لیے تھا  
 جوش کو خدا سے شہید نہ ہو تو تھی۔ ایک تجھ کو کہتے ہیں جی  
 لہو کا خام قوم میں پیدا کیا ہے کہ وہ  
 اپنے پاس سے ان کا خیال تھا۔ ج

شاعر نے بتایا ہے اصل یہ جوش کا پتلا  
 بلبل کے ہار سے ہی ایک لب صحت سخن ہے۔ ج  
 "میں گل خوار ہونے پر قادر نام ہے"

اور جوش کے من و مصروفیت کی بھرپور تصویر دہلی کے بعد اتر میں کتب خانہ  
 ملے ہیں۔ ج

"اپنی ہی طرح تھیں یہ بھی خام ہوں گے"

یہ وہی وہی نظم تھی جسے جوش کی اس طرح اسٹاک ہولنڈ میں لکھ کر قصبہ کرادی  
 میں کھو جاتا ہے۔ مگر اس میں ایک جھلک کے ساتھ تو جو قصبہ اندک کے مستقبل کا  
 یا اس کی تصویر پیش کر کے ذہن کو سوچنے پہلے کے لیے مجبور کرتی ہے۔

فرض جوش کی دہلی اور جرات سے بڑی نہیں پڑا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ  
 مجھے اپنی منزل کا سراغ مل گیا ہے۔ اور میں نے جب وطن کو اپنا شمار بتایا۔ ان دہلی  
 تھیں میں غرق شاعر ہوا کرتے تھے۔ ایک مصرعہ دیا گیا ج

وہ عالم ہے فرد من و چند ارجوان کا

میں نے اس مصرعہ پر غزل لکھنے کے بجائے ایک ایسی غزل کی جو سنہری تھی اور پرند  
 کے انگریز اور چنے مصرعے طرح میں تھے۔ اور رنگ وہی جوش کا اور وہی آواز کے بے

اپنی دھن کو دکھانے کا انداز ہے

گرم ہندوب بیاد بڑا ہے وقت بیاد  
کالی کپڑے تیار کس نے دیانگ آواز  
میں کام ہی ہوا، آج کے یہ دن خدا کی  
لہجہ بیکار سے گزری ہیں گھبرا  
غضب اس پر یہ ہے غصہ ہے ہر لمحہ  
کتاب ہے آواز موزوں گھبرا

یہ نغمہ کی بندوباز شوق تھا، بعد ازاں شوق سے یہ ایسی نظر آئی کہ ہم۔ مگر یہ غصہ  
میں بھی تاثر پہنچا کر گیا تھا۔ اس سے اس نغمہ کو سن کر یہ بھی نظر آئے کہ ہر کس  
کی نظر چلا ہے۔ یہ سننے کی بات ہے۔ لیکن مزام یہ کہ گوارا ہوتا کہ چوٹی کا کام ہی ہے  
میں نے شہر و دہلی کا اظہار کیا تھا کہ وہاں کہہ سکتے ہیں یہ مشاعرہ۔ اور میں یہ کہتا  
میں نے چلے جاتا۔ اب میں نے مرام میں بھی کہیں تو ان میں بھی سب دھن کا شعور بندھا۔  
اور وہ دھن جو جتنی کلاب و لہجہ اختیار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن یہاں جو شوق اور کبار میں  
مگر ہر حال کوشش کی۔ یہ ہے یہ شہر کے۔

ہر شخص میں دھن کے نغمے ہیں چڑھ  
سنا نہیں ہے کوئی دھن کی چادر  
کیا پہنچتے ہو شوق اسیران و کمال  
حسرت سے کہ یہ کیا ہیں کی یادگار

سب دھن انسانی دھن اور عورت نفس۔ وہ دھن ہے جس میں کہ میں نے اپنی شادی  
میں بگڑ کر رہا ہے۔ اور یہ فیضان ہے جو شوق کا، شروع شروع میں تو میں نے کھینچ لیا  
دھن کی کوشش کیا اور تغیر جو شوق میں جو شوق ہے کہ کوشش کی مگر سب دھن عقل کی دھن  
نے ان موضوعات کو اپنے طور پر بنا دیا اور یہاں اور انہماک کے انہماک سبب اختیار کیے  
اور کہ جو سبب جو شوق کو تغیر کے ساتھ چلے گا وہ معلوم ہوا کہ ان کے دھن میں یہ دھن

کا ایک لشکر مراد ہے اور نہ کچھ اور استعداں کا ایک خاص حصہ اور آہا سنا ہے۔ جو حق نے اسے  
 شاعر کی ایک نئی کلاسیک حیثیت بخشی ہے اور اس کا اثر اس قدر گہرا ہے کہ آئندہ شاعر ہی کوئی  
 نظر نہ ڈالے۔ یعنی میری فکر کا۔ اس سے بجا ہو۔ اور میری ذہنی اور دست مٹاؤ کا اثر دیکھنا  
 میری زبان پر لکھوں میں جو حق کا رنگ کہیں کہیں آج بھی چمکتا ہے اور ان کی نظریات اور فکر میں  
 یہاں جہاں میں بیان پیدا کرتی ہیں اس میں استہلال کہنے سے گریز نہیں کرتا۔

صاحبِ افغانی کی طرح میں جو حق کی سطر سطر کا راز کا کچھ سمجھتا ہوں۔ قدرتِ خالق کی تصویر کشی  
 کرتے وقت جو وہ جہاں میں جو حق کے ہیں ان کو اپنے اندر جو قلب چاہے اور کم پر جانے لگا ہوتا  
 جو حق کے ہیں وہ وہ ہے اور شاید ان پر اکثر آدمی اور میرا نہیں کے مطالعہ کسی اور کے یہاں  
 نہیں ملتا۔ میرا ان پھر کمال دیکھنے کی حیرت دہشت دہشت ہے جب میں نے پہلے پہل شروع  
 شمع کھلتی ہوئی تھی۔ اور پھر وہی نام ہے کہ زمین میں شوروں کی بھلا بھلا ہے۔

مخالف میرے میں افغانی کی طرح لکھتے ہیں

دلی میں میں نے کے دیا میں پہلے کے ہے

مجھے شاعر کو دلی کا اشارہ کر کے  
 نہ شاعر کے گھنے سائے میں سوجھتی

میرا لکھنا افغانی کی محبت حق کے ہے  
 اگر سوال نہ ہوتے آج کا کافی تھی

میرا لشکر کر آگئے شہابی جاڑے  
 مجھ میں ہے میرے جہاں جانیے  
 صحنی صحنی جہاں کے قافی  
 ہلکے ہلکے ننگ لگانا جہاں سے

شعرا و شاعروں کے صفات پر ہندوستان کے نظریہ نگاروں نے بہت سے جدید بحثیں چلائی ہیں۔ لیکن ان میں دو بنیادی اذکار و ادب کا نام ہے۔ سب کچھ ان کے حوالوں سے ہے۔ اور مجھے اس سے تمدنی خاصیت پورا ہے کہ یہ شاعری کرنے سے پہلے مصوری کرتا تھا۔ نقاش تھا۔ جو شاعری میں انھیں کے ذہن مصوری دیکھ کر کہے ایک راہ لی گئی۔ میر نے تمدنی نظریہ بہت ہی اعلیٰ کیا ہے۔ میری پہلی کتاب "غزل گوئی" میں بھی کہے کہ ایک وہاں سے زیادہ انھیں شاعریت پر مبنی۔ محبوب کا بھول، الم، غم، انھیں یہ راستہ دیا۔ لیکن ان میں جو شاعرانہ دامن نہیں ہے۔ لیکن انھیں کی طرح کہے جوش سے کہی۔ اگر انھیں میں جوش جیسے شاعرانہ انھیں شاعر کے کام کے معاملے میں غور نہ جاتا تو ممکن تھا کہ میں مدنی غزل کے حوالوں سے کہوں۔ لیکن وہ غزل کا وہ تھا اور تباہی بھرا بیت آسان تھا۔ مغربی یوپی کے تھپانی دھول میں جلی پھلکی غزل ہی جیتی تھی۔ یہ اگر اس وقت کی جدید شاعری کی بھول بھلیاں میں پھنس جاتا تو ممکن تھا انھیں ان کے مزاج کی یہ کہہ ہی نہ پڑتی۔ اور نہ مثنویت اور مدحیہ است اور مدحیہ پر توجہ کرتا۔ لیکن مثنویت کا وہ اعتبار

مجھے یاد ہے۔ یہ خیال آیا ہے کہ وہ شاعری کو غزل گوئی کی طرح گھول گھول کر پانی جاتی ہے۔ غزل کے چار چارے مرقعہ مضامین زیادہ تر شاعر۔ مرقعہ شاعر جو ہر ادب و فن کی نگاہ سے باہر ہے۔ اور ان باتوں کو جنھیں تحریر میں لکھ کر جوش سے کہے جاتے ہیں۔ اس لیے شاعری کے لیے مدح ہی ہے۔ لیکن یہ کہنے کا نام لیا جاتا ہے۔ لیکن یہی مثنوی گوئی کہنے کے لیے آدھی غزل کا نام بن جاتا ہے۔ یہ کہنا ہے کہ مدح کے نقاشی کے مطابق میں بھی کہہ دوں انھیں صبح کے لیے مثنوی گوئی کہ غزل کا نام لیا جاتا ہے۔ اور میر کسی انھیں میں جوش جاتا۔ شاعری میرا ادب تھا لیکن وہ کہتی۔ مگر ہے

وہاں جانا ہے تو وہاں جانا ہے  
وہ کہیں تھکے تھکے جانا ہے

قسم کی فزوں سے اک نہ ہوتے کہ جس میری طبیعت فزوں کی صورت جوت ہی دہرتی تھی دہرتی  
و نہایت اس وقت تک میرے ساتھ میری آئے تھے۔ جو حق کی فزوں میں ایسے استاد تھے  
کہ چپ کا ہے

ماہو برقعہ زارک وند کا ہول و زور تھا  
چوں کا قہر کا یہ تھی کہ جس پہلے کا قہر تھا  
بکھڑی اور سونہا لکھ اٹھیں پہلے ہے نور تھا  
میری آہی و زور خود آدم نکا و سیر کی شہاب تیرا

اپنا فر دے کے لیے امانت یا استاد کیا  
جا کے لشکر کی ہر سے آزاد کیا  
اسی صورت کے نام کا فر تھا کہ جب دہر شہاد میں میں نے مقاصد کے لیے پہلی فزوں کی  
عزیز لڑی۔ تو پہلی میں کہا ہے

دو دیکھا آں تک کہ دنیا میں کوئی شادیاں میں نے  
جہاں پہنچا وہی پایا نیا لکھ سہا میں نے  
نہاں حال سے یہ کہ وہاں ہے برگ و شاہ  
بڑھتی تھی کسی دن نسیب بھی گھٹتی میں نے

ایک دھڑکا مقاصد سے یہی طور پہ تھا ہے

جہاں بھی سلسلہ یا نفس کا لڑت جا رہے  
وہی کنگ ننگالی یا بھڑاں دیکھ رہے ہیں !

نہاں سے اس زمانے میں ایک بار تیرہ سالہ کے بچے سے ایسے استاد شہزادہ کوئی ہے  
جو وہاں تو اعلیٰ تھا کہ شہر کے در میں اساتذہ کی ایک ایک ٹولیاں تھیں۔ استاد اپنے  
شاگردوں کی فزوں حسب منشا بنا کر دیتے تھے اور چنانچہ انہوں سے میں نے بہتر شاگرد سے ہی ان کا  
تھا۔ شہر کے ہی فزوں کا لڑتوں میں میری فزوں کی لڑتوں کے سہوں سے گھڑ گئیں۔ اور میری

پہلے ڈھکا کر شادی ترک کر دی۔ اور پھر جو اسے متوجہ ہوا تو انھیں کہیں۔ اور اس خیال سے کہ کوئی سرقہ کا ان سے ہونے کے دن انھوں کو سائل میں چھوڑنا شروع کر دیا۔ اور پھر میری شادی بیچ کر بیچ دہوں سے گرنے لگی۔ مقصد یہ تھا کہ کیا۔ غرض جو رنگ آجنگ جو شہ کے اثر سے طبیعت کا مزہ میں چٹا تھا اس کو زاپہ سفر بنانے لگا۔ جب کہ وہ شادی کی دوسرے آئی تو میں جو شہ کے سنگ سمن کی ملکیت سے تعلق چٹا تھا، مگر چہ چیز جو شہ کا ناقابل فراموش فیض ہے وہ ہے اسے اس کا جہان بھنگ۔ اور دھڑوں کی تلاش غرائش۔ یہ پھر خود امدادی انسان دوستی، عروت نفس، زندگی کو مردانہ وار کرنے کا جذبہ۔ یہ سب کچھ آج بھی میرا تھیں سراپے۔

’غریب افغان‘ کو کمال انصاف کے ساتھ جو شہ نے جس طرح استعمال کیا ہے۔ وہ صرف جو شہ کا ہی فیض ہے۔ نظیر کبیرا ہادی کے یہاں بھی یہ سب کچھ موجود ہے۔ لیکن جو چٹک اور فنکاری جو شہ کے یہاں ہے وہ شاید نظیر کے یہاں بھی نہیں۔ افغان پہلے ہندو کے کافر ہے۔ نہ اسے کہ دو سو سال میں کچھ تو اور کھڑا سونہرا کیا تھا۔ اس فیل کی سب سے خوبصورت اور بھرپور نظر ہے۔ ’دیہاتی بازار‘ اگرچہ جو شہ کی یہ نظر نظیر کا فیض ہے۔ بہت جات احمدی ادواں۔ ہندوستان کے دیہاتی بازار کی اس سے خوبصورت تصویر کبھی ہی نہیں جاسکتی۔ بن کھڑیاں، گز کا ڈھیر، اس پر بھینک ہوئی ٹھیکیاں، پیٹے سے تر ہڑ بچے اور عورتیں، بیل، فخر، گروڑے جس طرح دیہاتی بازار میں سب کچھ ڈھیر کی طرح پڑا نظر آتا ہے، اسی طرح جو شہ نے افغان کے آباد لگا دیا ہے۔ اور لطف ہے کہ ان جتنے لفظوں کو اپنے حسن فیل کے پس سے حسین بنادیا ہے۔ بڑی نظر میں موزوں لگا سہا کیفیت ہے۔ کچھ اس طرح یہ جاہر جتنے لفظوں کو کھینچ کر میں نے انھیں کہی ہیں۔ اور اب تجویز کرتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ بھی جو شہ کا فیض ہے۔ میری ایک نظر ہے۔ ’گھر کا دانی‘

تم اس گھر کو چھڑا گئی ہو  
جسے اب ستورہ لگا ہوا ہو

لیکن تم سے یہ کہا تھا  
 بات کو جب پہنچاؤں ہوں  
 تو نے مجھے لے کے رہن  
 خدا کو تو خدا چہ رہا  
 پھر ہاتھ پٹہ پر سے  
 حق میں آئے گا کھڑا  
 تم کو روکنا کئے ہیں مجھے  
 پھر مجھ سے یہ کہہ گئے اگر  
 تم میں کچھ ہے وہ دیکھ دے  
 کہ آئے گی تم کی دانی۔

ایک دو شاخیں اور — تو پتہ کھسرت کھتا غیر شاعرانہ نقطہ ہے۔ تاکہ مزاج کھٹا تو نہیں  
 اسے اپنی زبان پر لانا بھی پسند نہ کریں گے۔ مگر جو کئی کی دوائی میں یہ نقطہ ہے بدل چکا ہے۔

ایک فوج کھسرت ہے خوشی کی بارہم  
 انسان کو جینا ہی دایا اب تک  
 ایک اور نقطہ کو گس چا کہہ سکتے استعمال کیا ہے۔ — "میں بیٹھا :۔"  
 موسم سے جو ہے نڈالانی تری  
 شکل میں بھی اٹک ہے کہاں تری  
 جڑوں کی میں بیٹھا ہے یہ لے جڑوں  
 کہ خوب گروں میں ہے جڑوں تری

حسن کا سراپا بیان کرنے کے لیے شاعر نے آدھ لطیف اور تاکہ لفظ استعمال کرتے  
 آئے ہیں۔ — مگر جو کئی دکن کی پہاڑی، دوشیز کا سراپا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔  
 یہ نبات کوہ کی کوڑی جوانی ہواں  
 پتوں کا خون پانی کر ہوئی یہ جڑوں

لکھنؤ کے ضمیر پر دنیا ٹوٹتی ہے تجھیں  
 آندھیرے کے پلٹے میں تیندائی ہے تجھیں  
 چنا اچھوتی تصویر :۔ اور ان بنات کر کے رنگ کی رنگ لا خط ہو۔ صرف ایک خط  
 پانا ہو ہے۔ اور وہی کافی ہے۔ خط

”ملاؤں میں پوچھوں گا رنگ تجھیں بے مثال“

اور ایک اور معجزان کی جھلکاش اور مہذب قوت کی تصویریں :۔  
 ”ابن دلوہ کے پٹے سدا خورشید کی رہیں“

کس شاعر کے یہاں ہے ایسی حقیقت نگاری۔ ہر کون ہے ان کے ہم معروں میں ایسا  
 قلم و کلام شاعر :۔ جو حق کے ایسے اشارے کرے جو کچھ ہے ہی میرے حاکم کا ایک صریح  
 اور ان میں اپنی مبالغہ یاروں ہوں۔ جو شہسوار میں کی تھی۔ بھیجے۔ اور بھانپ جو حق  
 کی معلوم ہوتی ہے۔ مگر شہسوار لگائی نہیں۔

ایک چھپر کا گھر۔ لم کے سائے میں  
 کھلتا ہے دھندلے میں پٹا ہوا  
 شام کا وقت ہے اور چوڑھواں سہرا  
 گھر میں ایک بچہ بہتہ جوں  
 پاس روٹی کا ٹکڑا اپنے ہاتھ میں  
 سر کھینچا ہے۔ جانتے ہے کس سوچ میں  
 اور اس کے سے ہی تائے کی نگاہ کے پاس  
 ایک عورت پریشان خاطر آواں  
 پہنے رہا پہیے تندی کی کھنکھن  
 سر پہیے کہ ان صبر کی محنت کے بعد  
 آن بچہ دیکھو دیکھتے گی میں  
 تم حقیقت سے کیوں دیکھتے ہو اسے  
 دوسری میرے آپ کی تصویر ہے

جوش کی ایک دہائی بھی سے لپک کر کھینچے ہوئے ہے اور اس صفت بھڑائی کے کسی  
گٹھے سے غل کر پیرا دستہ دھکے کھڑی ہے۔

جڑی ہونی عقل سے طاقت بہتر

دھوکے کی موت سے عادت بہتر

شیطان اور جہنم کی طاقت کی ختم

سوار فساد کی سے عادت بہتر

میں سب کچھ شہنشاہ دست کے توفیق کی گھر ہوں مجھے اس بابائی نے سہارا دیا ہے  
اور میرے دل میں لگنے ہوئے عادت کے شعلے پر جب کجا دکھ جانے لگا ہے۔

اس بابائی نے اس شعلے کا بھڑکایا ہے۔ یہ شعلہ آج بھی زندہ ہے۔ اور آج  
عادت کا جوا آگ بھٹکنے کے بعد جب میں احمقانہ سانس لیتا ہوں تو جوش کی عظمت  
کو سب کچھ کے درمیان کرتا ہوں۔

خدا کا شکر ہم ایسا دانا سے ہوں آواز

کو میرے پاؤں میں زخمی عظمت کی نہیں

نہیں جہر سزاؤں کو کچھ کہوں سید

کو اور پادشہ عقلی کی۔ ان طاقتوں پر

اور ان ظلم ان اشیاء پر ظلم ہوتا ہے۔

میرے ہوس سنگت سے اب بھی چٹکری

پھر کچھ ہی میرے خفق کے پر پھلا

جھجھکاتی ہے کے میرے دل کی چٹکی

بھٹکتی ہے مجھے میری گم شدہ عادت

پچھلو جوش کی اس حرکت آزادانہ کے دائر کے بغیر، عمل رہے گی۔ جس نے ہماری جہاں  
عظمت کے درمیان انگریز کی سامراج کے اعلان میں ذرا دل پیدا نہیں کیا تھا۔ جوش کی اس نظم سے  
میں نے ہی نہیں۔۔۔ اس طاقت کے ہر شاخوٹے اثر قبول کیا اور اس سے ملنے جیتے ہوئے عادت

پتھیں لٹکرا کر اس اثر انگیزی کا ثبوت دیا۔ جو شکر کا وہ نمونہ ہے۔ کہیں کی حکومت۔ کچھ  
اشعار دیکھیں اور سمجھ آئے ہیں۔

کس ذرا دل سے کہہ دے یہ کائنات میں سدا گرو  
وہ یہی سادہ سادگی کے نام کو اور سدا گرو  
لگے لگتے ہیں کہ جتنے بھیڑیے ہیں بھڑا  
بھڑیے کے بارہ گولے پٹے ان دھکا  
دھکے ہیں کہ خوش خود سدا گرو کی گلی پر  
پٹے کا پانی چڑھا دو جڑیں کی گلی پر  
بھڑا گئے ہیں کہ حکومت بڑے کے حکم کو لے کر گئے ہیں۔

پاؤں پر نہ لے کر گئے ہیں  
کہیں کا سدا گرو نے تم کو شاکر کے گھر  
بھڑا گئے ہیں کہ بہت اور جیسا کہ وہاں کے گھر کے سدا گرو نے کہہ دیا ہے  
بھڑا گئے ہیں کہ چھپ چھپنے کی کیفیت میں کہتے ہیں کہ فرما دے

وہ سے چھپے ہو گئے آواز کی جگہ میں  
کیا خدا نا کر وہ کچھ سوچا لگتا ہے پاؤں میں  
گرجا میں کی زابا دی زو دیا نے میں ہے  
ظہر تو ہے اسب نازی کیا شفا خانے میں ہے

اور احتیاط کہ پہنچتے پہنچتے یا لنگر شہر پار ہو جاتی ہے اور جتنی نہایت تو ان آواز میں  
پہنچا تو سامراج کو دکھاتے ہیں اور اس کے وقت کو آئینہ دکھاتے ہیں اور اس کے سپاس دال  
کہ ہمیشہ ہی گویا کہتے ہیں۔

”دلت کا فریاد اپنا سر نہ دلی لٹکا نہیں  
موت کی لٹکتی ہے یہ فریاد کی لٹکتی نہیں  
کلیں کی دلت لٹکتے لٹکتے مضمون کی  
جس کی ترقی کو حکومت ہے نہ خدا کو نہ“

چھپا اور جوت کرتے ہوئے لفظ محسوس ہو تا ہے کہ میں نے کیا کیا دیکھا اور کیا نظر یوں  
سے دیکھا جو جوت کی نظروں سے اکثر قبول کیا اور دل میں دامن کھست کے پائے ایک نیا حلاوت  
اور دلچسپ محسوس کی اور جنگیہ آوازی کے دوران اس طرح اظہیں کہیں ۔

اسی ملک کے دانے دانے پر اور پاروغامی پیدا ہے  
ہر شخص یہاں زندگی ہے سہرا سندھ و سراب ہے  
ہر پائے گل پر پانہوی نظریہ و علم پر پابستہ  
محسوس و دل کے اچھے برے جذبات کا غول پر جاک  
اس ملک کی گون پر ہی بھی عزت و قدر لگے پتے  
دخون پر بھی ایک وصال کی دھواں کے نسل کے پتے  
یہ ملک ابھی تک بجز اسے نصرت کی گویا نہ غیروں میں  
شیدا کیا یہاں کے باشندے دنیا کا تھیکا کھانے کے

اور نظم و آواز کے بعد عربی نظروں کا حکوم اور ان کی طرح خود ہوا ۔ اور تیر دہائی میں ان کی شکست  
اسی نام اور بہت سی تاریخی شخصیات پر دانے دانے کے میں کہ غریب و کفیل غول ہے اور جو رہے ہو  
اچھے اور نئی ہی پر پیش کیے جا چکے ہیں ۔ ان دنوں اور دہائی نظروں میں میں نے اپنی نگاہ  
کو سمیٹا ۔ اور اہل نظروں میں ان کو قابل توہم کہا ۔ اسی عشق و سفر میں مجھے غریب و کفیل  
اور جوت کی کے زہد بیان نے جگر پر محسوس دکھائی ہے ۔

اکثر قبول کرنے اور عقل کے سفر میں جوت ہے کہ ان سارے واقعے ہے جو میں نے اس نام پر  
محسوس میں جوت کیا تھا کہ بعد اس ملک کے پے پے اور ہم اور وہ تمام اندرونی جوت کی پائے کے  
آہستہ آہستہ گناہ ہے کہ جھٹکا ہے کہ ان کے گناہ میں غریب و کفیل کے حضرات سے دلچسپی ہے  
اور میں میں شادی اور زبان و زبان کی ان گناہ کا مطالعہ کیا ہے ۔ یہ وہی نہیں کہ گناہ کا میں نے جوت  
اکثر قبول نہیں کیا ۔ اور میں ان میں گناہ نے بے باعث انکار و تصور کرتا ہوں کہ میں نے جوت کی شادی  
کے جوت کی ہے جو جوت کے سننے کے اور ان کی زبان وانی سے دلچسپی ہے کہ ہر جوت کے جوت  
قیمت جوت ۔ جوت جوت شادی کی غریب و کفیل جوت جوت جوت سے ان گناہ ہے اور وہ ان کی  
کرتے کے سزاوت ہے ۔











ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں اس کے حالات بد نہ ہو چکے ہوں کی صورت زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔

(۳)

میری یہی پہلی فکر کہ اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔ اس سے نہ کبھی یہ فیصلہ نہ ہوئے کہ اس میں کبھی اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔

(۱) میری یہی پہلی فکر کہ اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔ (۲) میری یہی پہلی فکر کہ اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔

میری یہی پہلی فکر کہ اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔

میری یہی پہلی فکر کہ اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔ اس سے نہ کبھی یہ فیصلہ نہ ہوئے کہ اس میں کبھی اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔ اس سے نہ کبھی یہ فیصلہ نہ ہوئے کہ اس میں کبھی اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔

میری یہی پہلی فکر کہ اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔

میری یہی پہلی فکر کہ اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔

میری یہی پہلی فکر کہ اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔

میری یہی پہلی فکر کہ اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔

میری یہی پہلی فکر کہ اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔

میری یہی پہلی فکر کہ اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔

میری یہی پہلی فکر کہ اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔

میری یہی پہلی فکر کہ اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔

میری یہی پہلی فکر کہ اشتداد سے رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے ہرگز مصروف زندگی میں بھی نہیں  
ہوئے۔

عقلمندوں کی باتیں ہم پر کچھ ہیں۔

(موجودہ مرتبے کے کچھ سوار ص ۱۰۱)

جوتن کے اس بیان کے مطابق سرکاری اور اعلیٰ صفائی کے موجودہ سواروں کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔  
 کچھ سواروں کے لیے جوڑے دیئے گئے ہیں۔ ان کے وجود مرتبے کے کچھ سواروں (۱۰۰۰) اور  
 کم از کم جوڑوں کے ابتدائی مرتبے "آؤڈن" میں ان کی مرتبے کے حقدار بنائے گئے ہیں۔ ان میں  
 پورے سواروں، جنگ، شہادت اور ان کو غیر ملکی فوجی نے بھی ملے ہوئے ہیں۔

"آؤڈن" کے ۱۰۰۰ کے چھوٹے میں جوتن نے سواروں کی تعداد ۱۰۰۰ کے سواروں کی  
 کے سواروں کی تعداد ہے۔ ان میں جوتن کی بہت سے صفات شامل ہیں۔ ان کی تعداد ۱۰۰۰  
 سے لے کر ۱۰۰۰ ہے۔ ۱۰۰۰ میں جوتن کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔ ان کی تعداد ۱۰۰۰ کے سواروں  
 کے ہاتھ دے جوتن کے مرتبے "آؤڈن" میں ان کی تعداد ۱۰۰۰ کے سواروں سے ملتی ہے۔ اس  
 مرتبے کے چھوٹے میں جوتن کے ۱۰۰۰ کے سواروں کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔

لے کر ۱۰۰۰ کے سواروں کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔ ان کی تعداد ۱۰۰۰ کے سواروں سے ملتی ہے۔ اس

ان کی تعداد ۱۰۰۰ کے سواروں کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔ ان کی تعداد ۱۰۰۰ کے سواروں سے ملتی ہے۔ اس

کیوں تیرے خیالات پر عمل نہیں کرنا۔

کے نام سے تو سوتن کے سوار ہیں۔

نہیں کی جاتی کی جوتن کے سواروں کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔ ان کی تعداد ۱۰۰۰ کے سواروں سے ملتی ہے۔ اس

نہیں کی جاتی کی جوتن کے سواروں کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔ ان کی تعداد ۱۰۰۰ کے سواروں سے ملتی ہے۔ اس

سواروں کی جوتن کے سواروں کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔ ان کی تعداد ۱۰۰۰ کے سواروں سے ملتی ہے۔ اس

کچھ سواروں کی جوتن کے سواروں کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔ ان کی تعداد ۱۰۰۰ کے سواروں سے ملتی ہے۔ اس

(جوتن کی جوتن کے سواروں کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔ ان کی تعداد ۱۰۰۰ کے سواروں سے ملتی ہے۔ اس)

"آؤڈن" کے چھوٹے میں جوتن کے سواروں کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔ ان کی تعداد ۱۰۰۰ کے سواروں سے ملتی ہے۔ اس  
 پورے سواروں کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔ ان کی تعداد ۱۰۰۰ کے سواروں سے ملتی ہے۔ اس  
 جوتن کی جوتن کے سواروں کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔ ان کی تعداد ۱۰۰۰ کے سواروں سے ملتی ہے۔ اس





جہ درگ صورت کا سنے نہیں دیکھا      کاغذ کی بجلی ناکر چلتے نہیں دیکھا  
 کام کو بھی پڑھتے پھلتے نہیں دیکھا      سڑک ہے ، روڈیں سے نہیں خبر دیکھا  
 دولت ہے کس قبریں دریاں کہاں ہے  
 اسے خاک بنا دے تو یہ کن کہاں ہے

(آج کل کی آبادی کے لیے سوانح ۱۹۵۰ء)

میں یہ انتخاب مستطاب کو دیتی ہے جو توئی نے اس کے چہرے سے یاد ہے وہ کی زندگی  
 کی سنگینوں میں شقاوت کو شادانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ اسی سہجے کے آخری حصے میں آج کل نے  
 بلب نادی کے چہرے کا ہولناک و پرہیزگار

پھر تو ہے ان کا لب لباب سے سینا      پھر تو ہے اب دل میں ہے کلام سے سینا  
 پھر تو ہے جس سے ذہن کا ہم نے سینا      پھر تو ہے جس سے صبر الزام سے سینا  
 فدا فیروز و دلور شہر سے ہوئے  
 پھر صبر کے گھر کی خبر سے ہوئے

پھر تو ہے دل سے اس کا شہر      اس میں رہتی ہے یہ پھر تو ہے  
 پھر تو ہے یہ وہی دھڑکے شہر      پھر تو ہے یہ وہی دھڑکے شہر  
 شہر نہ گئے بھلائی غیر مسخران سے

اس کا ذکر کیا کہ عزم سے سینا سے  
 بن کر ہے یہ وہی پھر تو ہے شہر      گرنے پر ہے کنگرہاں میں غم کے شہر  
 پھر تو ہے شہر کی حالت ہے یہ شہر      آسمان جہاں سے شہر کی آگ  
 شہر کو اپنی آہٹ کے چہرے میں ہو گیا ہے  
 ہاں پھر تو ہے شہر کی حالت کو ہو گیا ہے

اسے دستور اراکے کے ہائی کا واسطے      اب تو شہر کی شہر دہائی کا واسطے  
 شہر کے ہر کی دہائی کا واسطے      اب تو شہر کی شہر دہائی کا واسطے  
 جو حق ہوئی جو ان آہنگوں سے کام لے  
 ہاں تو شہر کے واسطے کو شہر

از پی گلشن سے ہے دنیا کا تہب و تریں      ہر کام ایک بعد از ہر مہر مہر ملک حسین  
 بڑھے رہو یوں ہی ہے تسیر عشق میں      سینوں میں رہو بھیاں ہوں نہ بھلاں و یا حسین  
 تم میری ہر سبب اللہ کو پسندو  
 اسی خیر و بد کا وہ بھی اکابر دو  
 دیکھو وہ تم غم کی وجہ سے بڑے ہو      اپنا ہی نور و مقرب وہ ہے بڑے ہو  
 بڑے ہی خوش اب وجہ سے بڑے ہو      وہ ساتے چاہتے اب سے بڑے ہو  
 آئے رہو گے اور یوں ہی اس میں کہ  
 آئی ہے آستیں کو پٹے دو نہیں کہ  
 (وہاں سے آگے کے سچے ہو وہاں سے)

(۵)

قدیم مرلی بخش اور محبت کا دمان و سحر خانگر جدید مہرے میں دعا محبت سے نہا  
 اعلیٰ کے جگر پائی۔ قدیم مہرے غامبی اور اعلیٰ حکم کی جدید مرلی قوی اور اعلیٰ حکم کی گہلا  
 قدیم مرلی دعا کی دعا کی اور دعا کی کو پڑھو، جدید مرلی دعا کی دعا کی کے سبکی کا ترجمان اور  
 اعلیٰ محبت سے زیادہ حقیقت کا لکھنا کا ترجمان گہلا

(۶)

قدیم مرلی اپنی تمام کرد و محبت کے بار میں اپنی میں کا دمان و سحر خانگر جدید مہرے میں دعا محبت سے نہا  
 بڑھی جدید مہرے نے اپنی اعلیٰ محبت کے اعلیٰ میں کا دمان و سحر خانگر جدید مہرے میں دعا محبت سے نہا  
 انداز میں دعا کی دعا کی اور دعا کی کو پڑھو، جدید مرلی دعا کی دعا کی کے سبکی کا ترجمان اور  
 اعلیٰ دعا کی دعا کی اور دعا کی کو پڑھو، جدید مرلی دعا کی دعا کی کے سبکی کا ترجمان اور

دعا کی دعا کی اور دعا کی کو پڑھو، جدید مرلی دعا کی دعا کی کے سبکی کا ترجمان اور  
 دعا کی دعا کی اور دعا کی کو پڑھو، جدید مرلی دعا کی دعا کی کے سبکی کا ترجمان اور

(وہاں سے آگے کے سچے ہو وہاں سے)







مے آگ کے باب میں توئی کے غلو بدتم کی گویاں دیکھو۔

آگ دہاتی تھی، دودھ جی، آگجی، آگ جروانی، دودھ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ

آگ دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، آگ جروانی، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ

دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، آگ جروانی، دھوٹ دھوٹ

دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، آگ جروانی، دھوٹ دھوٹ

آگ کی جروانی، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ

دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ

دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، آگ جروانی، دھوٹ دھوٹ

دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، آگ جروانی، دھوٹ دھوٹ

دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ

دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ

دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، آگ جروانی، دھوٹ دھوٹ

دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ

دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ

دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، آگ جروانی، دھوٹ دھوٹ

دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، آگ جروانی، دھوٹ دھوٹ

دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ

دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ

دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ

دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ، دھوٹ دھوٹ



سونچا دے دیا ہے کہ کوا ذوم ہوا دم      شب ٹھیک و عرم ہے دشت بی وشم  
 صبر کجا و غیر است مخرط کی قسم      اس راہ میں ہے صورت یک انسان کا قسم  
 جس کی رنگ میں نقش و بدو نہیں ہے  
 جس سورہ کا اسم گرامی حسین ہے  
 ہر ایک شای کشد دہانی تھا کہ حسین      گیتی ہر مہل کی بر لٹانی تھا کہ حسین  
 بو ظر کا امیر بخانی تھا کہ حسین      ہر ایک سوز و درد کا بانی تھا کہ حسین  
 جس کا ہر کاظم چہاں ہے بے ہوش  
 ہر پند میں خالق کا طرف ہے بے ہوش  
 ہر چند الہی حمد نے جاوید بار عسا      ہر جہان کے گونا گونا گویا شہید ہی کر بلا  
 ہائی رہے نام زمیں پر حسین کا      مسکین کسی کا قند و جزو و چلی سکا  
 عباس نامور کے ہر سے نکھلا ہوا  
 اب تک محبت کا علم ہے کھسکا ہوا  
 (نوشیح آبادی کے کھیلے میں درآدہ)

(۱۴)

مروج مروجی ماسکین کے نامی عقائد اور مذہب کو چھوٹے والی ایک تاخرانی نظم جو جید  
 مروجی تاخرانی نظم سے زیادہ سب ایک منظر اور حد فلسفہ و نظم ہے۔ جید مروجی کا مروجی اور سنگ  
 جید زیادہ بلند ہوا اور اسے حکمت کہہ سکتے ہیں۔ تمام مروجی اور اسے انہماک کی تا کام نکھلتے تیر  
 کا کابل (اب فرات میں) اور عقائد و فکر و غیر (مسعود)  
 جید اور مروجی کے ان مثبت پہلوؤں کے ساتھ ہیں اس میں بھی کئی چیزیں ملتی ہیں۔  
 جنہیں فکر و انداز کہ جید اور مروجی پر اصوات و اداس کے دوسرے ہندو کے مروجی  
 ہیں۔ یہ اس میں بھی کئی چیزیں ملتی ہیں۔  
 جید مروجی میں وہ خفا کہ کہہ کے یہاں سے فراہ ان واقعات کے اسباب





## جوش بہ حیثیت نثر نگار

جوش کا آبادی کا شمار اردو کے بڑے شاعروں میں ہوتا ہے۔ بیوی بھائی کے  
 اردو خواہ میں انتہائی کے ہیں جتنی مسکرت، عزت اور مقبولیت جو نثر کو نصیب ہوئی  
 کسی دوسرے شاعر کو نہیں ہوئی۔ انھوں نے دعوت شعور ملک کی ہر سطح پر باذیاد پیش  
 بحر نصف صدی سے ہی زیادہ عرصہ تک اردو کی شعری دنیا میں اپنی گھن گھٹ سے اپنا  
 وجود قائم رکھا۔ ترقی پسند تحریک سے لگے وابستہ رہے اور تحریک آزادی کے سلسلے میں  
 اپنی جو شلیخ اور دلی کو گرا دینے والی نظموں سے سامراجیت کے پادشاہ کو کھجور لڑانے  
 دیتے۔ ان کی بہت سی نظمیں اور اشعار زمانہ خاص و عام رہے۔ ان کی شاعری  
 کے سلسلے میں ان کی نظموں کے نور سے اردو کی شاعری کے حوالوں کی دو حصے جوڑا گئے تھے  
 انھیں شاعر انقلاب و شاعر شباب کہا جاتا رہا۔ ان کی نظموں کا اردو شعر پوری شعری دنیا  
 میں گونج پیدا کرتا رہا۔ اور اس عرصے ان کی شعری بلند فاصت سے ان کی نثر نگاری کی  
 خصوصیات کو نکال کر لیا تھا۔ وہ ان کی شاعری میں جہاں بے شمار خوبیاں ہیں وہاں  
 ان کی نثر میں بھی وہ تمام نثری خصوصیات موجود ہیں جو ان کی نثر کے لیے فخر و ملی  
 کی جاتی ہیں۔ جہاں ان کی شاعری میں ہر سطر ہر لفظ ہر نقطہ ہر جملہ کو محنت دینے  
 میں اور اشارہ دینے میں ہی ڈھلنے پھلنے جاتے معلوم ہوتے ہیں وہاں ان کی نثر میں بھی محنت  
 کا وہ جام ہے کہ قاری پلچتا ہے اور اس میں چھتا ہی نہ جاتا ہے۔ جہاں ان کی شاعری  
 گل دھندل جڑ رنگ ہے وہاں ان کی نثر بھی منہ بند گل کی جھلکتی ہے جیسے جیسے خود

بے مشدقہ تمام رنگ کے پھول دیکھتے ہوئے ہے۔ ان کی شاعری کا تہنک خیزوں نے چاہا  
 جو ان شعور کے درد و اندکھلنا اور وہاں ان کی نثر بھی اس سے محروم نہیں ہے، لیکن  
 انہوں کا مقام ہے کہ وہاں ان کی شاعری پر سیکڑوں مضامین و مقالے لکھے جاسکتے  
 ہیں وہاں ان کی نثر پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ آج سب سے کم رنگوں کو علم ہوا کہ جو  
 دہائی وہاں اور دشمن دہائی طرح کی نثر لکھنے میں کام لکھتے تھے وہ صرف شعور  
 کھن کے نامور استاد نہیں بلکہ ایک صاحبِ طرز ادیب بھی تھے۔ ان کی نثر ان کی شاعری  
 کی طرح اپنے ایک رنگ، ایک انداز رکھتی ہے۔ اگرچہ مقدار میں شاعری سے نثر کم ہے  
 مگر اہمیت میں کچھ طرح کم نہیں۔ اور آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ جو نثر کا  
 بہ حیثیت نثر نگار مقام تعیین کیا جائے۔

مشق میں جب ان کی پہلی تخلیق مدحِ سب بھی تو اس میں نظم کے ساتھ نثر  
 بھی تھی اور ایسی نثر تھی جس نے نوا ونگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔  
 اکبر الہ آبادی بھی شاعر بنے تھے۔

”آپ کی نثر بھی ادیب ہے، کیونکہ ادبی آپ الہ آبادی بھی ہیں“ اہل زبان  
 بھی ”میری تلاشِ علمی ہوگئی کہ میرے بعد آپ ایسے یاد کرنے والے باقی  
 رہیں؟“

نثر نگاری ایسے ادیب نے ان طرح اعلیٰ مقام پر لیا۔

”آج ان تمام جہادِ سعادت سے ہرگز ایک نظم و نثر کا مجموعہ نہیں  
 کہ طرح میرے سامنے ہے جس کے تازہ پھولوں کی شمیم اطرافِ عالم میں  
 پھیل چکی ہے۔“

مگر مقلد کی شاعری کی شمع اتنی تیز تھی کہ خود ان کی نثر کے چراغ کی دھواں اس کے

نے اکبر الہ آبادی کو لکھے ”شکوہ“ مدحِ ادیب“ میں لکھی مشق، ص ۷

نے تھوڑے دن پہلے ان کے دست، از نثر نگاری ”شکوہ“ مدحِ ادیب“ ص ۷

ان کے دم معلوم ہوئی تھی۔ ان کی شاعری کی عظمت نے ان کی نثر نگاری پر اس طرح  
پردہ ڈال دیا کہ اس طرزِ تخلیق سے قدرتی نہیں کیا گیا۔ یادوں کی ہر بات پر تصدیق  
میں بھی طعن و تفسیح زیادہ اور نثری مسکرات پر اعتماد خیال کم ہی ہے۔ حالانکہ وہ  
اس کی سختی مٹا کر ہنرِ نثر کی طرز بھی خود کیا ہیں۔

شاعری ہی کی طرح ان کی نثر میں بے شمار مہر کی محال ہے۔ ان کی رنگین بیانی  
نے ان کی نثر کو بھی شاعری بنا دیا ہے۔ رنگین بیانی جو نثر کی نثر کی بنیاد ہی چیز ہے۔  
جو محقق پر غور پیدا کرتی شاعری ہے اس سے نثر میں بھی انھوں نے وہی وہ خدائے کمال  
دکھائی دینے سے دریغ نہیں کی۔ ان اشعار کہتے ہیں: خیالات کو پیسے سے سنا ہے  
انداز میں نہیں کہنے کے قابل نہیں ہیں۔ بلکہ بہت گھما پھرا کر اور چند پیش الفاظ کو  
نگوں کی طرح جڑ کر اس طرح پہلے کہتے ہیں جیسے کوئی نئی نئی دھن فراہم کر رہی ہو۔  
جوتی کا مہر رنگین تھا، ان کی شاعری رنگین تھی، ان کی نثر بھی رنگین ہے۔  
استعارات کے کھوکھلے میں پہلے برسے جب ان کے خیالات قابلِ تک پہنچتے ہیں  
تو اس پر دھوکہ کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ نئی نئی باتیں کرتے ہیں، نئی نئی  
تجلیات و استعارات کا سہارا لیتے ہیں، جس سے ان کے اسلوب میں خدمت اور  
خدمت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کی زیادہ تر نثریں وہ ہیں جو رنگین اسلوب میں ہے۔  
روحِ آداب کے نثری اداکار، یادوں کی ہر بات کے بغیر جتنے اور بہت سے مفاد  
میں جو مختلف مسائل و فیروں میں پہنچے ہیں، یہی اسلوب تھا ہے۔ روحِ آداب ہی  
ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"بچنے کے لئے ہمارے ایک دشمن ہیں۔ خدا کو بھلاتی ہوئی آئی  
اور میرے بچنے میں جذب ہو گئی۔ جس پر تے ہی وہ دشمن میرے بچنے  
سے باہر آئی، کروں سے چلی اور دنیا کی گھروں میں پہلے گئی۔  
جیسا ہے باہر آئی، بارش میں گئی اور آگ، آگ کی گھروں میں چھپ گئی۔  
گھبراہٹ میں گھبراہٹ گئی۔"



ان کے اس طرح کے نثر پر وہاں ہی غزل کا ماحول تھا ہے۔ وہی شاعری کا ساتھ تھا۔  
وہی شاعرانہ فطرتیں۔ وہی شاعرانہ استعداد۔ وہی نثر میں شاعری کرتے تھے۔ یہ نثری اور غزلی  
ان کے اسب میں غزلی غزل کی اصطلاح مہجرت پر جڑے تو جوتی کا عبادت گاہ کے گھڑوں کو نثری  
غزل کہا جا سکتا ہے۔

جوتی نہایت جذباتی واقعہ ہے۔ اور یہ میرا ان کی غزلیوں میں کیا جدید اتم وجود  
ہے۔ وہ موضوع کی پردہ کے بغیر اکثر اشکات جذباتی ہو کر نکلتے ہیں۔ جہاندار صاحب جذبات  
کو نوازنا دیتا ہے اور جوتی اس فن کے امیر ہیں۔ ہم کہیں کہیں ان کی غزلیوں میں بیچ  
غامی کی شکل میں نمایاں ہوتے ہیں۔ جوتی کی جذباتیت بعض جگہ غصہ کا رنگ اختیار کر لیتی  
ہے اور ان کا بھر اس قدر آگ آگیا ہے کہ سمجھ لے گا کہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ بلکہ ان  
کی ہمدردی اور غم میں یہ بھی مشہور ہونے لگا ہے۔ اشکات میں ایک جگہ یہ غزل ہے۔  
”مسکراؤ خدا گھنٹی بجنا“ کیا تم اپنے کو خدا اور اپنے دھوکے سے نہیں  
فرقت مند نہیں سمجھتے ہو؟ ہم سے بھڑکنا ہو۔ ہے کہے ہو مجھے مشتعل رہی۔  
اور سوئے کی باتیں میرے ساتھ تھے کی اور تے والا تھیں اور پرہیز بات جوتی  
میرا ان کے غصہ پر ان کی نہیں کہ ہمیشہ غصہ ہی ہوتا ہے۔

اشکات کے گنگ رنگ تمام صفحہ میں اسی انداز کے لگے لگے ہیں۔ غزلوں میں جذباتیت  
بہت صریح کھپ جاتی ہے۔ نثر میں یہ چیر دل پر جھوٹ سے چلتی ہے۔ جوتی نے جہاں جہاں  
یہ انداز اختیار کیا ہے وہاں وہاں ان کی غزلیوں میں کچھ گھڑاچی پیدا ہو گیا ہے۔ یہی محسوس  
ہوتا ہے کہ ہم مجھ لوں کے گلشن سے ہیں۔ بچوں کے وہ غزل کے لہجے سے گزرتے ہیں۔  
کسی دل درپیش داری کی سیر نہیں کر رہے بلکہ کسی دلچسپی کا گدگد ہے۔ بلکہ جہاں  
جذباتیت اپنے حدود کے اندر رہتا ہے وہاں وہ اپنا کٹر چھوڑ دیتی ہے۔ بلکہ دل کے  
وہ بچے کھول دیتی ہے اور غامیہ انداز کو سیدھا کر دیتی ہے۔ جوتی کی غزلیوں میں اس چیز

کیا بھی کی نہیں۔ کہیں کہیں وہ بڑے نرم لہجے میں خطاب کرتے نظر آتے ہیں۔ اخلاص اور ایمان کا ایک جگہ لگے ہیں۔

”ہب کھی نوم کے دن بڑے آئے ہی تو مٹوں کی باتوں پر اہل گناہ چھڑ رہی ہے اور حبیب خدمت کو یہ منظور ہوتا ہے کہ کوئی جماعت جسے بد اثر ہو جائے تو پھر افراد کی ذہنیت پر ہو جائے ہے کہ عقل کی باتوں پر اہل گناہ تو دیکھنا وہ عقل کی باتوں سے دور بھاگتے لگتے ہیں اور جو کلمات اصول سے انہیں عقل کی باتوں سے سنا لے گا حیات کرنا ہے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اور جو حبیب کسی کے واسطے ہوا تو یاد کرنا ہے وہ حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ اس کا منہ ضبط کر لیا جائے۔“

جوئی کی لڑکی ایک اور نواں نواں کی ذہنیت ہے۔ جوئی کی ”انا“ زندگی کے ہر چرچہ پر اُن کے ساتھ رہی اور اس کا نظریہ اُن کی تمام تصانیف میں ہوتا ہے۔ یہ جوئی کا انفرادی اور مخصوص رنگ ہے۔ مگر اُن کی روحانیت اور انانیت نیا دھار نہیں کرتی ان کی اس لے کر اُن کے جماعتی احساس نے یہ روحانیت سے ابھرنے نہیں دیا۔ وہ تحریر کو محض اور دلکش بنانے میں اپنی تمام تر توجہ مرکوز دیتے ہیں۔

جوئی کی نظم کو کنٹرول شدہ بیان ہر جگہ نمایاں ہے۔ اُن کے ہاں الفاظ کی بندش اور کلام کی جہت اور تخیل کی خدمت ہے۔ وہ بڑے آسان اور بڑے سادہ الفاظ میں مشکل سے مشکل اور دشمن سے دشمن خیال کو ادا کر جاتے ہیں۔ وہ جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں اُن کے ساتھ سب اتفاق ہوتا ہے۔ وہ اتفاق کے باطن میں ایسا لگتا ہے کہ ان کی نظم و نثر میں اتفاق کا سمندر تھا اٹھیں بار بار ہے۔ شاعری میں جوئی کو نظموں کا سامنا ہوتا ہے۔ اُن کی لہجہ میں بھی یہ کیفیت موجود ہے۔ ہر بار اتفاق اتفاق و اتفاق ہوتا ہے کہ بڑے بڑے حقائق کا ایک صوفی سا اشارہ پاتے ہی اپنے مناسب مقام پر آکر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لطیف و نازک

غیاں ان کے نہیں میں آتے ہیں اور وہ حقیقت ان کا انکار و انکسار میں اعلیٰ دہا کر دیتے ہیں۔ یہ وہ غفلتیں اس قدر جلد سے کہ جہت ہو کر ہے۔ نئے نئے اصطلاحات اختراع کرتے ہیں۔ نئی نئی ترکیب استعمال کرتے ہیں۔ کبھی کبھی محاسن میں بھی رد و بدل کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند جیوں کی ایسی کتاب تحریر ہے کہ جو کس کے بارے میں سمجھتے ہیں کہ وہ حقائق ہوں یا نہ ہوں اس کے لیے تصور اصطلاح استعمال کر جاتے ہیں جو کتابوں میں دیکھنے میں نہیں آتے؟ انھوں نے اس قدر ترکیب اختراع کی کہ ان کو شمار کرنا مشکل ہے۔ یہ بدل ایسی ترکیب اور اصطلاحیں استعمال کیے ہیں جو غیر باورس نظر آتی ہیں اور یہاں وہ جہت کہ وہ جہت میں ہونے کے حالیکہ حقائق بالکل ہوں۔

”انھیں کیا معلوم کہ ان لوگوں کی بات کا قصہ ان کے بھائی کے لیے ہے؟“

not a *de novo*

۱۵۰ چھ چہرے پر ملا، چہرہ کی دکان کے کچھ ایسے طرز متعلق جو سب دیکھنے والے  
پہچان کر سکتے تھے۔ دکان کی لوٹیں بکرائے گئی تھیں۔

2004

کتابخانه عمومی مسجد کوفه

اس کے علاوہ جو حق عاجز بناتی اس میں ان کی تحریروں میں بھی کچھ غلطیاں اور استغاثت کے استعمال کے ان کی غلطیوں کا خاتمہ ضروری ہے جو ان کی پرانی کتابوں کے لیے لازمی خیال کی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر ان کی کتاب پرانی کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

محبت پر کیا تو نہیں صحیحی دعاؤں میں اگر پہلے علی دہائے گھڑے ہوئے  
سودا گزرا تو حق نام ایک طرف بگڑ جھری سے غیور خاطر چمک گیا۔

www.elsevier.com/locate/jmb

تفسیر کی انجمن پر شوالہ کا رد اللہ جل جلالہ کے معنیوں میں بدل دیتے ہیں کہ مفت کا انٹر

کھا کا کھلا رہ جاتا ہے۔" اشارات

"اس کی صورت میری نگاہیں اٹھتی تھیں تو یہاں محسوس ہوتا تھا کہ اس کا چہرہ  
میرے تصورِ جمال کے سانچے میں ڈالا گیا ہے اور میری آنکھوں کے خشونے  
سے اس کے نمودِ غلی تر اسٹھ گئے ہیں۔"

یادوں کی بات . ۳۵۲

"میں اس کے جمال کی طرح کیوں کر کر دے۔ اظہارِ محبت اس کے عشقِ بجاہ

والا ہوں تو ان کا پتہ کیاں کا پتہ ملتی ہیں۔" یادوں کی بات

"میرے دل کو سفید پرستہ میں لگا کر پتھین دکھیں کہ میرا دل اچھا کب یہ

ہے اور یہ کب دلا سیادہ ہے جو ابی باقی ہے۔" یادوں کی بات . ۳۵۸

انہماکِ بوج کی کب دار آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے اور ہر آنکھیں چلی

تھیں کہ قدرت پر کھانا۔ یادوں کی بات . ۳۵۹

"میں طرح طرح کی یادوں کے ادھر ڈال کر اور پھر دوسرے گچ کر مارا کر دی

جائے اس طرح انہوں نے اپنی جائداد کے گڑھے گڑھے آؤں کے رکھ دیے۔"

یادوں کی بات . ۳۶۳

حالات کے خوف سے مزید شامیں دھپے سے گریز کر رہا ہوں۔" یادوں کی بات

ایسی بے شاد شامیں مل جاتی ہیں۔

یہ فیسر گلزار آواز تو اپنی ایک نظم میں جوش کی نثر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے،

آپ کی نشر آپ کی انہی

میں یہ اپنی شاد تھی راتیں

دل انہیں آج تک ٹھکانہ رہا

یہ فیسر لڑکیوں کو یاد رکھا

ایک اور نظم میں لکھتے ہیں،

تیرے جانتے دل شعورِ مستحقِ افسردہ ہے

نشر کے آپ پر ہے آوازِ غماں ترسے بھر

”امید افزا اپنے ایک مضمون ”ممن گسز ادبات“ میں جو کہ سب سے بڑی تعصبات  
پادریوں کی برسات کے متعلق سے لکھتے ہیں۔

”ہن تاحیروں کے باوجود جو کہی کی نثر ان کے خطوط اور جازا اسلوب کا ایک  
کارنامہ ہے۔ جسے ان کا دل اپنی کے ساتھ محنت کے ایک پیشی پیدا کرنے  
کے طور پر اچھا اور استعمال کیا جائے گا۔“

امید افزا صاحب نے اپنے اخبار ”امید“ میں پادریوں کی برسات میں جو کہی کے اسلوب کی تعریف  
کر دی ہے اگر حقیقت یہ ہے کہ اسے بعض اسی نے چھپا اور استعمال نہیں کیا جائے گا کہ  
اسے ایک پیشی پیدا کرنے ہے کہ اسے اس کے لیے چھپا جائے گا کہ اسے پادریوں کی برسات  
کا سب سے

ڈاکٹر نام ”ممن گسز ادبات“ میں پادریوں کی برسات کا اسلوبی تجزیہ اس  
درجہ تک

”آند کے عظیم خفا پر پادریوں میں یہی ایک صحنہ آند اور ان کا ایک  
دیا آند کے نام سے جاتے ہیں وہی جو کہی کا ایک انفرادی حیثیت کے ایک  
پیرا ہے۔“

پادریوں کے اندر سے عشق اور فخر اور ان کی زندگی میں پادریوں کی برسات کے اسلوب  
پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”میری رائے میں آند کی بہترین خود نوشت سوانح ہے۔ اس سے ایک بڑی  
تندہ تعصبات ابھرتی ہے۔ صحنہ کے صحنہ اس کی بڑی ایک صحنہ اس کا ایک  
سے جو کہی کو صحنہ اول کے خفا پر پادریوں میں اسے اس کا ایک صحنہ اور اس کا  
ایک نام، نیاز اور دلیدہ صحنہ اس کے ساتھ لکھا جائے گی۔“

”ممن گسز ادبات“ امید افزا، دہلی، ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی۔  
”پادریوں کی برسات“ اسلوبی تجزیہ، ”ممن گسز ادبات“ نامی مضمون ”شاعرانہ“  
ص ۱۰۰ سے تقریباً ۱۵۰ تک ص ۱۵۰



# نثار دوشیزگی

(مثنوی خواہ صاحب نے جو شے کی کہیں لکھی، اس سال فراموش نہ ہو۔۔۔ یہ قول خواہ صاحب  
پہلی نظم پر مبنی ہے۔ باقی وہ نظمیں جو شے کے آخری نصف تک ہیں۔ غزلیں)

(۱)

یہ ازل سے ہے خلق کو دستور  
فرشتوں سے بام و سطوں تک جانے  
ساتھ پر دونوں میں سب کی چھٹکے  
اور سدا نگر ہنگ جانے  
نغزوں نغزوں میں خواہ ہائیں بولیں  
پھر بھی آواز آواز تک جانے  
ہر تصویر کسی سینہ کی آنکھ  
بب بھی نہیں سے آنکھ جانے  
پھر تو اسی ناز و ہمارے کی  
بلو میں سر کان تک ہنگ جانے  
اُن میں فرق صالحین کرام  
شے کے یہ اجرا ہنگ جانے  
فرق مستعدگی سے کہے کہ  
سر لکھ اور منہ تک جانے

ہر دم میں ہر مکان سے آواز اٹھ کر  
 طور تھکی کدورت تک جانے  
 تھی ہجڑوں کے بے ہٹے پھر بھی  
 بیکڑوں کو سس تک دھمک جانے  
 اہل ہر گشتگان رستوں میں  
 یہ دھمک سننے ہی بھڑک جانے  
 مضائقہ نہیں کے صبر کا ہتھام  
 شکتی بھل سے چمک جانے  
 آستینوں کی گمان تنگ انداز  
 قریب معصوم پر کڑاک جانے  
 ایک ایک مردِ سہا کی تصویر  
 خدوِ قشیر سے پھڑک جانے  
 طبیعتی غزاں کے غلوں سے  
 دل تازہ بہار تک جانے  
 دل اسی غمت سے وہ کوٹاں ہے  
 کہ نہ آتو کوئی ٹپک جانے  
 ڈر رہی ہے کہ وقت آ کر ایش  
 نہ لگائی کہیں تڑک جانے  
 میں جب لڑائی کو جھٹ سے ٹکڑے پر  
 دیکھی چاندنی پٹک جانے  
 کہیں یہاں نہ ہو وہ دم گفتار  
 کہ لگے ہیں خدا اٹک جانے

کبھی اپنا نہ ہو کر سہسکی سے  
 طہیرہ رازِ دل نہک جائے  
 دلِ آشفتہ کا دکھ چھٹا  
 نہ کبھی آنکھ میں ٹپک جائے  
 پھر بھی کیوں کر چھپائے سحرِ ودوں  
 جب تک دل کی آنکھ تک جائے  
 کیا کبھی انجمنیں کو جب سر سے  
 ہر بار اور جتنی تو تک جائے  
 بھول کر گئے تو مسدود حراں سے  
 شمع و کاغذ سا رنگ تک جائے  
 زندہ سانس لے تو غویٰ بستر  
 بھر کر امداد سے پھٹک جائے  
 انجمنی طے کے واسطے انجمنیں  
 اور غنا میں فکر پھٹک جائے  
 جب خیمہ یوں پہنچنے کے لئے  
 فراقِ آنکھ میں پلک جائے  
 چپ رہے تو نغمہ ہر سیرِ آئے  
 اور پلے تو قدم پلک جائے  
 نٹ ہٹائے تو ہاتھ کا نپ انجمنیں  
 لب ہٹائے تو دل دھڑک جائے  
 جہاں کرے ہر ایک بھٹکی جی  
 سو جڑ سے تباہ تک جائے

# دو شعلوں کے درمیان

(۳۱)

پھر وہی شعلہ آہ و زاری ہے  
 پھر وہی زنجیر بھاری ہے  
 گنبدِ شیب میں بھسکے دیوان  
 گر لگ آٹھا ہے شیب کا طوفان  
 دن کو بچا ہے رات کے آدھی رات  
 شورِ آفتاب ہے بیڑ میں برسات  
 کال سے تپ رہا تھا جو سمرا  
 آگنی ہے اسے وہاں بھیجا  
 دل کے قبضے میں آچکا ہے دانا  
 گنبدِ اندھیرے کی شیب میں ہے چراغا  
 آہِ پر لب ہے لیسلی انداک  
 کاسہ صبر میں اڑ رہی ہے خاک  
 بند ہے بابِ خرقہ ذات و صفات  
 فرقِ حیرت ہی منکر کے لمحات  
 سنگ میں ہو چکی ہیں اب غنڈی  
 پڑیاں تو کڑوسی غنڈے کی

دھنوں پر غریبوں کا واسطہ ہے  
 برحق صاحب : کیا واسطہ ہے  
 کس طرف ہے دھان کی مشائی  
 سب کہاں ہے وہ تاجر آٹا کا  
 ہونٹ میں ٹٹک اور انگلیں لم  
 غیرت آجے قیصر عالم  
 لہ پر آنسو پیادے اسے پارو  
 ملک دل ہوؤ گنہگارو  
 ہاں : سوچ ہے صوفیان کرام  
 شہر بحر میں کڑے بگے : عام  
 جلد کوڑا ب فیض کا  
 ہاں ہی وقت ہے مہبت کا  
 کا پتہ آٹو ہے تشہیر  
 اہل نظر پر مہر حق کے تیر  
 کہ : ملک اور دستک پہنا  
 بات سر پہن : حق پہنت : گلا  
 کوڑا بیٹا ہے دھن دارین  
 وہ نگاہی قریب کے ماہی  
 کیوں کہ اسے کم فکر جہول و علوم  
 تم کو : بات ہو سکے معلوم  
 کہ : سرکار دھن : قیصر  
 کا گزرتی ہے کتب شاعر پر

اے مہمانِ مسلم و جہلی ہشاہ  
 تم دو اس سانچے سے کب انوار  
 بکے کوئی علی آغا و سہرا  
 روٹی پر ڈال کر ہوا کے تپڑ  
 ایک آنکھوں سے بپ بپاتی ہے  
 دستہوں کی حر حرانی ہے  
 ہشتاد گانِ مسلم و ظفر  
 تم کو اس بات کی نہیں ہے خبر  
 بگھڑی بپ پیڑا اٹھاتی ہے  
 نعتِ آستانِ ثوب بپاتی ہے  
 کیا کہوں دل ہراسہ کیوں ہے چین  
 دو نگارِ شوق کے سامین  
 آبرِ خدرا میں غمِ سلنی ہیں  
 ہانے میں کیا کہوں کہ رو کیا ہیں  
 کب دونوں کشتِ ریاں دونوں  
 غیر سے ہیں کنواریاں دونوں  
 چھپاتے ہیں 'ہستہ' مہال  
 کھینچے اوجھے، کرے کچھ بال  
 پٹا لڑے پچھلے میزِ مائے  
 اٹھریں 'پیر' میں ہوت پٹا لے  
 کھپاتی گانِ پسندوں میں  
 دستانِ آستانِ پسندوں میں

جب دن میں ہوا سنگین ہے  
 خون میں کم سستی جھٹکتی ہے  
 رانسی یعنی ہے جب ہلڑو تو  
 روز ہانی ہے درد تک لوشیرو  
 روز ٹھکڑوں پہ جب پہنا ہے  
 قاتل و عد سے میرا جتنا ہے  
 پرلیوں میں غلبہ کی وہ برکات  
 ہیں تھاروں کی آبِ ہار میں افسان  
 اسے کھوں کا ہر قسم پہ گھاڑ  
 ڈھکائے بخور میں جیسے نادر  
 جلدی جلدی پر پاسب کرتی ہیں  
 صلیب سے ہوا کڑی رہا  
 بخولجی میں جو صلیب کشن میں  
 کس اٹھتی ہیں کھیلوں تو میں  
 زبرد دل اپنا سناتی ہے  
 عمر گاہوں میں جھنجھاتی ہے  
 سکرانی میں جب بہ تازو ادا  
 جلا اٹھتا ہے ایک ٹھکڑوں کا  
 اسے بھی پڑی ہے یہ اختصار  
 مہد ہے ایک درد دو صیاد  
 پچھنے کی ایک بجا سے آنکھ لڑی  
 دوسری آنکھ دھم سے گور پڑی

میں نے اُٹھتے ہی اُٹھائے وہ غوفی  
 کہ لٹا ہو گئے میرے اوسٹاں  
 پہلی آنی بہ ناز و سحر مستی  
 دوسری پئی ہڈی زبردستی  
 میں نے اس سے کہا کہ اسے ابڑ  
 بھر کر دلوں کے دھام میں نہ بکڑ  
 ایک نئی شے کے نام سے نادران  
 کہ چکا ہوں میں رہی دل کا مکان  
 میرے دل پر چلا نہ تیسرا نگاہ  
 سحر آور نہ بھر ہو بشر  
 سسکی کے یہ اپنا بھید انہوں  
 اس نے سحر بھید کر کیا اونہوں  
 اکامی سوئی نہ ہو نہوں نہیں  
 باہر کا یہ گنگا دھوئیں میں  
 دل میرا ہو گیا حب و بال  
 اُت کلائی کے لہجہ کا بھلا  
 پھر بھا ہو گیا وہی غوفی  
 آن سے نہیں سال پہلے کا  
 ہانے دل کا دیکھوں ہو کام تمام  
 تک تھی چہرہ ہے توڑاک صدم  
 ایک ہی علم ایک ہی پھسل ہی  
 ایک عجیب دوسری پھسل

ایک ہیں مشافہی کا سوز و گداز  
 ایک ہیں راگنی کا غلو و غلا  
 اس کے نظرسے پہ ہے جلال شعور  
 اس کے چہرے پہ خوشیوں کا دھار  
 ایک مشہد ہے شہر و ملکست پر  
 ایک جہاں ہے سہرا دست پر  
 اس طوٹ دانت میں ڈوبی ہوئی کور  
 آنکھوں کی گھبراہٹ پر  
 تھک سادق کا ایک میں ہے رنگ  
 بگاڑا اب کی دوسری میں اٹنگ  
 دین فزاک ابھی ہی اس کے ہاں  
 اور یہ کفر کا دہی ہے سر پہ گدا  
 اس طوٹ ٹپک رہے ہیں بند تھا  
 اس طوٹ کھل رہے ہیں نام صدا  
 ایک طوٹ شرم کی پسکھی مشافہ  
 ایک طوٹ جمن جھن پشافہ پشافہ  
 اس کو دیکھو تو یہ بھڑکی ہے  
 اس کو دیکھو تو وہ جھڑکی ہے  
 ایک کھٹی ہے جی بند ہے ہار  
 اس کو چٹے سے کیوں دکھائے ہار  
 ایک کھٹی ہے علم کو کھٹے ہار  
 کیوں بگاڑا اب دوسری پہ فرستے ہار

ایک کہتی ہے دم مست ہو تم  
 ایک کہتی ہے جنت پرست ہو تم  
 دم ورام وفاق کے تارک ہو  
 تم سوچ نہیں ہو، متحرک ہو  
 خود کو دونوں کے درمیان  
 کھل کے ہو، نہیں کبھی جھگڑا  
 دونوں پر ام لہجہ و مصروفی  
 انہوں انہوں میں منسوخ کر رہی  
 ترقی ہی نظر سے باہر ہو کر  
 ساڑھی ہی بڑی نگاہوں کو  
 اس کشش میں ایک کرچی آہ  
 دیکھتا نہیں ہجر کے نگاہ  
 دم و دم ڈھکی ہو، ہنسنے  
 دہنے باہمی نظریں ملتی ہیں  
 اس پر جتنی ہے ایک ہی جو نظر  
 آنکھ سے پڑتی ہے وہ ہنسنے  
 یوں نگاہوں میں ہے مرد و عورت  
 بچے ڈھیلوں سے یہ سوائی طور  
 میں آدھر جانوں یا ادمہ جانوں  
 یا دوسرا ہے پگھلت کے مرجاؤں  
 جان مضر ہے دل ٹھونسنے ہے  
 کر دھڑا بڑی کشش کشش ہے

ہر نفس فراسانی ہے  
 کہ بھی بدول میں وہ یہ ثانی ہے  
 دلی ہل کا وہ نہ پھوٹوں گا  
 دوسری کا بھی دل نہ توڑوں گا  
 ہاں کو رکھوں گا قلب سوزاں میں  
 اور آئے مجھ کو رگب جہاں میں  
 دوسری پر جہاں واروں کا  
 اور پہلی پر جہاں واروں کا

## صبحِ در سے بیدار ہونے پر

۱۳۰۹

آن سو تا رہا میں درِ تھک  
 رہ گیا ہند پر صد ا کی بار  
 آن بھی پی سکا داغوں سے  
 بارِ آبِ سببِ افکار  
 آن بھی گرجا میں نہ گرج سکی  
 وہ پہلے طور کی جھنکار  
 آن بھی اُچھڑا مٹی رہی جسکو  
 طائرینِ مہر کی چھکار  
 آن بھی عیبِ باغیہا پر غصہ  
 مٹی رشتہ و رنگ کا دربار  
 آن بھی عیبِ تاباں درِ مسیح  
 کھلنے سے رہے درِ جیسا  
 آن بھی زبانی ہی جھٹک نہ سکا  
 منہ اندھیرے کی غامضی کا سہارا

آن بھی نہیں نے سخت کر دی  
 میں نے غریب کی دوست بہار  
 آن بھی سرنگوں رہا مجھ کو  
 تار ہواں و عشق و انہار  
 آن بھی کچھ ہی آہ اس ہی  
 محبت لعل و خزان بہار  
 موت و غمیرگان مفرق سے  
 آن بھی ہو سکے دیوں و گندہ  
 آن بھی کھل : پاسے پہنچے ہی  
 غمناک تو اب و مسہار  
 آن بھی غن سے دھوئیں سے  
 لب پاسے و پیرای کہار  
 آن بھی دل پہ چل گئی بار چل  
 آن بھی سر پہ پیل غن توار  
 آن بھی تا : مقام واسے نصیب  
 سلج جودت رہے گی ناہوار  
 جام غفلت سے پاسے کب نکلا  
 کٹ گیا لب و صبر کا بازار  
 غن سے کائناتوں : کائناتوں سے  
 اور چنانچہ قضا و سناور  
 تانی نہیں گروہ کر بھیجی تھوری  
 جمع گردی میں چڑھ سکے دو بار

نہیں رہے ہیں آواز سیکھنے میں  
 زنجبیل مذاہب انکار  
 دیکھا کھینچ سحر کا طواف  
 تھک رہا ہے بولچش کئی کے تدار  
 تھک چکے ہیں بھٹک مارا صفت  
 تھک چکے ہیں خواب سوزا ہمشکار  
 تو نے اچھا کیا بیت اچھا  
 لے سپاہ خیا زمر مسد بار  
 کاسر بولچش ہے بھیرت پر  
 غلو کروں کے نکال دے انبار

اٹھائے عمار اکبر سے جھینڈو  
 صفوی میں حاضر ہوا تھا یہ درو  
 جوشی، احمدیہ، کمالیہ  
 (۱) لوشنگٹن پر شاہ صاحب کے ہم خطوط میں سے نکلا ہے۔ (تہ)

دل پہ جو بات ہی نہیں دھرتے  
 ان پر لے کاشیں ہم دیاں نرتے  
 اس کا الجھام اگر جگتے ہم  
 دوست داری کے کام سے لڑتے

کیا خبر تھی کہ وہ لاشتر دوست  
 زلمی کے بھی ہیں بھرتے  
 قوط دینے ہی ٹیٹے دل کو  
 اور پھر صبر بھی نہیں کہتے

عزیزی مریوم

۱۰۰





۱۵. غزل و مہر (۱۰۰ صفحات) کرکے چوٹیا کیڑی ۱۹۶۷ء ۱۰۵۰ ص  
 ۱۶. چوٹیا کیڑی کا موزون غیر رجزی شعر شکتو آفرید چٹوڑی ۱۹۶۸ء ۱۰۶ ص  
 ۱۷. انتخاب کاوش (۱۰۰ صحت شاعری شکتو آفرید چٹوڑی کاوش ۱۹۶۸ء ۱۰۶ ص

## نثری مجموعے

۱. مکتوبات (۱۰۰ ص نثر و نثری شاعری) شکتو آفرید چٹوڑی ۱۹۶۷ء ۱۰۵ ص  
 ۲. اورنگ آباد (۱۰۰ ص نثر و نثری شاعری) شکتو آفرید چٹوڑی ۱۹۶۸ء ۱۰۶ ص  
 ۳. اشعار (۱۰۰ ص نثر و نثری شاعری) شکتو آفرید چٹوڑی ۱۹۶۸ء ۱۰۶ ص  
 ۴. نثر و نثری شاعری (۱۰۰ ص نثر و نثری شاعری) شکتو آفرید چٹوڑی ۱۹۶۸ء ۱۰۶ ص

## مستندیات

۱. تھنہ کی مکتوبات (۱۰۰ ص نثر و نثری شاعری) شکتو آفرید چٹوڑی ۱۹۶۷ء ۱۰۵ ص  
 ۲. تھنہ کی مکتوبات (۱۰۰ ص نثر و نثری شاعری) شکتو آفرید چٹوڑی ۱۹۶۷ء ۱۰۵ ص  
 ۳. تھنہ کی مکتوبات (۱۰۰ ص نثر و نثری شاعری) شکتو آفرید چٹوڑی ۱۹۶۷ء ۱۰۵ ص  
 ۴. تھنہ کی مکتوبات (۱۰۰ ص نثر و نثری شاعری) شکتو آفرید چٹوڑی ۱۹۶۷ء ۱۰۵ ص  
 ۵. تھنہ کی مکتوبات (۱۰۰ ص نثر و نثری شاعری) شکتو آفرید چٹوڑی ۱۹۶۷ء ۱۰۵ ص  
 ۶. تھنہ کی مکتوبات (۱۰۰ ص نثر و نثری شاعری) شکتو آفرید چٹوڑی ۱۹۶۷ء ۱۰۵ ص  
 ۷. تھنہ کی مکتوبات (۱۰۰ ص نثر و نثری شاعری) شکتو آفرید چٹوڑی ۱۹۶۷ء ۱۰۵ ص  
 ۸. تھنہ کی مکتوبات (۱۰۰ ص نثر و نثری شاعری) شکتو آفرید چٹوڑی ۱۹۶۷ء ۱۰۵ ص  
 ۹. تھنہ کی مکتوبات (۱۰۰ ص نثر و نثری شاعری) شکتو آفرید چٹوڑی ۱۹۶۷ء ۱۰۵ ص  
 ۱۰. تھنہ کی مکتوبات (۱۰۰ ص نثر و نثری شاعری) شکتو آفرید چٹوڑی ۱۹۶۷ء ۱۰۵ ص

[illegible]



۱. ساری جہات : تنیک انگریز کا کتابہ آفریجیہ کے مصنفہ سید الفیہ علی شاہی کی ہے  
(۱۹۰۱ء انگلہ - کراچی (روشن نمبر) - اگست ۱۹۰۱ء - ص ۱۳)

## متفرق مضامین :

۱. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۲. شہدائے سیدہ : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۳. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۴. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۵. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۶. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۷. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۸. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۹. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۱۰. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۱۱. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۱۲. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۱۳. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۱۴. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۱۵. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۱۶. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۱۷. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۱۸. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۱۹. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی
۲۰. ادب و علم : (مجموعہ سب سے کم قیمت پر ترقی یافتہ) انگلہ کراچی

۱۰. مختصر کلام الفکر کراچی، ۵-۱۱-۱۳۵۵-۱۳۵۶ (چشمگیری)، ۱۰-۱۱-۱۳۵۶

## مطالعه و جوش

روشن کردن شخصیت و ادبیات کتب ادبی و تفریق و تفکیک

کتاب :-

۱. استاد حسین جوش ملیح آبادی، انسان و شاعر، انتشارات آریه جوش، تهران، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶
۲. سواد احمد جوش ششاسی، دانش، دانش کاظم، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶
۳. محبت شایسته، سوز جوش ملیح آبادی، شخصیت، فن و فنکار، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶

۴. کوچه، آلودگی و آلودگی، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶
۵. سربازان، پانزده سالگی، سربازان، سربازان، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶
۶. فضل ربیع، شاعر و شاعر، جوش ملیح آبادی، آریه جوش، تهران، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶
۷. لاکر، جوش، جوش، جوش، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶

مستند جات :-

۱. جوش آبادی
۲. نگارنده جوش سیراد (رواد)
۳. جوش آبادی
۴. جوش آبادی، جوش آبادی، از سیراد
۵. جوش آبادی، جوش آبادی، از سیراد
۶. جوش آبادی، جوش آبادی، از سیراد
۷. جوش آبادی، جوش آبادی، از سیراد
۸. جوش آبادی، جوش آبادی، از سیراد
۹. جوش آبادی، جوش آبادی، از سیراد
۱۰. جوش آبادی، جوش آبادی، از سیراد

۱. جوش کی تاریخ نگارۃ از فضل مصحح ص ۱۰۸-۱۰۷
۲. جوش کی شاعری کی نگارۃ بہار از محمود الحسن ص ۱۶۱-۱۶۰
۳. جوش اور انصاف از امین شفاق ص ۱۳۳-۱۳۲
۴. اسرار جوش از محمد رفیع آبادی ص ۱۵۷-۱۵۶
۵. جوش، من لہوت کا سفر از شاد علی ص ۱۶۹-۱۶۸
۶. جوش اور مقام صحت کے تعلقات کی سیر از سید محمد علی ص ۱۵۸-۱۵۷
۷. جوش و شمع کے تضاد۔ مرثیہ جوش کے اگلے ص ۱۰۰-۱۰۱
۸. جوش کا نظم و نثر ص ۱۵۷-۱۵۶
۹. انتخاب کلام جوش ص ۲۶۱-۲۶۰
۱۰. جوش کی شاعری اور جوش کی شاعری: از سید محمد ص ۱۵۷-۱۵۶
۱۱. جوش کی شاعری اور جوش کی شاعری: ایک تحقیق ص ۱۵۷-۱۵۶

## درجہ اول (خصوصی شہادت)

۱. جوش کی تاریخ نگارۃ از فضل مصحح ص ۱۰۸-۱۰۷
۲. جوش کی شاعری کی نگارۃ بہار از محمود الحسن ص ۱۶۱-۱۶۰
۳. جوش اور انصاف از امین شفاق ص ۱۳۳-۱۳۲
۴. اسرار جوش از محمد رفیع آبادی ص ۱۵۷-۱۵۶
۵. جوش، من لہوت کا سفر از شاد علی ص ۱۶۹-۱۶۸
۶. جوش اور مقام صحت کے تعلقات کی سیر از سید محمد علی ص ۱۵۸-۱۵۷
۷. جوش و شمع کے تضاد۔ مرثیہ جوش کے اگلے ص ۱۰۰-۱۰۱
۸. جوش کا نظم و نثر ص ۱۵۷-۱۵۶
۹. انتخاب کلام جوش ص ۲۶۱-۲۶۰
۱۰. جوش کی شاعری اور جوش کی شاعری: از سید محمد ص ۱۵۷-۱۵۶
۱۱. جوش کی شاعری اور جوش کی شاعری: ایک تحقیق ص ۱۵۷-۱۵۶



۱۰. خوشی کی اصول پسندی	از حسین بن سراج	مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۰۹
۱۱. خوشی کی حالت	از محمد بن علی نقشبندی	مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۱۰
۱۲. خوشی حقیقہ کے ساتھ	از مسلم بن علی شہرزی	مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۱۱
۱۳. خوشی کے نتیجے	از علی بن ابی	مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۱۲
۱۴. خوشی کی شکل	از شیخ کمال شاہ	مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۱۳
۱۵. خوشی کے اسباب	از کبریا آبادی	مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۱۴
۱۶. خوشی کی تفریق	از شمس الدین	مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۱۵
۱۷. انتخاب از روح ادب		مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۱۶
۱۸. انتخاب از نقش و نگار		مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۱۷
۱۹. انتخاب از شعور و شہینہ		مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۱۸
۲۰. انتخاب از فکر و نشاط		مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۱۹
۲۱. انتخاب از مہربان و دلکشاہ		مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۲۰
۲۲. انتخاب از آیات و نعمات		مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۲۱
۲۳. انتخاب از معرفت و حکایت		مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۲۲
۲۴. انتخاب از عرش و زمینی		مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۲۳
۲۵. انتخاب از دانش و رنگ		مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۲۴
۲۶. انتخاب از سبیل و سلسلہ		مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۲۵
۲۷. انتخاب از سیرت و سیر		مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۲۶
۲۸. انتخاب از سرود و نوازش		مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۲۷
۲۹. انتخاب از موسم و مہیا		مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۲۸
۳۰. انتخاب از طبع و فکر		مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۲۹
۳۱. محبوب و محب	از جلال علی آبادی	مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۳۰
۳۲. محب و محبہ	از جلال علی آبادی	مجلد ۱۰ - صفحہ ۱۳۱

۳۳. غنائت و غزل (نظم) از خوشنویس آبادی م ۱۳۰۰-۱۳۰۱
۳۴. بیوگرافی و سوانح صاحب شاعری از خوشنویس آبادی م ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۳۵. دوا و دوا داران از - - - م ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۳۶. الفبا و الفبا از - - - م ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۳۷. اندیشه و سوانح صاحب شاعری از خوشنویس آبادی م ۱۳۰۲-۱۳۰۳
۳۸. آداب صاحب علم از - - - م ۱۳۰۳-۱۳۰۴
۳۹. خوشنویس آبادی و سوانح از - - - م ۱۳۰۴-۱۳۰۵
۴۰. شاعر و نظم از خوشنویس م ۱۳۰۵-۱۳۰۶
۴۱. خوشنویس شاعری از خوشنویس م ۱۳۰۶-۱۳۰۷
۴۲. نصرت سواد و خوشنویس از خوشنویس م ۱۳۰۷-۱۳۰۸
۴۳. خوشنویس و شاعری از سوانح خوشنویس م ۱۳۰۸-۱۳۰۹
۴۴. شیرین سخن از خوشنویس م ۱۳۰۹-۱۳۱۰
۴۵. خوشنویس و سوانح شاعری از خوشنویس م ۱۳۱۰-۱۳۱۱
۴۶. خوشنویس و سوانح شاعری از خوشنویس م ۱۳۱۱-۱۳۱۲
۴۷. شاعر و سوانح خوشنویس از خوشنویس م ۱۳۱۲-۱۳۱۳
۴۸. سخن و سوانح خوشنویس از خوشنویس م ۱۳۱۳-۱۳۱۴
۴۹. سوانح و سوانح خوشنویس از خوشنویس م ۱۳۱۴-۱۳۱۵
۵۰. خوشنویس و سوانح خوشنویس از خوشنویس م ۱۳۱۵-۱۳۱۶
۵۱. خوشنویس و سوانح خوشنویس از خوشنویس م ۱۳۱۶-۱۳۱۷
۵۲. خوشنویس و سوانح خوشنویس از خوشنویس م ۱۳۱۷-۱۳۱۸
۵۳. خوشنویس و سوانح خوشنویس از خوشنویس م ۱۳۱۸-۱۳۱۹
۵۴. خوشنویس و سوانح خوشنویس از خوشنویس م ۱۳۱۹-۱۳۲۰
۵۵. خوشنویس و سوانح خوشنویس از خوشنویس م ۱۳۲۰-۱۳۲۱

۱۰۰۔ خود روش	(نظم)	از جلیلی	میں ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۹ء
۱۰۱۔ روش	(نظم)	از آجہ احمد	میں ۱۹۶۰ء - ۱۹۶۱ء
۱۰۲۔ شاعر و شاعرین	(نظم)	از تہذیب و تمدن	میں ۱۹۶۱ء - ۱۹۶۲ء
۱۰۳۔ بیانات و انکسار		(مختلف منظومات)	میں ۱۹۶۲ء - ۱۹۶۳ء
۱۰۴۔ تذکرہ خاندان		(مختلف منظومات)	میں ۱۹۶۳ء - ۱۹۶۴ء

۱۰۵۔ افکار و روش (پہلی نمبر) دہرہ ایٹیشن دہلی ۱۹۶۵ء - ۱۹۶۶ء  
 اس کا پہلا جلد پہلی نمبر ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا تھا۔ جس کا قصیدہ ایک ہفت روزہ کی  
 جہاں اس دورہ ایٹیشن میں شائع ہوا تھا اور اس کا پہلا جلد

۱۰۶۔ انکسار کے بعد	از سید کھنوی	میں ۱۹۶۶ء - ۱۹۶۷ء
۱۰۷۔ جہنم و روش	از آجہ احمد	میں ۱۹۶۷ء - ۱۹۶۸ء
۱۰۸۔ روش و جہنم	از آجہ احمد	میں ۱۹۶۸ء - ۱۹۶۹ء
۱۰۹۔ روش و جہنم	از آجہ احمد	میں ۱۹۶۹ء - ۱۹۷۰ء
۱۱۰۔ روش و جہنم	از آجہ احمد	میں ۱۹۷۰ء - ۱۹۷۱ء
۱۱۱۔ روش و جہنم	از آجہ احمد	میں ۱۹۷۱ء - ۱۹۷۲ء
۱۱۲۔ روش و جہنم	از آجہ احمد	میں ۱۹۷۲ء - ۱۹۷۳ء
۱۱۳۔ روش و جہنم	از آجہ احمد	میں ۱۹۷۳ء - ۱۹۷۴ء
۱۱۴۔ روش و جہنم	از آجہ احمد	میں ۱۹۷۴ء - ۱۹۷۵ء
۱۱۵۔ روش و جہنم	از آجہ احمد	میں ۱۹۷۵ء - ۱۹۷۶ء
۱۱۶۔ روش و جہنم	از آجہ احمد	میں ۱۹۷۶ء - ۱۹۷۷ء
۱۱۷۔ روش و جہنم	از آجہ احمد	میں ۱۹۷۷ء - ۱۹۷۸ء
۱۱۸۔ روش و جہنم	از آجہ احمد	میں ۱۹۷۸ء - ۱۹۷۹ء
۱۱۹۔ روش و جہنم	از آجہ احمد	میں ۱۹۷۹ء - ۱۹۸۰ء
۱۲۰۔ روش و جہنم	از آجہ احمد	میں ۱۹۸۰ء - ۱۹۸۱ء

۱۲۱۔ افکار و روش (پہلی نمبر) دہرہ ایٹیشن دہلی ۱۹۸۱ء - ۱۹۸۲ء  
 اس کا پہلا جلد پہلی نمبر ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا تھا۔ جس کا قصیدہ ایک ہفت روزہ کی

۱۲۲۔ روش و جہنم	از آجہ احمد	میں ۱۹۸۲ء - ۱۹۸۳ء
-----------------	-------------	-------------------

۱۰۰ - ۱۰۱	از مہاراجہ	۱۰
۱۰۱ - ۱۰۲	از جوش ملیح آبادی	۱۱
۱۰۲ - ۱۰۳	از - -	۱۲
۱۰۳ - ۱۰۴	از نادر علی	۱۳
۱۰۴ - ۱۰۵	از مہاراجہ	۱۴
۱۰۵ - ۱۰۶	از - -	۱۵
۱۰۶ - ۱۰۷	از جوش ملیح آبادی	۱۶
۱۰۷ - ۱۰۸	از جوش ملیح آبادی	۱۷
۱۰۸ - ۱۰۹	از نادر علی	۱۸
۱۰۹ - ۱۱۰	از نادر علی	۱۹
۱۱۰ - ۱۱۱	از نادر علی	۲۰
۱۱۱ - ۱۱۲	از نادر علی	۲۱
۱۱۲ - ۱۱۳	از نادر علی	۲۲
۱۱۳ - ۱۱۴	از نادر علی	۲۳
۱۱۴ - ۱۱۵	از نادر علی	۲۴
۱۱۵ - ۱۱۶	از نادر علی	۲۵
۱۱۶ - ۱۱۷	از نادر علی	۲۶
۱۱۷ - ۱۱۸	از نادر علی	۲۷
۱۱۸ - ۱۱۹	از نادر علی	۲۸
۱۱۹ - ۱۲۰	از نادر علی	۲۹
۱۲۰ - ۱۲۱	از نادر علی	۳۰
۱۲۱ - ۱۲۲	از نادر علی	۳۱
۱۲۲ - ۱۲۳	از نادر علی	۳۲
۱۲۳ - ۱۲۴	از نادر علی	۳۳
۱۲۴ - ۱۲۵	از نادر علی	۳۴
۱۲۵ - ۱۲۶	از نادر علی	۳۵
۱۲۶ - ۱۲۷	از نادر علی	۳۶
۱۲۷ - ۱۲۸	از نادر علی	۳۷
۱۲۸ - ۱۲۹	از نادر علی	۳۸
۱۲۹ - ۱۳۰	از نادر علی	۳۹
۱۳۰ - ۱۳۱	از نادر علی	۴۰
۱۳۱ - ۱۳۲	از نادر علی	۴۱
۱۳۲ - ۱۳۳	از نادر علی	۴۲
۱۳۳ - ۱۳۴	از نادر علی	۴۳
۱۳۴ - ۱۳۵	از نادر علی	۴۴
۱۳۵ - ۱۳۶	از نادر علی	۴۵
۱۳۶ - ۱۳۷	از نادر علی	۴۶
۱۳۷ - ۱۳۸	از نادر علی	۴۷
۱۳۸ - ۱۳۹	از نادر علی	۴۸
۱۳۹ - ۱۴۰	از نادر علی	۴۹
۱۴۰ - ۱۴۱	از نادر علی	۵۰
۱۴۱ - ۱۴۲	از نادر علی	۵۱
۱۴۲ - ۱۴۳	از نادر علی	۵۲
۱۴۳ - ۱۴۴	از نادر علی	۵۳
۱۴۴ - ۱۴۵	از نادر علی	۵۴
۱۴۵ - ۱۴۶	از نادر علی	۵۵
۱۴۶ - ۱۴۷	از نادر علی	۵۶
۱۴۷ - ۱۴۸	از نادر علی	۵۷
۱۴۸ - ۱۴۹	از نادر علی	۵۸
۱۴۹ - ۱۵۰	از نادر علی	۵۹
۱۵۰ - ۱۵۱	از نادر علی	۶۰
۱۵۱ - ۱۵۲	از نادر علی	۶۱
۱۵۲ - ۱۵۳	از نادر علی	۶۲
۱۵۳ - ۱۵۴	از نادر علی	۶۳
۱۵۴ - ۱۵۵	از نادر علی	۶۴
۱۵۵ - ۱۵۶	از نادر علی	۶۵
۱۵۶ - ۱۵۷	از نادر علی	۶۶
۱۵۷ - ۱۵۸	از نادر علی	۶۷
۱۵۸ - ۱۵۹	از نادر علی	۶۸
۱۵۹ - ۱۶۰	از نادر علی	۶۹
۱۶۰ - ۱۶۱	از نادر علی	۷۰
۱۶۱ - ۱۶۲	از نادر علی	۷۱
۱۶۲ - ۱۶۳	از نادر علی	۷۲
۱۶۳ - ۱۶۴	از نادر علی	۷۳
۱۶۴ - ۱۶۵	از نادر علی	۷۴
۱۶۵ - ۱۶۶	از نادر علی	۷۵
۱۶۶ - ۱۶۷	از نادر علی	۷۶
۱۶۷ - ۱۶۸	از نادر علی	۷۷
۱۶۸ - ۱۶۹	از نادر علی	۷۸
۱۶۹ - ۱۷۰	از نادر علی	۷۹
۱۷۰ - ۱۷۱	از نادر علی	۸۰
۱۷۱ - ۱۷۲	از نادر علی	۸۱
۱۷۲ - ۱۷۳	از نادر علی	۸۲
۱۷۳ - ۱۷۴	از نادر علی	۸۳
۱۷۴ - ۱۷۵	از نادر علی	۸۴
۱۷۵ - ۱۷۶	از نادر علی	۸۵
۱۷۶ - ۱۷۷	از نادر علی	۸۶
۱۷۷ - ۱۷۸	از نادر علی	۸۷
۱۷۸ - ۱۷۹	از نادر علی	۸۸
۱۷۹ - ۱۸۰	از نادر علی	۸۹
۱۸۰ - ۱۸۱	از نادر علی	۹۰
۱۸۱ - ۱۸۲	از نادر علی	۹۱
۱۸۲ - ۱۸۳	از نادر علی	۹۲
۱۸۳ - ۱۸۴	از نادر علی	۹۳
۱۸۴ - ۱۸۵	از نادر علی	۹۴
۱۸۵ - ۱۸۶	از نادر علی	۹۵
۱۸۶ - ۱۸۷	از نادر علی	۹۶
۱۸۷ - ۱۸۸	از نادر علی	۹۷
۱۸۸ - ۱۸۹	از نادر علی	۹۸
۱۸۹ - ۱۹۰	از نادر علی	۹۹
۱۹۰ - ۱۹۱	از نادر علی	۱۰۰





۱۰۰. مطهرت و برکت و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۴ - ۳۰۳
۱۰۱. داشت و به حضرت جوشن بخش و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۰۲. نیکوای رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۰۳. جوشن و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۰۴. عظیم و رطل جوشن از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۰۵. جوشن و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۰۶. خود کرده و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۰۷. تصویر و جوشن از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۰۸. جوشن و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۰۹. آفتاب و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۱۰. جوشن و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۱۱. جوشن و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۱۲. جوشن و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۱۳. جوشن و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۱۴. جوشن و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۱۵. جوشن و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۱۶. جوشن و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۱۷. جوشن و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۱۸. جوشن و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۱۹. جوشن و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲
۱۲۰. جوشن و رطل از اخلاق اشرافی ص ۳۰۳ - ۳۰۲

- ۳۰۔ جوش۔ پاکستان کی دور رس سوانح از مصطفیٰ رفیق ص ۲۸ - ۲۳
- ۳۱۔ جوش۔ ہمسہ بھڑنگے از انجم علی ص ۱۵۰ - ۱۴۵
- ۳۲۔ جوش۔ حسی غم کے شاعر از عتیق احمد ص ۱۵۰ - ۱۴۵
- ۳۳۔ جوش کی یاد میں از سیدتی سحران ص ۱۴۵ - ۱۴۰
- ۳۴۔ جوش اور عظمتِ خدیوہ از محمد علی صراف ص ۱۴۵ - ۱۴۰
- ۳۵۔ جوش و جوش از آغا سہیل ص ۱۴۵ - ۱۴۰
- ۳۶۔ جوش۔ شخصیت و شاعر از سیدتی سحران ص ۱۴۵ - ۱۴۰
- ۳۷۔ جوش۔ ایکے تاثر از آغا احتشام حسین ص ۱۴۵ - ۱۴۰
- ۳۸۔ اردو کا عظیم شاعر۔ جوش از فاروق بخاری ص ۱۴۵ - ۱۴۰
- ۳۹۔ شاعر و نقاد از نور محمد ص ۱۴۵ - ۱۴۰
- ۴۰۔ جوش کا انضباطی مطالعہ از سلیم اختر ص ۱۴۵ - ۱۴۰
- ۴۱۔ جوش۔ شاعرانیت از رشید شاہ ص ۱۴۵ - ۱۴۰
- ۴۲۔ جوش کا ایک ملک مطالعہ از حسن شکر ص ۱۴۵ - ۱۴۰
- ۴۳۔ یاد کے جات و جوش کی کیفیت پر اولین شاعریں اور انشعوب کے تعزیتی پنایات و تاثرات ص ۱۴۵ - ۱۴۰

- ۴۴۔ اتفاق و دو ایوان علی گڑھ جلد ۱ شاعرانہ رجحان کی نگاہ ص ۱۴۵ - ۱۴۰
- ۴۵۔ گشتِ جوش، ۱۔ شاعریت و عظمت۔ جوش علی آبادی، از گریچن گامی ص ۱۴۵ - ۱۴۰
- ۴۶۔ شاعر و شجرہ از فاروق بخاری ص ۱۴۵ - ۱۴۰
- ۴۷۔ جوش کی نقادانہ شاعری کا مطالعہ از سیدتی سحران ص ۱۴۵ - ۱۴۰
- ۴۸۔ میرے پردادا از جوش علی آبادی ص ۱۴۵ - ۱۴۰
- ۴۹۔ اتفاق کا نام جوش ص ۱۴۵ - ۱۴۰
- ۵۰۔ جوش کے بعد میں جادو اور جوش کی حالت ص ۱۴۵ - ۱۴۰

۱۔ دانش بزم	از فضیلت احمد محمدی مولف
۲۔ قصبات تاریخی و نباتات	مکتبہ مصیبت (دہلی) ص ۴۱ - ۵۱
۳۔ سخن گسترانہ	از وحید اختر ص ۴۳ - ۵۰

۵۔ ساقی - رہنما سرگرمی	(پیشوا بزم) جلد ۱۰ شماره ۴
۶۔ دانش بزم	از شاکر احمد مولف ص ۵۱ - ۵۲
۷۔ روحانی طب	از سید انصاری ص ۵۱ - ۵۲
۸۔ ایک خط کا انتخاب	از ابرار ص ۵۱ - ۵۲
۹۔ ارباب علم کی شکست	از سید علی احمد ص ۵۲ - ۵۳
۱۰۔ انقلاب شام و رقیہ امجدی	از ابرار ص ۵۳ - ۵۴
۱۱۔ جوش - ہندوستانی	از ضیاء الدین احمد ص ۵۴ - ۵۵
۱۲۔ جوش ملیح آبادی کی نظمیں	از نیاز فتح پوری ص ۵۵ - ۵۶
۱۳۔ جوش کی ایک نظم - سہری جہات	از . . . ص ۵۶ - ۵۷
۱۴۔ جوش	از حکیم امجدی احمد ص ۵۷ - ۵۸
۱۵۔ جوش کا جہت (مفسر مضمون)	از اکبر سامری ص ۵۸ - ۵۹
۱۶۔ جوش کا ایک نظم - بول کی بات	از حکیم امجدی احمد ص ۵۹ - ۶۰
۱۷۔ جوش کا ایک خط کی طبیعت	از اختر احمد ص ۶۰ - ۶۱
۱۸۔ سموم و سہا	از شمس الدین احمد ص ۶۱ - ۶۲
۱۹۔ اللہ کے جوش کی لڑائی	از حسن ندوی ص ۶۲ - ۶۳
۲۰۔ پختہ نماز جوش جو بہ پختہ نماز جوش	از آصف احمد ص ۶۳ - ۶۴
۲۱۔ جوش کا کتابت	از ابو سعید علی محمد ص ۶۴ - ۶۵
۲۲۔ جوش ملیح آبادی	از خلیل الرحمن ص ۶۵ - ۶۶

۱۸. قطعه از سونش مورانی ص ۱۰۰ - ۱۰۱
۱۹. چوشی ادا ایلک شامی از محمد قزوینی ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۲۰. چوشی در سبب بیست خادم بی درگم از دود محمد علی افغان ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۲۱. از دشترا که در پی منسوب از علی محمد قزوینی ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۲۲. چوشی صاحب کی قباله دشمنی از کورنده ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۲۳. میر دست و دهان از گوینا قاسم ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۲۴. غلام حسن شورش و ایلک شامی از صحت چنگا ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۲۵. چوشی کی شامی از ابراهیم قزوینی ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۲۶. چوشی در سبب از سید بیست کلام ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۲۷. چوبچه که چوشی مستون بنگیا از کورنده ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۲۸. بزمی از نمان رشید ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۲۹. چوشی کی زنجیر و بنگی از ابن فوری ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۳۰. چوشی - شام و شامی از محمد رشید قاسم ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۳۱. کلام چوشی در کی در ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۳۲. چوشی شام و شامی از ابراهیم رشید ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۳۳. یک قصه از ایلک شامی از محمد قزوینی ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۳۴. چوشی کی شامی از ابراهیم رشید ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۳۵. چوشی کی شامی از ابراهیم رشید ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۳۶. چوشی کی شامی از ابراهیم رشید ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۳۷. کفر رشید ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۳۸. چوشی در سبب از ابراهیم رشید ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۳۹. فضیله چوشی از شام محمد قاسم ص ۱۰۱ - ۱۰۲
۴۰. میران در چوشی از ... ص ۱۰۱ - ۱۰۲

۱۱. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۵۰-۱۳۵۱
۱۲. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۵۱-۱۳۵۲
۱۳. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۵۲-۱۳۵۳
۱۴. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۵۳-۱۳۵۴
۱۵. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۵۴-۱۳۵۵
۱۶. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۵۵-۱۳۵۶
۱۷. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۵۶-۱۳۵۷
۱۸. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۵۷-۱۳۵۸
۱۹. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۵۸-۱۳۵۹
۲۰. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۵۹-۱۳۶۰
۲۱. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۶۰-۱۳۶۱
۲۲. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۶۱-۱۳۶۲
۲۳. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۶۲-۱۳۶۳
۲۴. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۶۳-۱۳۶۴
۲۵. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۶۴-۱۳۶۵
۲۶. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۶۵-۱۳۶۶
۲۷. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۶۶-۱۳۶۷
۲۸. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۶۷-۱۳۶۸
۲۹. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۶۸-۱۳۶۹
۳۰. خوش خلقی و خندیدگی زدن از پانزیر و خندیدگی ۱۳۶۹-۱۳۷۰

- ۱۰۰۔ خوش طبعی اور دلکش ایک شاعری از مستطیق شائق ص ۳۱۱-۳۱۲
- ۱۰۱۔ خوش طبعی اور دلکش (طعن) از کشتی نوری ص ۳۱۳-۳۱۴
- ۱۰۲۔ خوش طبعی اور دلکش نغمہ از قیس رام پوری ص ۳۱۴-۳۱۵
- ۱۰۳۔ ایک خط کا اقتباس از امام حسین علی خاں ص ۳۱۵-۳۱۶
- ۱۰۴۔ خوش طبعی اور دلکش از "محبوب" ص ۳۱۶-۳۱۷
- ۱۰۵۔ خوش طبعی اور دلکش (شعر) از انیس نسطار ص ۳۱۷-۳۱۸
- ۱۰۶۔ ایک خط کا اقتباس از سید عظیم آبادی ص ۳۱۸-۳۱۹
- ۱۰۷۔ دامن خوش از "محبوب" ص ۳۱۹-۳۲۰
- ۱۰۸۔ آج کے ادبی مسائل از شاد احمد خاں ص ۳۲۰-۳۲۱
- ۱۰۹۔ خوش طبعی اور دلکش (نغمہ) ص ۳۲۱-۳۲۲
- ۱۱۰۔ خوش طبعی اور دلکش (نغمہ) از ایم ایم حسن ص ۳۲۲-۳۲۳
- ۱۱۱۔ خوش طبعی اور دلکش (نغمہ) از شاد احمد خاں ص ۳۲۳-۳۲۴
- ۱۱۲۔ خوش طبعی اور دلکش (نغمہ) از مسٹر دہلی ص ۳۲۴-۳۲۵
- ۱۱۳۔ بیان و زبان خوش از عظیم آبادی ص ۳۲۵-۳۲۶
- ۱۱۴۔ خوش طبعی از "محبوب" ص ۳۲۶-۳۲۷
- ۱۱۵۔ دلجوئی از عظیم آبادی ص ۳۲۷-۳۲۸
- ۱۱۶۔ ایک سہمی خوش طبعی ص ۳۲۸-۳۲۹
- ۱۱۷۔ خوش طبعی اور دلکش (نغمہ) از کمال حسین ص ۳۲۹-۳۳۰
- ۱۱۸۔ محبوب شاد نام شاد احمد خاں از شاد احمد خاں ص ۳۳۰-۳۳۱
- ۱۱۹۔ سید احمد شاد احمد خاں کی مجلس ص ۳۳۱-۳۳۲
- ۱۲۰۔ حقیقی سبب از فقیر محمد آبادی ص ۳۳۲-۳۳۳
- ۱۲۱۔ چند گھنٹے خوش طبعی کے ساتھ از "انکوائ" ص ۳۳۳-۳۳۴
- ۱۲۲۔ شاعرانہ اور دلجوئی ص ۳۳۴-۳۳۵

۱۰۰. شیخ محمد باقر و شیخ  
۱۰۱. شیخ علی آبادی  
۱۰۲. شیخ حاج شیخ  
۱۰۳. ابن عربی  
۱۰۴. شیخ علی آبادی  
۱۰۵. شیخ علی آبادی  
۱۰۶. شیخ علی آبادی  
۱۰۷. شیخ علی آبادی  
۱۰۸. شیخ علی آبادی  
۱۰۹. شیخ علی آبادی  
۱۱۰. شیخ علی آبادی  
۱۱۱. شیخ علی آبادی  
۱۱۲. شیخ علی آبادی  
۱۱۳. شیخ علی آبادی  
۱۱۴. شیخ علی آبادی  
۱۱۵. شیخ علی آبادی  
۱۱۶. شیخ علی آبادی  
۱۱۷. شیخ علی آبادی  
۱۱۸. شیخ علی آبادی  
۱۱۹. شیخ علی آبادی  
۱۲۰. شیخ علی آبادی

۱۲۱. شیخ علی آبادی  
۱۲۲. شیخ علی آبادی  
۱۲۳. شیخ علی آبادی  
۱۲۴. شیخ علی آبادی  
۱۲۵. شیخ علی آبادی  
۱۲۶. شیخ علی آبادی  
۱۲۷. شیخ علی آبادی  
۱۲۸. شیخ علی آبادی  
۱۲۹. شیخ علی آبادی  
۱۳۰. شیخ علی آبادی

۱۳۱. شیخ علی آبادی  
۱۳۲. شیخ علی آبادی  
۱۳۳. شیخ علی آبادی  
۱۳۴. شیخ علی آبادی  
۱۳۵. شیخ علی آبادی  
۱۳۶. شیخ علی آبادی  
۱۳۷. شیخ علی آبادی  
۱۳۸. شیخ علی آبادی  
۱۳۹. شیخ علی آبادی  
۱۴۰. شیخ علی آبادی

## مضامین (کتابوں میں)

- ۱۔ آزادی کا جوش و خروش      جیل بانی      صفحہ ۱۰۰-۱۰۱  
 رشید، جوش و خروش ملیج آزادی، شخصیت، فن و فنکار، انفرادیت، شہسبزی، کراچی، آئندہ گائیڈ کا سنت، ص ۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲
- ۲۔ اسبج، جوش کا شام      سید ظفر حسین قیاس      صفحہ ۱۰۱-۱۰۲  
 رشید، محفوظ جوش ملیج آزادی، شخصیت، فن و فنکار، انفرادیت، شہسبزی، کراچی، آئندہ گائیڈ کا سنت، ص ۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳
- ۳۔ اردو شاعری میں جوش کا نظام      شوق راضی      صفحہ ۱۰۲-۱۰۳  
 رشید، محفوظ جوش ملیج آزادی، شخصیت، فن و فنکار، انفرادیت، شہسبزی، کراچی، آئندہ گائیڈ کا سنت، ص ۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴
- ۴۔ اسلوب جوش      جوش ملیج آزادی      صفحہ ۱۰۳-۱۰۴  
 رشید، جوش کا اسی، مرجع کاظم علی خاں، ٹھکانہ، شہسبزی، کراچی، آئندہ گائیڈ کا سنت، ص ۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵
- ۵۔ ایشیائی بول کی اور اردو شورا،      سید محمد رفیع، رابعی، ام، اسٹوڈیو چٹانک، لاہور، ۱۹۷۹  
 رشید، ایشیائی بول کی اور اردو شورا، ٹھکانہ، شہسبزی، کراچی، آئندہ گائیڈ کا سنت، ص ۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶
- ۶۔ جوش صفا یا دبی، راجش سے انگریزی، خلیل امام      صفحہ ۱۰۴-۱۰۵  
 رشید، جوش شاعری، مرجع کاظم علی خاں، ٹھکانہ، شہسبزی، کراچی، آئندہ گائیڈ کا سنت، ص ۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶
- ۷۔ جوش و خروش کے بعد خالی، بولی جوش کے آئینہ میں،      کاظم علی خاں      صفحہ ۱۰۵-۱۰۶  
 رشید، جوش شاعری، مرجع کاظم علی خاں، ٹھکانہ، شہسبزی، کراچی، آئندہ گائیڈ کا سنت، ص ۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷
- ۸۔ جنگ کی مشہور آواز، ایک تجزیہ،      ایس۔ سعید بٹ      صفحہ ۱۰۶-۱۰۷  
 رشید، محفوظ جوش ملیج آزادی، شخصیت، فن و فنکار، انفرادیت، شہسبزی، کراچی، آئندہ گائیڈ کا سنت، ص ۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸

۱۹. پوشش آبی مخصوص ۱۳۰۰-۱۳۰۰
۲۰. دشمن، انتخاب جوی و دیوار، بر روی آبی مخصوص، و دیوار آبی شصت و پنج.
- کری، انجمن ترقی آید. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
۲۱. پوشش (جعبه دار و شکاری) بر حسب صدق ۱۳۰۰-۱۳۰۰
- دشمن، آبی کاوه و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
۲۲. پوشش آبی و زمین ۱۳۰۰-۱۳۰۰
- دشمن، شتر آبی و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
۲۳. پوشش دشمن، شتر آبی و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
- دشمن، بر روی دیوار، نظم و انضام، و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
۲۴. پوشش دشمن، شتر آبی و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
- دشمن، شتر آبی و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
۲۵. پوشش دشمن، شتر آبی و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
- دشمن، شتر آبی و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
۲۶. پوشش دشمن، شتر آبی و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
- دشمن، شتر آبی و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
۲۷. پوشش دشمن، شتر آبی و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
- دشمن، شتر آبی و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
۲۸. پوشش دشمن، شتر آبی و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
- دشمن، شتر آبی و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
۲۹. پوشش دشمن، شتر آبی و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
- دشمن، شتر آبی و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
۳۰. پوشش دشمن، شتر آبی و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰
- دشمن، شتر آبی و آب. ۱۳۰۰-۱۳۰۰

۱. چشمانکافور کا شاعر  
 محمد رفیع  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۲. رشید چشمانکافور کا شاعر  
 رشید  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۳. چشمانکافور کا شاعر  
 محمد رفیع  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۴. رشید چشمانکافور کا شاعر  
 رشید  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۵. چشمانکافور کا شاعر  
 محمد رفیع  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۶. رشید چشمانکافور کا شاعر  
 رشید  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۷. چشمانکافور کا شاعر  
 محمد رفیع  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۸. رشید چشمانکافور کا شاعر  
 رشید  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۹. چشمانکافور کا شاعر  
 محمد رفیع  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۱۰. رشید چشمانکافور کا شاعر  
 رشید  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۱۱. چشمانکافور کا شاعر  
 محمد رفیع  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۱۲. رشید چشمانکافور کا شاعر  
 رشید  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۱۳. چشمانکافور کا شاعر  
 محمد رفیع  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۱۴. رشید چشمانکافور کا شاعر  
 رشید  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۱۵. چشمانکافور کا شاعر  
 محمد رفیع  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۱۶. رشید چشمانکافور کا شاعر  
 رشید  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۱۷. چشمانکافور کا شاعر  
 محمد رفیع  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۱۸. رشید چشمانکافور کا شاعر  
 رشید  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۱۹. چشمانکافور کا شاعر  
 محمد رفیع  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱
۲۰. رشید چشمانکافور کا شاعر  
 رشید  
 ۱۳۹۰-۱۳۹۱



۳۰. جوش ملیح آبادی (مثنوی) / غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۳۱. رشتہ، جوش ملیح آبادی، مثنوی، شیراز / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۳۲. جوش ملیح آبادی، جوش ملیح آبادی / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۳۳. رشتہ، جوش ملیح آبادی / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۳۴. جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۳۵. رشتہ، جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۳۶. جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۳۷. جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۳۸. جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۳۹. جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۴۰. جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۴۱. جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۴۲. جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۴۳. جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۴۴. جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۴۵. جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۴۶. جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۴۷. جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۴۸. جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۴۹. جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵
۵۰. جوش ملیح آبادی، غرضی نام / ص ۱۰۰ - ۱۰۵

۱۰۰. خوش خلق آزادی و حسن خلق و شرف و کرامت (خوش خلقی) غیر محدود  
 ۱۰۱. خوش خلق آزادی  
 ۱۰۲. خوش خلق آزادی  
 ۱۰۳. خوش خلق آزادی  
 ۱۰۴. خوش خلق آزادی  
 ۱۰۵. خوش خلق آزادی  
 ۱۰۶. خوش خلق آزادی  
 ۱۰۷. خوش خلق آزادی  
 ۱۰۸. خوش خلق آزادی  
 ۱۰۹. خوش خلق آزادی  
 ۱۱۰. خوش خلق آزادی  
 ۱۱۱. خوش خلق آزادی  
 ۱۱۲. خوش خلق آزادی  
 ۱۱۳. خوش خلق آزادی  
 ۱۱۴. خوش خلق آزادی  
 ۱۱۵. خوش خلق آزادی  
 ۱۱۶. خوش خلق آزادی  
 ۱۱۷. خوش خلق آزادی  
 ۱۱۸. خوش خلق آزادی  
 ۱۱۹. خوش خلق آزادی  
 ۱۲۰. خوش خلق آزادی

و مشہور، عظمت جوش ملیح آبادی، شخصیت امن و امان و مکرر مہمت شہریت

کراچی شہر کی شہریت، ۱۹۰۰ء - ۱۹۰۱ء

۶۰۔ جوش ملیح آبادی، کچھ مہمات و مہمات، ۱۹۰۱ء - ۱۹۰۲ء

۶۱۔ مشہور، جوش ملیح آبادی، مکرر مہمات، ۱۹۰۲ء - ۱۹۰۳ء

۶۲۔ جوش ملیح آبادی، ادب و ادب، ۱۹۰۳ء - ۱۹۰۴ء

۶۳۔ مشہور، ادب و ادب، ۱۹۰۴ء - ۱۹۰۵ء

۶۴۔ جوش ملیح آبادی، مکرر مہمات، ۱۹۰۵ء - ۱۹۰۶ء

۶۵۔ مشہور، ادب و ادب، ۱۹۰۶ء - ۱۹۰۷ء

۶۶۔ جوش ملیح آبادی، مکرر مہمات، ۱۹۰۷ء - ۱۹۰۸ء

۶۷۔ مشہور، مکرر مہمات، ۱۹۰۸ء - ۱۹۰۹ء

۶۸۔ مشہور، مکرر مہمات، ۱۹۰۹ء - ۱۹۱۰ء

۶۹۔ مشہور، مکرر مہمات، ۱۹۱۰ء - ۱۹۱۱ء

۷۰۔ مشہور، مکرر مہمات، ۱۹۱۱ء - ۱۹۱۲ء

۷۱۔ مشہور، مکرر مہمات، ۱۹۱۲ء - ۱۹۱۳ء

۷۲۔ مشہور، مکرر مہمات، ۱۹۱۳ء - ۱۹۱۴ء

۷۳۔ مشہور، مکرر مہمات، ۱۹۱۴ء - ۱۹۱۵ء

۷۴۔ مشہور، مکرر مہمات، ۱۹۱۵ء - ۱۹۱۶ء

۷۵۔ مشہور، مکرر مہمات، ۱۹۱۶ء - ۱۹۱۷ء

۷۶۔ مشہور، مکرر مہمات، ۱۹۱۷ء - ۱۹۱۸ء

۷۷۔ مشہور، مکرر مہمات، ۱۹۱۸ء - ۱۹۱۹ء

۷۸۔ مشہور، مکرر مہمات، ۱۹۱۹ء - ۱۹۲۰ء

۷۹۔ مشہور، مکرر مہمات، ۱۹۲۰ء - ۱۹۲۱ء

۸۰۔ مشہور، مکرر مہمات، ۱۹۲۱ء - ۱۹۲۲ء

## مضامین (مسائل میں)

- ۱۔ آخری حالت کو خدائی
- ۲۔ راکھ۔ کراچی (ریپورٹیں) جلد ۳۰، شمارہ ۳۰
- ۳۔ آدابِ مثنوی
- ۴۔ راکھ۔ کراچی (ریپورٹیں) جلد ۳۰، شمارہ ۳۰
- ۵۔ انجیلِ تیسرے صدی
- ۶۔ انجیلِ تیسری صدی
- ۷۔ اب کچھ کے لیے پیش کیے ہوئے ہیں
- ۸۔ راکھ۔ کراچی (ریپورٹیں) جلد ۳۰، شمارہ ۳۰
- ۹۔ اچھا شاعر کی زندگی
- ۱۰۔ راکھ۔ کراچی (ریپورٹیں) جلد ۳۰، شمارہ ۳۰
- ۱۱۔ افسانے کی شہرت
- ۱۲۔ راکھ۔ کراچی (ریپورٹیں) جلد ۳۰، شمارہ ۳۰
- ۱۳۔ اردو شاعری کے لیے نیا
- ۱۴۔ راکھ۔ کراچی (ریپورٹیں) جلد ۳۰، شمارہ ۳۰
- ۱۵۔ اردو کا تعلیم شاعر
- ۱۶۔ راکھ۔ کراچی (ریپورٹیں) جلد ۳۰، شمارہ ۳۰
- ۱۷۔ اردو شاعری پرست شاعر
- ۱۸۔ اردو شاعری پرست شاعر
- ۱۹۔ اردو شاعری پرست شاعر
- ۲۰۔ اردو شاعری پرست شاعر
- ۲۱۔ اردو شاعری پرست شاعر
- ۲۲۔ اردو شاعری پرست شاعر
- ۲۳۔ اردو شاعری پرست شاعر
- ۲۴۔ اردو شاعری پرست شاعر
- ۲۵۔ اردو شاعری پرست شاعر
- ۲۶۔ اردو شاعری پرست شاعر
- ۲۷۔ اردو شاعری پرست شاعر
- ۲۸۔ اردو شاعری پرست شاعر
- ۲۹۔ اردو شاعری پرست شاعر
- ۳۰۔ اردو شاعری پرست شاعر



قسط ۱	جلد ۱	شماره ۱	مجله علمی و ادبی	۱۳۰۵
قسط ۲	"	شماره ۲	مجله علمی و ادبی	۱۳۰۵
قسط ۳	"	شماره ۳	مجله علمی و ادبی	۱۳۰۵
قسط ۴	"	شماره ۴	مجله علمی و ادبی	۱۳۰۵
قسط ۵	"	شماره ۵	مجله علمی و ادبی	۱۳۰۵
قسط ۶	"	شماره ۶	مجله علمی و ادبی	۱۳۰۵
قسط ۷	"	شماره ۷	مجله علمی و ادبی	۱۳۰۵
۱۱. ایک از پیشه کی خواست	روزنامه	شماره ۱	مجله علمی و ادبی	۱۳۰۵
۱۲. وصف جدید	مجله	شماره ۱	مجله علمی و ادبی	۱۳۰۵
۱۳. ایک گشتی کتاب	روزنامه	شماره ۱	مجله علمی و ادبی	۱۳۰۵
۱۴. وصف جدید	مجله	شماره ۱	مجله علمی و ادبی	۱۳۰۵
۱۵. ...	...	...	...	...
۱۶. ...	...	...	...	...
۱۷. ...	...	...	...	...
۱۸. ...	...	...	...	...
۱۹. ...	...	...	...	...
۲۰. ...	...	...	...	...
۲۱. ...	...	...	...	...
۲۲. ...	...	...	...	...
۲۳. ...	...	...	...	...
۲۴. ...	...	...	...	...
۲۵. ...	...	...	...	...
۲۶. ...	...	...	...	...
۲۷. ...	...	...	...	...
۲۸. ...	...	...	...	...
۲۹. ...	...	...	...	...
۳۰. ...	...	...	...	...

۲۹. پونا بھو  
برائیم شروکتی  
۱۳۰۰-۱۳۰۱
۳۰. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۳۱. پٹیالہ  
کروڑ پوری  
۱۳۰۰-۱۳۰۱
۳۲. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۳۳. پیر پانی پوتلی (پٹیالہ)  
نالی کاشی  
۱۳۰۱-۱۳۰۲
۳۴. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۳۵. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۳۶. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۳۷. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۳۸. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۳۹. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۴۰. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۴۱. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۴۲. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۴۳. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۴۴. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۴۵. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۴۶. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۴۷. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۴۸. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۴۹. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲
۵۰. راندر کراچی (پشاور)  
جبرہ ۱۳۰۰-۱۳۰۱  
کشمیر ۱۳۰۱-۱۳۰۲



۱۰۰. جوش - میدان اوی سترودن سین اوی کریش  
 ۱۰۱. دها - میدان اوی جود - شکره - گشت تبر ۱۰۰۰  
 ۱۰۲. جوش - زندگی اوی رست خیم  
 ۱۰۳. راکش اوی شیش - جود - شکره ۱۰۰۰  
 ۱۰۴. جوش - میدان اوی شکره - شکره ۱۰۰۰  
 ۱۰۵. رحمت (شکره) - کرک  
 ۱۰۶. جوش - شکره - شکره ۱۰۰۰  
 ۱۰۷. راکش - کرک (جوش) - جود - شکره ۱۰۰۰  
 ۱۰۸. جوش - شکره - شکره ۱۰۰۰  
 ۱۰۹. راکش - کرک (جوش) - جود - شکره ۱۰۰۰  
 ۱۱۰. جوش - شکره - شکره ۱۰۰۰  
 ۱۱۱. راکش - کرک (جوش) - جود - شکره ۱۰۰۰  
 ۱۱۲. جوش - شکره - شکره ۱۰۰۰  
 ۱۱۳. راکش - کرک (جوش) - جود - شکره ۱۰۰۰  
 ۱۱۴. جوش - شکره - شکره ۱۰۰۰  
 ۱۱۵. راکش - کرک (جوش) - جود - شکره ۱۰۰۰  
 ۱۱۶. جوش - شکره - شکره ۱۰۰۰  
 ۱۱۷. راکش - کرک (جوش) - جود - شکره ۱۰۰۰  
 ۱۱۸. جوش - شکره - شکره ۱۰۰۰  
 ۱۱۹. راکش - کرک (جوش) - جود - شکره ۱۰۰۰  
 ۱۲۰. جوش - شکره - شکره ۱۰۰۰







۱۰۰. (ساقی - کراچی) (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

(۱۹۵۳ء)

۱۰۱. (پوش نیر) جلد ۱ شہدہ ۴

۱۰۲. (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

(۱۹۵۳ء)

۱۰۳. (ساقی - کراچی) (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

(۱۹۵۳ء)

(۱۹۵۳ء)

۱۰۴. (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

۱۰۵. (ساقی - کراچی) (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

(۱۹۵۳ء)

(۱۹۵۳ء)

۱۰۶. (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

۱۰۷. (ساقی - کراچی) (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

(۱۹۵۳ء)

(۱۹۵۳ء)

۱۰۸. (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

۱۰۹. (ساقی - کراچی) (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

(۱۹۵۳ء)

(۱۹۵۳ء)

۱۱۰. (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

۱۱۱. (ساقی - کراچی) (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

(۱۹۵۳ء)

(۱۹۵۳ء)

۱۱۲. (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

۱۱۳. (ساقی - کراچی) (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

(۱۹۵۳ء)

(۱۹۵۳ء)

۱۱۴. (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

۱۱۵. (ساقی - کراچی) (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

(۱۹۵۳ء)

(۱۹۵۳ء)

۱۱۶. (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

۱۱۷. (ساقی - کراچی) (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

(۱۹۵۳ء)

(۱۹۵۳ء)

۱۱۸. (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

۱۱۹. (ساقی - کراچی) (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

(۱۹۵۳ء)

(۱۹۵۳ء)

۱۲۰. (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

۱۲۱. (ساقی - کراچی) (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

(۱۹۵۳ء)

(۱۹۵۳ء)

۱۲۲. (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

۱۲۳. (ساقی - کراچی) (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

(۱۹۵۳ء)

(۱۹۵۳ء)

۱۲۴. (پوش نیر) جلد ۲ شہدہ ۴

- ۱۰۰۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۰۱۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۰۲۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۰۳۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۰۴۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۰۵۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۰۶۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۰۷۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۰۸۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۰۹۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۱۰۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۱۱۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۱۲۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۱۳۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۱۴۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۱۵۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۱۶۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۱۷۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۱۸۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۱۹۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً
- ۱۲۰۔ پوشا خدائیں ہرگز نہ سکھانے  
تقریباً



۱۰۰. پوشک کنکری چمکدوم      کک تا میمن من خاں      ص ۳۳ - ۳۴
- (دخان . کراچی      جلد ۱۳۳ - شماره ۳۳      ص ۱۹۳)
- (دخان . کراچی      جلد ۱۳۳ - شماره ۳۳      ص ۱۹۳)
- (پیشانیان . کراچی      جلد ۱۳۳ - شماره ۳۳      ص ۱۹۳)
۱۰۱. پوشک کنکری چمکدوم      انوار      ص ۳۳ - ۳۴
- (دخان . کراچی      جلد ۱۳۳ - شماره ۳۳      ص ۱۹۳)
۱۰۲. پوشک کنکری چمکدوم      انوار      ص ۳۳ - ۳۴
- (دخان . کراچی      جلد ۱۳۳ - شماره ۳۳      ص ۱۹۳)
۱۰۳. پوشک کنکری چمکدوم      انوار      ص ۳۳ - ۳۴
- (دخان . کراچی      جلد ۱۳۳ - شماره ۳۳      ص ۱۹۳)
۱۰۴. پوشک کنکری چمکدوم      انوار      ص ۳۳ - ۳۴
- (دخان . کراچی      جلد ۱۳۳ - شماره ۳۳      ص ۱۹۳)
۱۰۵. پوشک کنکری چمکدوم      انوار      ص ۳۳ - ۳۴
- (دخان . کراچی      جلد ۱۳۳ - شماره ۳۳      ص ۱۹۳)
۱۰۶. پوشک کنکری چمکدوم      انوار      ص ۳۳ - ۳۴
- (دخان . کراچی      جلد ۱۳۳ - شماره ۳۳      ص ۱۹۳)
۱۰۷. پوشک کنکری چمکدوم      انوار      ص ۳۳ - ۳۴
- (دخان . کراچی      جلد ۱۳۳ - شماره ۳۳      ص ۱۹۳)
۱۰۸. پوشک کنکری چمکدوم      انوار      ص ۳۳ - ۳۴
- (دخان . کراچی      جلد ۱۳۳ - شماره ۳۳      ص ۱۹۳)
۱۰۹. پوشک کنکری چمکدوم      انوار      ص ۳۳ - ۳۴
- (دخان . کراچی      جلد ۱۳۳ - شماره ۳۳      ص ۱۹۳)
۱۱۰. پوشک کنکری چمکدوم      انوار      ص ۳۳ - ۳۴
- (دخان . کراچی      جلد ۱۳۳ - شماره ۳۳      ص ۱۹۳)

۱۰۰۔ ہوشنگ شاہی و دنیا کی غزلیں

ص

رنگ و سہاگن . دہلی

جلد ۱۰، شمارہ ۱۲

کراچی ۱۹۵۵ء

۱۰۱۔ ہوشنگ شاہی پر سوری نظر

مہانت بریل

ص ۲۱ - ۳۵

۱۹۵۵ء - لاہور

جلد ۱۰، شمارہ ۱

کراچی ۱۹۵۵ء

۱۰۲۔ ہوشنگ شاہی کا استعار

پیشواری سہیل

ص ۹ - ۳۰

(کتاب) - دہلی

جلد ۱۰، شمارہ ۱

کراچی ۱۹۵۵ء

۱۰۳۔ ہوشنگ شخصیت کے چند پہلو

مہانت بریل

ص

دسویں - لاہور

جلد ۱۰، شمارہ ۱

کراچی ۱۹۵۵ء

۱۰۴۔ ہوشنگ کا محکمہ شاعری

فدائے بریل

ص ۳۵ - ۴۵

۱۰۵۔ (شکار - کراچی) ریاض الحسن، جلد ۱۰، شمارہ ۱

کراچی ۱۹۵۵ء

۱۰۶۔ ہوشنگ غزلیں شاعری

"سپہ"

ص ۳۵ - ۴۵

۱۰۷۔ (ساقی - کراچی) ریاض الحسن، جلد ۱۰، شمارہ ۱

کراچی ۱۹۵۵ء

۱۰۸۔ ہوشنگ بریل

شکار

ص ۳۵ - ۴۵

۱۰۹۔ (شکار - کراچی) ریاض الحسن، جلد ۱۰، شمارہ ۱، نکات ۱۰۰

ص ۳۵ - ۴۵

۱۱۰۔ ہوشنگ کی غزلیں شاعری

شکار

ص ۳۵ - ۴۵

۱۱۱۔ (ہوش سیرت مضامین، دہلی، ۱۹۵۵ء) جلد ۱۰، شمارہ ۱، نکات ۱۰۰

ص ۳۵ - ۴۵

۱۱۲۔ ہوش کی فکر انسان

فتحی الرحمن کاشی

ص ۳۵ - ۴۵

۱۱۳۔ (شاعر - لاہور)

جلد ۱۰، شمارہ ۱

ص ۳۵ - ۴۵

۱۱۴۔ ہوش کے انوکھے لحاظ

شکار

ص ۳۵ - ۴۵

۱۱۵۔ (شکار - کراچی) ریاض الحسن، جلد ۱۰، شمارہ ۱

کراچی ۱۹۵۵ء

۱۱۶۔ ہوش کے غزلوں کا سہاگن عشق

دانش گاہی

ص ۳۵ - ۴۵

۱۱۷۔ (ساقی - کراچی) ریاض الحسن، جلد ۱۰، شمارہ ۱

کراچی ۱۹۵۵ء

۱۱۸۔ ہوش کے غزلوں میں، دبستان فکر و نظر، ص ۱۰۰ - ۱۱۰، نکات ۱۰۰

ص





۱۰۰. خوشامیختاری  
فیض‌الاصلاحی  
کتابخانه  
۱۳۰۵
۱۰۱. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۳ - شماره ۳  
دوم ۱۳۰۵
۱۰۲. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۱  
۱۳۰۵
۱۰۳. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۲  
۱۳۰۵
۱۰۴. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۳  
۱۳۰۵
۱۰۵. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۴  
۱۳۰۵
۱۰۶. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۵  
۱۳۰۵
۱۰۷. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۶  
۱۳۰۵
۱۰۸. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۷  
۱۳۰۵
۱۰۹. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۸  
۱۳۰۵
۱۱۰. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۹  
۱۳۰۵
۱۱۱. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۱۰  
۱۳۰۵
۱۱۲. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۱۱  
۱۳۰۵
۱۱۳. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۱۲  
۱۳۰۵
۱۱۴. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۱۳  
۱۳۰۵
۱۱۵. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۱۴  
۱۳۰۵
۱۱۶. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۱۵  
۱۳۰۵
۱۱۷. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۱۶  
۱۳۰۵
۱۱۸. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۱۷  
۱۳۰۵
۱۱۹. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۱۸  
۱۳۰۵
۱۲۰. خوشامیختاری  
دکتر زین‌کرامی  
جلد ۱۹  
۱۳۰۵

- ۱۰۰۔ پوشش ایلمی یک سحر - آزاد پست - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۰۱۔ کتاب - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۰۲۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۰۳۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۰۴۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۰۵۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۰۶۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۰۷۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۰۸۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۰۹۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۱۰۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۱۱۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۱۲۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۱۳۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۱۴۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۱۵۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۱۶۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۱۷۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۱۸۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۱۹۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰
- ۱۲۰۔ پوشش ایلمی یک سحر - ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰



۳۱. حیاتِ کجی، حیاتِ پلا ..... خواجہ حسین دہلوی  
(نظارہ، کراچی (روشنی) جلد ۱۱، شمارہ ۱۱۱، اکتوبر نومبر ۱۹۹۹ء)
۳۲. حیرت و حاکمیت ..... منقولہ پرائمر  
(مرکزِ دانش، لاہور) (روشنی) جلد ۱۱، شمارہ ۱۱۱
۳۳. حضرت پیر علی آبادی، رفیقِ نگار و نگارِ شمس، شمسِ دہلی، دہلی  
(نظارہ، لاہور) (روشنی) جلد ۱۱، شمارہ ۱۱۱
۳۴. حضرت پیر علی آبادی، رفیقِ نگار و نگارِ شمس، شمسِ دہلی، دہلی  
(نظارہ، لاہور) (روشنی) جلد ۱۱، شمارہ ۱۱۱
۳۵. حیاتِ کجی، حیاتِ پلا ..... خواجہ حسین دہلوی  
(نظارہ، کراچی (روشنی) جلد ۱۱، شمارہ ۱۱۱، اکتوبر نومبر ۱۹۹۹ء)
۳۶. حیاتِ کجی، حیاتِ پلا ..... خواجہ حسین دہلوی  
(نظارہ، کراچی (روشنی) جلد ۱۱، شمارہ ۱۱۱، اکتوبر نومبر ۱۹۹۹ء)
۳۷. حیاتِ کجی، حیاتِ پلا ..... خواجہ حسین دہلوی  
(نظارہ، کراچی (روشنی) جلد ۱۱، شمارہ ۱۱۱، اکتوبر نومبر ۱۹۹۹ء)
۳۸. حیاتِ کجی، حیاتِ پلا ..... خواجہ حسین دہلوی  
(نظارہ، کراچی (روشنی) جلد ۱۱، شمارہ ۱۱۱، اکتوبر نومبر ۱۹۹۹ء)
۳۹. حیاتِ کجی، حیاتِ پلا ..... خواجہ حسین دہلوی  
(نظارہ، کراچی (روشنی) جلد ۱۱، شمارہ ۱۱۱، اکتوبر نومبر ۱۹۹۹ء)
۴۰. حیاتِ کجی، حیاتِ پلا ..... خواجہ حسین دہلوی  
(نظارہ، کراچی (روشنی) جلد ۱۱، شمارہ ۱۱۱، اکتوبر نومبر ۱۹۹۹ء)
۴۱. حیاتِ کجی، حیاتِ پلا ..... خواجہ حسین دہلوی  
(نظارہ، کراچی (روشنی) جلد ۱۱، شمارہ ۱۱۱، اکتوبر نومبر ۱۹۹۹ء)
۴۲. حیاتِ کجی، حیاتِ پلا ..... خواجہ حسین دہلوی  
(نظارہ، کراچی (روشنی) جلد ۱۱، شمارہ ۱۱۱، اکتوبر نومبر ۱۹۹۹ء)
۴۳. حیاتِ کجی، حیاتِ پلا ..... خواجہ حسین دہلوی  
(نظارہ، کراچی (روشنی) جلد ۱۱، شمارہ ۱۱۱، اکتوبر نومبر ۱۹۹۹ء)
۴۴. حیاتِ کجی، حیاتِ پلا ..... خواجہ حسین دہلوی  
(نظارہ، کراچی (روشنی) جلد ۱۱، شمارہ ۱۱۱، اکتوبر نومبر ۱۹۹۹ء)
۴۵. حیاتِ کجی، حیاتِ پلا ..... خواجہ حسین دہلوی  
(نظارہ، کراچی (روشنی) جلد ۱۱، شمارہ ۱۱۱، اکتوبر نومبر ۱۹۹۹ء)



۱۰۰. سخن استواریت ..... دیوانه ..... ۱۰۰-۱۰۱
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۰۱-۱۰۲
۱۰۱. سخن استواریت ..... ۱۰۱-۱۰۲
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۰۲-۱۰۳
۱۰۲. سخن استواریت ..... ۱۰۲-۱۰۳
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۰۳-۱۰۴
۱۰۳. سخن استواریت ..... ۱۰۳-۱۰۴
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۰۴-۱۰۵
۱۰۴. سخن استواریت ..... ۱۰۴-۱۰۵
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۰۵-۱۰۶
۱۰۵. سخن استواریت ..... ۱۰۵-۱۰۶
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۰۶-۱۰۷
۱۰۶. سخن استواریت ..... ۱۰۶-۱۰۷
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۰۷-۱۰۸
۱۰۷. سخن استواریت ..... ۱۰۷-۱۰۸
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۰۸-۱۰۹
۱۰۸. سخن استواریت ..... ۱۰۸-۱۰۹
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۰۹-۱۱۰
۱۰۹. سخن استواریت ..... ۱۰۹-۱۱۰
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۱۰-۱۱۱
۱۱۰. سخن استواریت ..... ۱۱۰-۱۱۱
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۱۱-۱۱۲
۱۱۱. سخن استواریت ..... ۱۱۱-۱۱۲
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۱۲-۱۱۳
۱۱۲. سخن استواریت ..... ۱۱۲-۱۱۳
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۱۳-۱۱۴
۱۱۳. سخن استواریت ..... ۱۱۳-۱۱۴
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۱۴-۱۱۵
۱۱۴. سخن استواریت ..... ۱۱۴-۱۱۵
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۱۵-۱۱۶
۱۱۵. سخن استواریت ..... ۱۱۵-۱۱۶
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۱۶-۱۱۷
۱۱۶. سخن استواریت ..... ۱۱۶-۱۱۷
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۱۷-۱۱۸
۱۱۷. سخن استواریت ..... ۱۱۷-۱۱۸
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۱۸-۱۱۹
۱۱۸. سخن استواریت ..... ۱۱۸-۱۱۹
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۱۹-۱۲۰
۱۱۹. سخن استواریت ..... ۱۱۹-۱۲۰
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۲۰-۱۲۱
۱۲۰. سخن استواریت ..... ۱۲۰-۱۲۱
- ..... (مختار دهری) گلزار ..... جلد ۱ ..... شماره ۱ ..... ۱۲۱-۱۲۲



- ۱۳۳ - کیا تو اپنی کھجور کھاتے ہو؟ منظر عام ص ۱۰۱ - ۱۰۲
- ۱۳۴ - دساقی، کراچی (روٹینفر) جلد ۱، شمارہ ۳ ص ۱۰۱
- ۱۳۵ - کیا چوٹی کی چوٹی اٹھانے کی جگہ ہے؟ کوڑی بیک ص ۱۰۱
- ۱۳۶ - جنگ (دندان)، کراچی (منظر عام) ص ۱۰۱
- ۱۳۷ - کیا چوٹی اٹھانے کی جگہ ہے؟ منظر عام ص ۱۰۱
- ۱۳۸ - وہ (کراچی) (دندان) جلد ۱، شمارہ ۳ ص ۱۰۱
- ۱۳۹ - وہ (کراچی) (دندان) جلد ۱، شمارہ ۳ ص ۱۰۱
- ۱۴۰ - کیا تو اپنی کھجور کھاتے ہو؟ منظر عام ص ۱۰۱ - ۱۰۲
- ۱۴۱ - دساقی، کراچی (روٹینفر) جلد ۱، شمارہ ۳ ص ۱۰۱
- ۱۴۲ - کیا چوٹی کی چوٹی اٹھانے کی جگہ ہے؟ کوڑی بیک ص ۱۰۱
- ۱۴۳ - جنگ (دندان)، کراچی (منظر عام) ص ۱۰۱
- ۱۴۴ - کیا چوٹی اٹھانے کی جگہ ہے؟ منظر عام ص ۱۰۱
- ۱۴۵ - وہ (کراچی) (دندان) جلد ۱، شمارہ ۳ ص ۱۰۱
- ۱۴۶ - وہ (کراچی) (دندان) جلد ۱، شمارہ ۳ ص ۱۰۱
- ۱۴۷ - کیا تو اپنی کھجور کھاتے ہو؟ منظر عام ص ۱۰۱ - ۱۰۲
- ۱۴۸ - دساقی، کراچی (روٹینفر) جلد ۱، شمارہ ۳ ص ۱۰۱
- ۱۴۹ - کیا چوٹی کی چوٹی اٹھانے کی جگہ ہے؟ کوڑی بیک ص ۱۰۱
- ۱۵۰ - جنگ (دندان)، کراچی (منظر عام) ص ۱۰۱
- ۱۵۱ - کیا چوٹی اٹھانے کی جگہ ہے؟ منظر عام ص ۱۰۱
- ۱۵۲ - وہ (کراچی) (دندان) جلد ۱، شمارہ ۳ ص ۱۰۱
- ۱۵۳ - وہ (کراچی) (دندان) جلد ۱، شمارہ ۳ ص ۱۰۱
- ۱۵۴ - کیا تو اپنی کھجور کھاتے ہو؟ منظر عام ص ۱۰۱ - ۱۰۲
- ۱۵۵ - دساقی، کراچی (روٹینفر) جلد ۱، شمارہ ۳ ص ۱۰۱
- ۱۵۶ - کیا چوٹی کی چوٹی اٹھانے کی جگہ ہے؟ کوڑی بیک ص ۱۰۱
- ۱۵۷ - جنگ (دندان)، کراچی (منظر عام) ص ۱۰۱
- ۱۵۸ - کیا چوٹی اٹھانے کی جگہ ہے؟ منظر عام ص ۱۰۱
- ۱۵۹ - وہ (کراچی) (دندان) جلد ۱، شمارہ ۳ ص ۱۰۱
- ۱۶۰ - وہ (کراچی) (دندان) جلد ۱، شمارہ ۳ ص ۱۰۱



- ۱۰۰۔ دکن فریبندہ خطا کا مجموعہ (کتابخانہ) ۱۹۵۱-۱۹۵۲
- ۱۰۱۔ رسائی، کراچی (پیشانی) جلد ۱، شکر ۱۹۵۳
- ۱۰۲۔ بہت سے لکھنؤ پرینٹنگ پریس (کتابخانہ)
- ۱۰۳۔ (پیشانی) (کتابخانہ)
- ۱۰۴۔ (پیشانی) دکن (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۰۵۔ پیر کی بات، (پیشانی) کتب خانہ، کتب خانہ، کتب خانہ
- ۱۰۶۔ کے تفریحی خطا (کتابخانہ)
- ۱۰۷۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۰۸۔ یاد کی بات (کتابخانہ) - (کتابخانہ)
- ۱۰۹۔ (پیشانی) (کتابخانہ)
- ۱۱۰۔ یاد کی بات (کتابخانہ)
- ۱۱۱۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۱۲۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۱۳۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۱۴۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۱۵۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۱۶۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۱۷۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۱۸۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۱۹۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۲۰۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۲۱۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۲۲۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۲۳۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۲۴۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۲۵۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۲۶۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۲۷۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۲۸۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۲۹۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳
- ۱۳۰۔ (پیشانی) (کتابخانہ) ۱۹۵۳

۳۰۰. یادگار کی بدست اور پیش  
 یادگار - کراچی (پیدائش) - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء  
 ۳۰۱. یادگار کی بدست اور پیش  
 یادگار - کراچی (پیدائش) - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء  
 ۳۰۲. یادگار کی بدست اور پیش  
 یادگار - کراچی (پیدائش) - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء  
 ۳۰۳. یادگار کی بدست اور پیش  
 یادگار - کراچی (پیدائش) - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء  
 ۳۰۴. یادگار کی بدست اور پیش  
 یادگار - کراچی (پیدائش) - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء  
 ۳۰۵. یادگار کی بدست اور پیش  
 یادگار - کراچی (پیدائش) - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء

## مقنوم خراج عقیدت:

۱. کوثر نامی شاعر و نقیب  
 یادگار - کراچی (پیدائش) - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء  
 ۲. انجمن شاعری و ادبیات  
 یادگار - کراچی (پیدائش) - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء  
 ۳. یادگار کی بدست اور پیش  
 یادگار - کراچی (پیدائش) - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء  
 ۴. یادگار کی بدست اور پیش  
 یادگار - کراچی (پیدائش) - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء  
 ۵. یادگار کی بدست اور پیش  
 یادگار - کراچی (پیدائش) - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء  
 ۶. یادگار کی بدست اور پیش  
 یادگار - کراچی (پیدائش) - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء  
 ۷. یادگار کی بدست اور پیش  
 یادگار - کراچی (پیدائش) - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء  
 ۸. یادگار کی بدست اور پیش  
 یادگار - کراچی (پیدائش) - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء  
 ۹. یادگار کی بدست اور پیش  
 یادگار - کراچی (پیدائش) - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۵ء

۱. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۲. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۳. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۴. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۵. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۶. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۷. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۸. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۹. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۱۰. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۱۱. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۱۲. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۱۳. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۱۴. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۱۵. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۱۶. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۱۷. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۱۸. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۱۹. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵
۲۰. بیادوش (کراچی) جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، چوٹی (۱۹۵۵ء) ص ۱۱۵





۱. علم حرکت و شش  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۲. قطعات تاریخی  
 سید علی غفری جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۳. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۴. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۵. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۶. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۷. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۸. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۹. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۱۰. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۱۱. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۱۲. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۱۳. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۱۴. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۱۵. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۱۶. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۱۷. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۱۸. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۱۹. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰
۲۰. قطعات تاریخی  
 زنگنه - کراچی ریپبلکن جلد ۱ - شماره ۱۰۰  
 ۲۰۰ - ۳۰۰



